

خانقاہ پیغمبر نبی اور سادات پیغمبر نبی

کا

تعارف اور ان کی روحانی، دینی و ملی خدمات

تایف

سید رشید احمد شاہ

خادمِ خانقاہ پیغمبر نبی

جملہ حقوق محفوظ ہیں

کتاب -----☆----- خانقاہ پیسین زئی اور سادات پیسین زئی کا تعارف اور انکی روحانی، دینی و ملی خدمات
 مؤلف -----☆----- سید رشید احمد شاہ
 سن اشاعت -----☆----- مارچ 2014ء
 ناشر -----☆-----
 کمپوزنگ -----☆----- المرتضی کار لومکپوزنگ ڈیرہ اسماعیل خان
 قیمت -----☆-----

ملنے کے پتے:

رابطہ نمبرز: 0345-9830953

خانقاہ پیسین زئی پنجالہ ڈیرہ اسماعیل خان

0312-9827782

جامعہ مدنیہ یارک ڈیرہ اسماعیل خان

مکتبۃ الاحمد، بال مقابل مدرسہ نعمانیہ ڈیرہ اسماعیل خان

صاحبزادہ محمد ابراہیم آغا، سید ٹریڈر رز، سید مارکیٹ گلی نیواڑہ سرکی روڈ کوئٹہ

فقیر صالح محمد، خانقاہ فقیر ایں نزد لاری اڈا پھاڑ پور

انتساب

میں اس کتاب کا انتساب اپنے جد اعلیٰ، حضرت سید محمد یسین قدس سرہ کے نام کرتا ہوں۔ جن کے نام گرامی سے ہماری پچان ہے اور جن کا تذکرہ ہمارے دلوں کی جان ہے۔

پھر اس کا انتساب اپنے والد و مرتبی حضرت مولانا صاحبزادہ سید محمود صاحب قدس سرہ کے نام کرتا ہوں۔ جن کی تربیت نے مجھے ان حضرات تک رسائی کا موقع دیا۔ اور جن کے نام پر پورے یسین زئی قبیلہ کو خیر ہے۔

اور آخر میں اس کا انتساب اپنے شیخ و مرشد حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہ کے نام کرتا ہوں۔ جنہوں نے ہمیں اس زوال یافہ دور میں خانقاہ کی حقیقی عظمت کا احساس دلایا اور جنہوں نے خانقاہی نظام کو دوبارہ اپنے اوچ معرانج پر پہنچایا۔

نقط

رشید احمد بن صاحبزادہ سید محمود صاحبؒ بن سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ

خادم خانقاہ یسین زئی پنیوالہ، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان

صوبہ خیبر پختونخوا، پاکستان

تقریظ

از حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالحالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ
جانشین حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری و مسند نشین خامس خاقاہ عالیہ رحمیہ رائے پور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد! علمائے ربانیین کے سلاسل عالیہ نے انسانی قلوب کو اللہ تعالیٰ سے جوڑنے اور انسانیت میں اعلیٰ اخلاق کو فروغ دینے میں بڑا کردار ادا کیا ہے۔ سچے خدا پرست اولو العزم نفوسِ قدسیہ نے اپنے متعلقین کے قلوب میں محبتِ الہی کا جذبہ بیدار کیا اور متولیین کے سینوں میں انسانی ہمدردی، خیرخواہی اور انسانیت دوستی کے بہترین جذبات پر وان چڑھائے۔ انہیں حضراتِ عالیہ کی وجہ سے انسانیت میں خدا پرستی اور انسان دوستی کے دینی معیارات قائم ہوئے اور محبتِ الہی کے سرچشمے انسانی دلوں سے جاری ہوئے۔

ان حضرات میں سے ہزارہ دوم کے مجدد حضرت اقدس شیخ احمد سہنی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے ایسا تجدیدی کردار ادا کیا، جس سے دین کی حقیقی تعلیمات انسانی دلوں میں راسخ ہوئیں۔ آپؒ نے شریعت، طریقت اور سیاست کی جامعیت پر مبنی دینی تعلیمات کو فروغ دینے اور اپنے متعلقین کی اس حوالے سے تربیت کرنے کا آغاز کیا اور پھر اس کام کی تکمیل جنت اللہ فی الارض حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ نے کی ہے۔ ان حضراتِ قدسیہ نے اگر ایک طرف قرآن و سنت اور فقہ اسلامی پر مشتمل شریعت کی تعلیمات کی اہمیت واضح کی اور شریعت مقدسہ کے احکامات کی پابندی کو انسانی تربیت کے لیے لازمی قرار دیا تو دوسری طرف تزکیہ باطن اور تصفیہ و قلوب کے صحیح طریقہ کار اور مسنون حکمت عملی کو فروغ دیا۔ اور تیسرا طرف انسانی سوسائٹی کی اجتماعیت سے متعلق سیاسی، معاشی اور سماجی مسائل دین اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں حل کرنے کے حوالے سے رہبری فرمائی۔

اس طرح دین اسلام کی جامع تعلیمات پر اپنے اصحاب کی تربیت فرمائی۔ اس حوالے سے ان حضراتِ مجددیہ ولی اللہ یہ نے اس ہزارہ دوم میں بڑا تجدیدی کردار ادا کیا ہے۔ ان حضرات نے شریعت مقدسہ کی اصل تعلیمات پر پختگی پیدا کی، دینی سیاست کا شعور دیا اور طریقت و تصوف کو بھی ہر طرح کے افراط و تفریط سے پاک کر کے نبوی تعلیمات کے مطابق بنادیا۔ ہمارے سلسلہ عالیہ رحمیہ رائے پور کے بانی قطب عالم حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحمیم رائے پوریؒ

فرماتے ہیں کہ: ”اگر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نہ ہوتے تو تصوف زندقہ بن چکا ہوتا۔“ اسی طرح حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقدار رائے پوری فرماتے ہیں کہ: ”نقشبندی حضرات، ہندی تصوف کی اصلاح کرنے والے ہیں۔“ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے آکر تصوف کو غلط رسومات سے پاک کیا، ورنہ بدعات و گمراہی میں لپٹی ہوئی متصوفانہ رسومات، تصوف کو ذلتی و گروہی مفادات کے لیے استعمال کرنے کا سبب تھیں۔ حضرت مجدد الف ثانی اگرچہ گزشتہ تمام سلاسل عالیہ کے جامع تھے، لیکن آپؒ سے جاری ہونے والے سلاسل میں نقشبندی نسبت غالب رہی، جو دراصل نسبتوں میں ایک جامع نسبت ہے۔ سلسلہ عالیہ مجددیہ کی اس عالی نسبت نے برعظیم پاک و ہند اور بیر و نہنہ بڑا فروغ پایا۔ اس کی کئی شاخیں برگ و بارلا میں۔

برعظیم پاک و ہند میں حضرت مجدد الف ثانی سے جاری ہونے والے سلاسل میں سے ایک خانقاہ یاسین زئی کے مشائخ کا سلسلہ عالیہ ہے۔ نسبی حوالے سے ساداتِ عظام کا یہ وہ سلسلہ ہے، جو ہندوستان کے مشہور بزرگ حضرت مخدوم جہانیاں جہان گشت کے اجداؤگرامی سے جاملتا ہے۔ یہ وہ بزرگ ہیں، جن کے ہاتھ پر ہندوستان کے اکثر طاقتوں قبائل دین اسلام میں داخل ہوئے۔ خود راقم سطور کے جدا مجدد راؤ جمال الدین (راجکمار ریاست رانی پور) بھی انھیں کے دستِ حق پرست پر مسلمان ہوئے تھے۔ ساداتِ کرام کے اس سلسلے کا فیض ہندوستان بھر میں پھیلا۔

خانقاہ یاسین زئی کے بانی حضرت سید احمد گلؒ (متوفی 1900ء) ہیں، جنہوں نے ڈیرہ اسماعیل خان میں پنیالہ کے قریب 1898ء میں اس خانقاہ کی بنیاد رکھی۔ آپؒ روحانی نسبت کے حوالے سے اپنے والدِ گرامی حضرت سید مہتر موسیٰ کے واسطے سے حضرت سید آدم بنوری قدس سرہ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ سے فیض یافتہ ہیں۔ ان کے بعد ان کے صاحزادے حضرت مولانا سید عبدالحیمؒ (متوفی 1935ء) خانقاہ کے دوسرے مندشیں بنے، جو ایک طرف اپنے والدِ گرامی کے واسطے سے سلسلہ بنوریہ مجددیہ کی نسبت کے حامل ہیں تو دوسری طرف حافظ محمد عنایت اللہ خان رامپوریؒ اور ان کے شیخ حضرت مولانا ارشاد حسین مجددیؒ کے واسطے سے حضرت شاہ احمد سعید مجددی بن شاہ حضرت شاہ ابوسعید مجددی دہلویؒ سے سلسلہ مخصوصیہ مجددیہ میں بھی اجازت و خلافت رکھتے ہیں۔

خانقاہ یاسین زئی شریف کے چوتھے مندشیں حضرت مولانا سید محمود (متوفی 2008ء) کا بڑا تعلق ہمارے پیر و مرشد حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہ (متوفی 2012ء) کے ساتھ تھا۔ ان دونوں حضرات میں باہمی محبت اور مودت کا بڑا گہرا تعلق تھا۔ حضرت رائے پوریؒ کی باران کی دعوت پر خانقاہ یاسین زئی تشریف لے گئے۔ خود راقم سطور نے بھی حضرت اقدس رائے پوریؒ کی معیت میں خانقاہ کے روحانی ماحول میں قیام کیا ہے۔ اور

حضرت مولانا سید محمود صاحبؒ کی مجالس میں شرکت کا موقع ملا ہے۔ اسی طرح حضرت مولانا سید محمود صاحبؒ بھی حضرت اقدس رائے پوریؒ کے قائم کردہ مرکز ”ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرست) لاہور“ میں تشریف فرماء ہوئے۔ یہاں تعلیم و تربیت کی سرگرمیاں دیکھ کر آپؒ نے بڑی خوشی کا اظہار فرمایا۔ ان دونوں حضرات کے درمیان خط و کتابت کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں حضرات کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔

اس سلسلہ عالیہ کے موجودہ مندنشیں صاحبزادہ حضرت مولانا سید رشید احمد یاسین زئی مدظلہ العالی ہیں، جو ایک طرف اپنے والدِ گرامی حضرت مولانا سید محمود یاسین زئی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین ہیں۔ دوسری طرف ہمارے پیرو مرشد، سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے چوتھے مندنشیں حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہ کے تربیت یافتہ اور ان کے خلیفہ مجاز بھی ہیں۔ ماشاء اللہ صاحب نسبت، ذی استعداد عالم دین اور بزرگ ہیں۔ انہوں نے خانقاہ یاسین زئی کے بزرگوں کے حالات بڑی محنت سے جمع کیے ہیں اور ایک کتاب ”خانقاہ یاسین زئی اور سادات یاسین زئی کا تعارف“ کے عنوان سے مرتب کی ہے۔ جس میں اپنے بزرگوں کا تعارف کرایا ہے۔ پچ مشائخ کرام کے حالات زندگی جاننے سے متعلقین کے قلوب میں ایک دینی تحریک پیدا ہوتی ہے اور یوں ان کے نقش قدم پر چلنے کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا موصوف کو اس کتاب کے لکھنے پر جزاً خیر دے اور اس کو مقبولیت سے نوازے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ خانقاہ یاسین زئی کے اس سلسلہ عالیہ کا فیض ہمیشہ ہمیشہ جاری رکھے۔

عبدالخالق آزاد رائے پوری

خادم سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

15 ربیع الاول 1334ھ

26 اپریل 2013ء بروز جمعۃ المبارک

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرست) لاہور

حرف نظر

از پروفیسر ڈاکٹر مفتی سعید الرحمن صاحب مدظلہ العالی

خلیفہ اجل حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہ السعید،

چیر مین، شعبہ علوم اسلامیہ بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

خانقاہ یاسین زئی جو ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں واقع ہے، اس علاقے میں اسلامی تصوف کی صحت مندرجات کی امین ہے۔ خانقاہ کے مشائخ نے اسلاف کے طرز پر اپنے آپ کو حب دنیا کے مظاہر سے الگ تھلک رکھا اور نام نمودے استغناہ بر تھے ہوئے طالبان تزکیہ و اخلاص کی بھر پور رہنمائی کی۔ ان مشائخ کے شہرت و پروپیگنڈہ کی روشن سے پہلو تھی نے ان کے حالات سے آگئی کو بھی محدود رکھا مگر ان کے گرد و پیش پر ثبت ہونے والے اثرات نے ان کی خدمات کو پرداز اخفا میں نہیں رہنے دیا۔

خانقاہ یاسین زئی کے مسند نشین حضرت سید صاحبزادہ محمود شاہ نوور اللہ مرقدہ کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی تو کتابوں میں مرقوم اسلاف کی حیات کی زندہ تصویر سامنے آگئی، مختصری آبادی کے علاقے میں مقیم یہ بزرگ اس وقت مال و جاہ کی محبت سے نا آشنا نظر آئے جبکہ ان کی خانقاہ کی نسبت سے کئی حضرات کار و بار شہرت میں نام کمار ہے تھے۔ یوں خانقاہ کے مشائخ عظام نے دین حق کی تعلیمات سے جہاں عوام الناس کو بہرہ و رکیا وہاں سلوک و طریقت کے طالبان کی بھی رہنمائی کی۔

خانقاہ یاسین زئی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس کے مشائخ نے انسانیت بیزار رہبانیت اور مفاد پرست سیاست کی حوصلہ شکنی کرتے ہوئے صاحب اجتماعیت اور سیاست عادلہ کی کاوشوں کی ہمیشہ سر پرستی کی اور اس سلسلہ میں شرعی اصولوں پر کوئی سمجھوئہ نہیں کیا بلکہ استقامت کے ساتھ ہر دور میں طوفان بد تمیزی کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔

خانقاہ یاسین زئی کے مسند نشین حضرت صاحبزادہ محمود شاہ صاحبؒ نے جس کمال مستقل مزاجی کے ساتھ دور حاضر کی مفاد اتنی سیاست کو چیلنج کیا، دھوکہ، منافقت اور ملمع سازی پر منی مذہبیت کے داؤ پیچ کونا کام بنایا اور حضرۃ الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور ان کے سلسلہ فکر کی عظمت کو بلا خوف لومہ لام آشکارا کیا۔ انہوں نے اس خانقاہ کی روایت کوئی تابانی بخشی۔ آپؒ کا اور خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے مسند نشین حضرت اقدس شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کا باہمی اعتماد و محبت اپنے اکابر کی فکر راست اور صراطِ مستقیم پر گھرے ایقان کے بدولت تھا۔ یہی سبب ہے کہ جب بعض حلقوں نے مذہب کے نام پر تنظیم فکر وی اللہ پر تبرابازی شروع کی تو حضرت صاحبزادہ سید محمود شاہؒ سے اس پر خاموش نہ رہا گیا۔ انہوں نے

تحریر و تقریر اور نظم و نثر کے ذریعہ نہ صرف اس پر احتجاج کیا بلکہ تمہارا بازوں کو دعوت مکالمہ دی مگر جھوٹ کے یاؤں نہ تھے، اس لئے کسی کو ان کے سامنے کچھ کہنے کی جا سرت نہ ہو سکی بلکہ ان کے اعلان حق کے سامنے نامور لوگوں کی چھکھی بندھ گئی۔

اس امر کی شدید ضرورت تھی کہ خانقاہ یاسین زئی کے تعارف اور اس کے پھیلے ہوئے فیض کو تحریری صورت میں سامنے لایا جائے۔ زیرِ نظر تعارف اس سلسلہ میں پہلا قطرہ ہے۔ خانقاہ یاسین زئی کے موجودہ مسنونشین حضرت صاحبزادہ سید رشید احمد شاہ مدظلہ جو ایک صاحبِ بصیرت عالم دین ہیں نے اس سلسلہ میں زیرِ مطالعہ مجموعہ تحریری مرتب کیا ہے۔ جس سے خانقاہ کے اکابر کا تعارف منصہ شہود پر آرہا ہے۔ امید ہے کہ اس سے اہل ذوق نہ صرف مستفید ہونگے بلکہ خانقاہ کی اعلیٰ روایات کے تسلسل میں مدد و معاون ثابت ہونگے۔ اس کی اشاعت پر تمام معاونین حضرات مبارکباد کے مستحق ہیں۔

سعید الرحمن

فہرست مضمایں

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
3	انساب	i
4	تقریظ از حضرت اقدس مولا نامفتی عبدالحالق آزاد رائے پوری مدظلہ	ii
7	حرف نظر از ڈاکٹرمفتی سعید الرحمن صاحب مدظلہ	iii
16	درجہ و ستائش منجم حقیقی جلن جلالہ	1
18	تائرات بندہ محمود از طیبہ و روضۃ مقدّسہ در عمرہ	2
20	دربارہ خاقاہ پیشین زئی واکا برخاقاہ پیشین زئی حافظ محمودی گوید	3
21	اظہار تشکر	4
23	حرف خیال از حضرت مولا ناسیم محمد صاحب پیشین زئی مدظلہ	5
24	پیش لفظ	6
26	مقدّسہ	7
27	تصوف اور اجتماعی مسائل	8
28	تصوف کا ثبوت	9
30	عالم غلق اور عالم امر	10
31	وضاحت اسباق سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مخصوصیہ	11
31	طریقہ ذکر	12
33	طریقہ نقی اثبات	13
34	تاریخ تصوف	14
34	صوفیہ کا پہلا طبقہ	15
34	دوسرہ طبقہ	16
34	تیسرا طبقہ	17
35	سلسلہ خواجگان	18
35	سلسلہ قادریہ	19
36	سلسلہ چشتیہ	20

36	سلسلہ سہروردیہ	21
36	سلسلہ نقشبندیہ	22
37	نقشبندیہ مجددیہ	23
38	حضرت سیدنا آدم بنوریؒ اور سلسلہ بنوریہ احمدیہ	24
39	حضرت شاہ عالم اللہ صاحبؒ رائے بریلی	25
39	حضرت شاہ عالم اللہ صاحبؒ گی اولاد	26
40	مخقر وضاحت مراقبات سلسلہ عالیہ نقشبندیہ معصومیہ	27
42	حقیقتِ محمدی	28
42	اسباب سلسلہ عالیہ بنوریہ	29
44	خلاصہ اسباب سلسلہ عالیہ معصومیہ	30
46	حضرت سیدنا آدم بنوریؒ	31
47	حاجی عبداللہ بہادر کوہاٹیؒ	32
48	شیخ مامون یوسف زئیؒ	33
48	حضرت شیخ اخوند محمد نعیمؒ	34
49	شیخ اخوند شاہ محمد سعد حومی نقشبندیؒ	35
50	حضرت اخوند عبدالکریم رامپوریؒ	36
50	حضرت مولانا محمد ارشاد حسین صاحبؒ	37
51	حضرت حافظ عنایت اللہ خاں صاحبؒ امپوری	38
53	نجم خواجہ گان	39
54	طریقہ نجم خواجہ گان	40
54	طریقہ بیعت کردن	41
56	باب اول: (حضرت سید محمد میںؒ تا حضرت سید عبدالحیم شاہؒ)	42
60	حضرت سید محمد میںؒ صاحبؒ	43
62	حضرت سید مہتر موسیٰ صاحبؒ	44
65	حضرت سید مہتر موسیٰ صاحبؒ کے خلافاء عظام	45
65	حضرت سید احمد گل صاحبؒ	46
66	خانقاہ میں زئی کا قیام	47

66	پنیالہ	48
67	خانقاہ کا محل و قوع	49
69	ابتدائی حالات و مشکلات	50
70	حضرت سید احمد گل صاحبؒ کے صاحبزادگان	51
71	حضرت سید احمد گل صاحبؒ کی وفات	52
72	حضرت سید احمد گل صاحبؒ کے خلفاء	53
72	حضرت سید فیض اللہ صاحبؒ	54
72	حضرت فقیر احمد گل صاحبؒ (یارک)	55
72	حضرت مولوی خلیفہ محمد صدیق صاحبؒ	56
73	حضرت مولانا محمد صالح صاحبؒ، عالم بیک خیل ناصر	57
74	حضرت سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ	58
74	خانقاہ کے خلاف سازش	59
76	حضرات اکابرین دیوبند سے تعارف	60
77	شجرہ طویلی سے پرانا تعلق	61
77	حضرت سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ کا طریقہ تربیت	62
78	شکل و شبہت	63
78	وفات حضرت آیات	64
79	خلفاء عظام حضرت سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ	65
80	حضرت خلیفہ سید علی شاہ صاحبؒ	66
81	حضرت فقیر احمد گل صاحبؒ اور ان کے خلفاء	67
85	حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؒ (متائی)	68
86	حضرت مولانا اخونزادہ سید راجح الدین صاحبؒ	69
87	حضرت مولانا سید مرید احمد شاہ صاحب بخاریؒ	70
88	حضرت فقیر خلیفہ محمد عظیم صاحبؒ (سدراہ)	71
88	حضرت مولانا محمد میین صاحبؒ (وال پچھرالا)	72
89	حضرت صاحبزادہ خواجہ محمد عارف صاحبؒ	73
90	حضرت مولانا محمد صاحبؒ	74

90	حضرت سید فضل شاہ صاحب گلائی	75
92	حضرت مولانا ملا نصرت صاحبؒ	76
92	حضرت قاضی محمد ملیکین صاحبؒ	77
92	حضرت قاری سید چراغ شاہ صاحبؒ	78
93	حضرت مولانا عبدالحق صاحب دامائی	79
93	حضرت مولانا شاہ عالم صاحب عباں پنیوالوؒ	80
93	تعارفی "مجمع البحرين"	81
95	باب دوم: (حضرت سید عبدالعزیز شاہؒ تا حضرت سید محمود شاہؒ)	82
96	حضرت سید عبدالعزیز شاہ صاحبؒ	83
97	حضرت صاحبزادہ جان محمد صاحبؒ	84
97	حضرت صاحبزادہ عبدالرحیم شاہ صاحبؒ	85
97	حضرت صاحبزادہ عبدالرحمن شاہ صاحبؒ	86
97	حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شاہ صاحبؒ	87
98	حضرت صاحبزادہ عبدالکریم شاہ صاحبؒ	88
98	حضرت صاحبزادہ عبدالباقي صاحبؒ	89
98	حضرت سید عبدالعزیز شاہ صاحبؒ کے خلفاء عظام	90
101	حضرت مولانا صدیق احمد صاحبؒ	91
102	حضرت صاحبزادہ سید احمد صاحبؒ	92
103	صاحبزادہ سید احمد صاحبؒ کے خلفاء	93
103	حضرت صاحبزادہ سید محمد صاحبؒ اور ان کے خلفاء	94
104	حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالحید صاحبؒ اور ان کے خلفاء	95
105	حضرت مولانا صاحبزادہ محمود صاحبؒ	96
106	تعلیم و تعلم	97
108	ولی اللہی جماعت کے اکابرین کے ساتھ والہانہ عقیدت	98
110	خانقاہ میین زئی کے خلاف دوسری سازش	99
112	علماء سے شکوہ کے انداز میں صاحبزادہ صاحبؒ کا خطاب	100

113	حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے ساتھ ربط و علاقے	101
117	صاحبزادہ صاحبؒ کا علمی ذوق	102
118	صاحبزادہ صاحبؒ کا طریقہ تربیت	103
120	حساب و کتاب رکھنا	104
120	سن بھری کا استعمال	105
120	شعرو شاعری	106
120	حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کے اساتذہ	107
121	حضرت قاری محمد عبداللہ صاحبؒ	108
121	حضرت مولانا عجب نور صاحبؒ	109
122	حضرت مولانا عبدالمنان صاحبؒ	110
122	حضرت مولانا عبد الغفور رکنی صاحبؒ	111
122	حضرت مولانا خداۓ داد صاحبؒ	112
122	حضرت مولانا غلام رسول صاحبؒ	113
123	وفات حضرت آیات	114
124	حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کے خلفاء	115
127	ضمیمہ جات	116
128	تذکرہ قبل مفترقة	117
128	پٹھانوں کی مختصر تاریخ	118
129	مروت قوم	119
131	ناصر قوم	120
132	قریشی خاندان آف تریخیل	121
133	خاندان قراء	122
134	خاندان میاں گان	123
135	فقیر حضرات (یارک و سدرہ)	124
139	شجرات سلاسل عالیہ	125
140	شجرہ عالیہ مبارکہ حضرات نقشبندیہ مجددیہ نوریہ قدس اللہ اسرارہم	126
142	شجرہ عالیہ مبارکہ حضرات نقشبندیہ مجددیہ مصوصیہ قدس اللہ اسرارہم	127

144	شجرہ طیبہ حضرات قادریہ قدس اللہ اسرار، ہم	128
146	شجرہ قدسیہ حضرات مشائخ چشتیہ قدس اللہ اسرار، ہم	129
148	شجرہ زکیہ حضرات سہروردیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرار، ہم	130
150	منظوم شجرہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ دیہ دامت بر کاظم العالیہ	131
151	اشاریہ، مقابر و مزارات مشائخ کرام	132
164	سادات میین زئی کا تفصیلی شجرہ نسب	133
165	منظوم شجرہ نسب۔ از صاحبزادہ سید امیر حیدر شاہ صاحب قندھاری	134
177	حضرت سید شیر علیؒ مانج خیل المعروف بہ شیر علی گزندی	135
177	یادداشت از صاحبزادہ سید امیر حیدر شاہ صاحب قندھاری	136
177	حضرت سید پیر محمد بن حضرت مولانا خواجہ محمد علیم صاحبؒ کے بیٹوں کا بیان	137
178	حضرت مولانا سید حیدر شاہ صاحبؒ ابن سید خواجہ محمد صاحبؒ کا بیان	138
179	حضرت سید عمر علیؒ ابن سید خواجہ محمد کا بیان	139
180	حضرت سید محمد عیسیٰ صاحبؒ ابن سید نور الدین کا بیان	140
180	حضرت سید عبدالرحیم صاحبؒ ابن سید محمد عیسیٰ کا بیان	141
180	حضرت سید اللہ ولد اکی اولاد کا بیان	142
181	حضرت مولانا سید محمد علیم صاحبؒ ابن سید عبد اللہ صاحبؒ ابن سید محمد عیسیٰ کا بیان	143
182	حضرت سید خواجہ محمد صاحبؒ کا بیان	144
184	حضرت ملا عبد الرحمنؒ ابن سید غلام محمدؒ اولاد کا بیان	145
184	حضرت سید علیؒ محمد صاحبؒ ابن سید غلام محمدؒ ابن سید محمد ظفرؒ کا بیان	146
184	حضرت سید مہتر موسیٰ صاحبؒ کا بیان	147
185	حضرت سید احمد گل صاحبؒ کا بیان	148
187	حضرت سید عبدالحکیم شاہ صاحبؒ کا بیان میخ اولاد اور	149
189	حضرت سید دین محمد شاہ صاحبؒ کا بیان	150
190	حضرت سید شیر محمد شاہ صاحبؒ کا بیان	151
190	حضرت سید پیر محمد شاہ صاحبؒ کا بیان	152
191	حضرت سید نور محمد شاہ صاحبؒ کا بیان	153

191	حضرت سید عبدالعزیز شاہ صاحبؒ کا بیان	154
192	حضرت سید عبدالحکیم شاہ صاحبؒ کا بیان	155
192	حضرت سید عبدالغفار شاہ صاحبؒ کا بیان	156
192	حضرت سید عبدالستار شاہ صاحبؒ کا بیان	157
192	حضرت سید عبدالکریم شاہ صاحبؒ ابن سید مہتر موسیٰ صاحبؒ کے بیان میں	158
196	حضرت سید فیض اللہ صاحبؒ ابن سید مہتر موسیٰ صاحبؒ کے بیان میں	159
198	حضرت سید یحییٰ ابن سید غلام محمد ابن سید محمد ظفرؒ کے بیان میں	160
199	حضرت سید ملا وزیرؒ ابن سید محمد ظفرؒ کے بیان میں	161
199	حضرت سید دبیل صاحبؒ ابن سید محمد ظفرؒ کے بیان میں	162
200	حضرت سید کریم شاہ صاحبؒ ابن سید دبیلؒ کے بیان میں	163
200	حضرت سید گلانؒ ابن سید کریم شاہ صاحبؒ کے بیان میں	164
201	حضرت سید ملا عبد الجلیل صاحبؒ ابن سید محمد ظفرؒ کے بیان میں	165
201	حضرت سید محمد عاشقؒ ابن سید محمد ظفرؒ کے بیان میں	166
201	حضرت سید شراف الدین ابن سید محمد عاشقؒ کے بیان میں	167
203	حضرت سید ملا ولی محمدؒ ابن سید محمد ظفرؒ کے بیان میں	168
204	نظر پاگشت	169
207	نظر بر قدم و خلاصۃ البحث (فارسی)	170
217	سماء ہی مجلہ الحکیم	171
218	حوالہ جات	172

درحمد و ستائش منعم حقیقی جل جلالہ

نتیجہ فکر-----حضرت صاحبزادہ سید محمود صاحب (منشی خاقہ میں زمین)

صفات کمالی خودشان تست	خدا یا خدائی سزاوار تست
(کمالی صفات تیری شان کے لائق ہیں)	(اے خدا! خدائی تیرے لائق ہے)
تو از خود خودی ، ما باحسان تو	تو خود آمدی ، ما بفرمان تو
(تو اپنی وجہ سے ہے اور ہم تیرے احسان کی وجہ سے ہے)	(تو خود موجود ہے اور ہمارا وجود تیرے حکم سے ہے)
صفات جلال و صفات کمال	تو واجب و جامع صفات کمال
(جو کہ صفات جلائی اور جمالی ہیں)	(تو واجب ہے اور صفات کمالی کا جامع ہے)
نہ بینی بہ دو پر پرد ھما!!	کہ شہ رازیں ہر دوچارہ کجا!!
(دیکھتا نہیں کہ ہما دوپروں سے اڑتا ہے)	(باوشاہ کیلئے ان کے سوا چارہ نہیں ہے)
بہ درگاہ دیگر ضیاع است وتف	ستائش سزاوار درگاہ تست
(اس کے سوا اس کا ضیاع ہے اور افسوس ہے)	(تعريف تیری درگاہ کے لائق ہے)
نہ عشر عشیر ثنايت کند	بہ ہر موی گر صد زبانم شود
(تیری تعریف کے دسویں کا دسوال بھی ادا نہیں کرے گا)	(میرے ہربال کی اگر سوزبان ہو جائے)
ز لا اھسی یابی ختم سخن	بیا حافظاً قصہ کو تاہ کن
(اس بات کا انجام دیسے بھی لا اھسی [میں شمار نہیں کر سکتا] سے ہو گا)	(حافظ آؤ اور بات کو مختصر کرو)
بہ لا اھسی در گہش عذر خواست	پیغمبرؐ بدال شان وہمت کہ داشت

(لا احمدی [یعنی جس طرح تیری شاء کا حق ہے میں ادا نہیں کر سکتا] کے ساتھ اس کی درگاہ میں معدرت خواہ ہوئے)		(پنجمبر اپنی اس شان اور رہمت کے ساتھ جو وہ رکھتے ہیں)
---	--	---

(۱)

تاثرات بندہ محمود از طیبہ و روضہ مقدمہ سے در عمرہ، ربیعہ الثانی ۱۴۲۸ھ

نتیجہ فکر ————— حضرت صاحبزادہ سید محمود صاحب (مسند نشین خانقاہ میں زمین زی)

نہ آن ذوقی کہ در طیبہ بخضرا منظرش دیدم	شہادت! برسالت حافظا ذوقی ہمی بخشد
مگر اس طرح نہیں جس طرح مدینہ طیبہ میں بخضرا کے سایہ میں ہے	حضور اقدس ﷺ کی رسالت کی شہادت، جو موذن دیتا ہے ایک لف بیدار کرتا ہے
ولی در مسجد طیبہ عجائب منظرش دیدم	صدائے رہنا ۳ ہر جا کہ باشد خوش ہمی آید
مگر مجذب نبی میں اس کا مظہر کچھ عجیب سالگرا ہے	رکوع سے اٹھنے کے بعد رہنا کل المدح بر جگہ اچھا لگتا ہے
بصوت لحن داؤدی عجائب منظرش دیدم	نماز صحیح کو مشہود پاکان فلک باشد
مجنبیوی میں لحن داؤدی کے ساتھ عجیب مظہر بیدار کرنی ہے	معجہ کی نماز جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں
گونج نعرہ آمین عجائب منظرش دیدم	امام ما کہ در محراب عرض سکل خود کرده
آمین کے نعرہ کی گونج کے ساتھ اس نے عجیب و غریب مظہر پیش کیا	ہمارے امام نے جب محراب میں اپنی درخواست سورہ فاتحہ کی محل میں پیش کی
محیر سرفرو بردہ عجائب منظرش دیدم	ادب راخود ادب آموخت شان صاحب لولاک
جس کی وجہ سے ادب سرجھائے ہوئے جیان تھا اور عجیب مظہر والاتھا	صاحب لولاک ﷺ کی شان نے ادب کو ادب سکھایا
نو از شہائے نضل تست عجائب منظرش دیدم	حضوری من عاصی درین درگاہ نورانے
اس نورانی درگاہ میں مجھے گناہگار کی حاضری ہے	اس نورانی درگاہ میں مجھے گناہگار کی حاضری
بدین عجز و بے چینی عجائب منظرش دیدم	دعائی حافظ محتاج در حق ہمه احباب
اس عجز اور اضطراب کے ساتھ، عجیب مظہر والی تھی	اس محتاج حافظ کی دعا پر سارے دوستوں کے حق میں
بی باشد ولی اینجا درگشان منظرش دیدم	نیاز عاشق مضطرب پیش جلوہ دل بر
بہت گند ہو کرتا ہے مگر یہاں اس کی شان عجیب تھی	مشتوق کے جلوے کے سامنے ایک مجبور عاشق کا مجموعہ یار
بچشم خویش در طیبہ عجائب منظرش دیدم	عمل بر سفت آقا بصیر جمعہ غرّا ۳
عجیب و غریب مظہر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا	آقا علیہ السلام کی سنت پر جمعہ کے دن نماز فجر میں عمل کرنے کا
یکی افتاب دیگر خیزان عجائب منظرش دیدم	چو خزو اسجدادر گوش قوم آمد بصد تعجیل

گرچہ پڑتے لوگوں کا عجیب مظہر دیکھا		خدا جہا (آیت سجدہ) جب مقتدیوں کے کافوں میں پر گئی توجہی جلدی
شکر با شہد میریزد عجائب منظرش دیدم		ز وصف شاہ دو عالم زبان حافظ اکبر
شہد کے ساتھ شکرگاتی ہے جس کا عجیب مظہر میں نے دیکھا		گوئے حافظ کی زبان دونوں چہاؤں کے سردار کی تعریف میں

(۲)

- ۱۔ قول میذان اشہدان محدث رسول اللہ
 ۲۔ قول مکبر رتبا ولک الحمد
 ۳۔ در نماز صحیح جمہ سورہ الْمَسْدُد و سورہ الدھر مسنون است

در بارہ خانقاہ میں زینتی و اکابر خانقاہ حافظ محمودی گوید

از خراسان در مقر مستودع مرد خدا	بانی این سلسلہ مولائے ما مہتر موسیٰ
اس مرد خدا کی قبر خراسان میں مقربانی جگہ میں ہے	ہمارے اس سلسلے کا بانی ہمارے آقاسید مہرمندی ہیں
سنگ بنیادش نہاد از دست پاک باصفا	شیخ احمد گلؒ کہ بوداوبانی این خانقاہ
انہوں نے خانقاہ کی بنیاد اپنے مبارک ہاتھوں سے رکھی	حضرت سید احمد گلؒ جو کہ اس خانقاہ کے بانی تھے
خانقاہ را کرد چوں الشّمس فی وقت الضّحی	حضرت عبدالجلیمؒ کو بود مرد راہ حق
انہوں نے خانقاہ کو چاشت کے وقت کے سورج کی طرح روشن کر دیا	حضرت سید عبدالجلیمؒ جو کہ راہ حق کے مرد تھے
یادگار دہلوی مشتش تویابی از کجا	مرشد معبد العزیزؒ حقا کہ بود معبد العزیز
اب تمہیں کہاں ملیں گے	میر مرشد حضرت سید معبد العزیز شاہ جو شاہ معبد العزیز دہلوی کے یادگار تھے
ہر کیکی ذیشان بود ہادی راہ خدا	حضرت احمدؒ محمدؒ حافظ عبدالجمیدؒ
ہر ایک بہت ہی شان والا اور خدا کے راستے کا ہادی تھا	حضرت احمدؒ حضرت محمدؒ حضرت حافظ عبدالجمیدؒ
تابودشم س قمرتابندہ براونج سما	ای رجیما حرم کن این خانقاہ آبادرنا
جب تک کہ آسمان کی بلندی پر سورج اور چاند روشن ہیں	اے رحم کرنے والے رحم کرو اور اس خانقاہ کو آباد رکھ
از طفیل شان ترجم کن بحافظ بے نوا	ای کریما عمر من درفق و عصیان شدہ باد
ان حضرات کی وجہ سے اس حافظ بے نوا پر حرم فرمائی	اے کریم ذات میری عمر گناہوں اور نافرمانیوں میں ہو اکی نذر ہو گئی

(۳)

اظہار تشکر

حامداً ومصلياً و مسلماً

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ دو تین سال کے تنگ و دو کے بعد میں اس قابل ہو سکا کہ خانقاہ پیسین زئی کے بزرگوں کے حالات، ان کی خدمات اور اردوگرد کے معاشروں پر ان کے اثرات پر مشتمل ایک کتاب آپ کے سامنے پیش کر سکوں۔ خانقاہ پیسین زئی کے بزرگوں کے جسمانی اور روحانی سفر کا دائرہ چونکہ افغانستان، پاکستان اور ہندوستان تک وسیع تھا اور انہوں نے نیکی کر اور دریا میں ڈال کا مصدقہ بنتے ہوئے نہ صرف یہ کہ اپنے نقوش پا کو صیغہ راز میں رکھا تھا بلکہ نقوش پا کی نشاندہی کرنے والوں پر بھی پابندی لگائی تھی۔

ان روایات اور حالات کو جمع کرنے کے لئے افغانستان اور بلوچستان کے دور دراز علاقوں کا سفر کرنا پڑا اور ہر اس آدمی سے درخواست کرنی پڑی جس کے پاس کسی پرانے ریکارڈ یا مخطوطے کا گمان ہوتا تھا۔ تجربے سے یہ بات سامنے آئی کہ خاندانی مخطوطوں کے معاملے میں اچھے اچھے لوگ بھی بخل سے کام لیتے ہیں اور ان کو سامنے لانے سے بچکھاتے ہیں۔ اس حوالے سے ایک واقعہ پیش کرنا لطیفہ سے خالی نہیں ہوگا۔ کہ کوئی میں ہمارے خاندان کے ایک پرانے بزرگ کے پاس ایک شجرہ نسب تھا۔ بڑی منت سماجت کے بعد بھی وہ دینے پر راضی نہ ہوئے۔ مگر جو شندہ پا شندہ کے مصدقہ بیس سال تک میں نے انتظار کیا تھا کہ اس بزرگ کے فوت ہو جانے کے بعد اس شجرہ نسب تک رسائی کا موقع ملا۔ اس لئے یہ ماننے سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ عام تحریروں کے بر عکس اس تحریر میں سینکڑوں لوگوں نے میرے ساتھ تعاون کیا اور ان کے تعاون کا میں شکر گزار ہوں۔

بہتوں نے مجھے اس کام پر اکسایا اور بہتوں نے میری حوصلہ افزائی کی۔ جبکہ بہتوں نے یہ کہتے ہوئے میری ہمت افزائی کی کہ ہم تو اس کتاب کے انتظار میں ہیں۔ گویا یہ ساری صورتیں بلا واسطہ یا با الواسطہ تعاون کی ہیں، اس لئے مجھے ان سب کا شکر گزار ہونا چاہئے۔

ہمارے خاندان کے شجرے بھی دوسرے شجروں کی طرح کئی شکلوں میں موجود تھے۔ سب سے جامع اور تفصیلی شجرہ مجھے سید محمد کریم شاہ (لورالائی) نے مہیا کیا جس کا بدله میں اللہ تعالیٰ پر چھوڑتا ہوں۔ اسی شجرے کا ایک اور نسخہ سید عبدالسلام صاحب اخوند خیل نے کسی زمانے میں میرے کہنے پر بھیجا تھا جو اس وقت میرے ہاتھ نہیں لگا۔ مگر کتاب کی تکمیل پر قبلہ والد محترم کے کاغذات سے مہیا ہوا۔ اس لئے وہ بھی شکریے کے مستحق ہیں۔ اس طرح مولانا فقیر محمد الطاف صاحب، فقیر عبد القدوں صاحب، فقیر صالح محمد صاحب، توران کے شاہ

صاحبان، مولانا احمد شعیب صاحب (جامع مسجد کلاں ڈیرہ اسماعیل خان)، قاری رشید احمد صاحب، سید عبدالجبار شاہ بنیالہ اور اس طرح بے شمار دوسرے احباب جنہوں نے اپنے خاندانوں کے شجرہ تک رسائی میں میرے ساتھ تعاون کیا۔ میری ان دعاؤں کے مستحق ہیں، جو کہ دلی خوشی کے موقع پر بے اختیار زبان پر آ جاتی ہیں۔

برادرم مولوی احمد علی شاہ نے تو ان بکھرے ہوئے اور پرانگندہ حال کمپوزڈ صفحات کو یکجا کرنے، انکی تصحیح کرنے اور ان کی اونچی نیچی درست کرنے کے لئے باقاعدہ دو تین ہفتے وقف کیے۔ اگر ان کے جذبے سے بھر پوریہ کوشش نہ ہوتی تو ان پریشان حال زلفوں پر مشاطہ زمان خدا جانے کس وقت مہربان ہوتی؟ اس طرح برادرم مولانا صاحبزادہ محمد یعقوب شاہ صاحب نے والد محترم کی لکھی ہوئی تاریخوں کو یکجا کیا تھا، جس کی وجہ سے تاریخوں کے اندر اراج کا مسئلہ بڑا آسان ہوا۔ اور آخر میں ان احباب کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے مادی تعاون کی شکل میں کتاب کی اشاعت میں اپنا حصہ شامل کیا۔

جزاهم اللہ عنّا و عن جمیع المسلمين.

فقط

رشید احمد

حرفِ خیال

از حضرت مولانا سید محمد صاحب لیسین زئی مذکور العالی

بسم الله حامداً و مصلياً و مسلماً

اما بعده!

زیر نظر کتاب جس طرح اس کے نام سے ظاہر ہے خانقاہ لیسین زئی کے حالات پر مشتمل ہے اس طرح لیسین زئی قبیلہ کے حالات بھی اس میں بیان کئے گئے ہیں۔ لیسین زئی قبیلہ افغانستان کے پہاڑوں، صحراؤں سے لیکر پنجاب کے میدانوں تک میں پھیلی ہوئی ہے۔ اس طرح سے تاریخ کے صفحات پر کئی صد یوں تک اس کے نشانات پائے جاتے ہوں گے۔ مگر کسی نے تاریخ کے ان خفیہ گوشوں کو ابھی تک بے نقاب نہیں کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ سید رشید احمد کو جزاۓ خیر دے کہ اس نے اس موضوع پر قلم اٹھایا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس میدان میں یہ پہلا قدم تو ہو سکتا ہے مگر آخری قدم نہیں ہے، بلکہ آئندہ لکھنے والوں کیلئے یہ کتاب میدان دعوت ہے۔

اس طرح خانقاہ لیسین زئی جس کے ساتھ تقریباً لیسین زئی قبیلہ کی اکثریت کا تعلق ہے صرف نہ اس قبیلے کا محور ہے بلکہ پٹھانوں کی اکثریت میں روحانی اور مادی مسائل کے حل کیلئے اسکی طرف رجوع کرتی ہیں اگرچہ خانقاہ کے بڑوں نے ہمیشہ اپنی شہرت سے اجتناب کیا ہے مگر ضرورت تھی کہ اس خانقاہ اور اس کے بزرگوں کے حالات پر روشنی ڈالی جائے۔ اس کتاب کے مندرجات کافی حد تک اپنے مقصد کو پورا کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ قارئین حضرات اس سے اپنی پیاس کو بجا سکیں گے۔

والسلام

بندہ (مولانا) سید محمد عفی عنہ

لیسین زئی، جوئے لاہور قندھار

حالاً مقيم

کوئٹہ بلوچستان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

پیش لفظ

ساری تعریفیں اللہ کیلئے ہیں۔ جس نے انسان کو پیدا فرمایا اور اسکو علم اور حکمت سے آراستہ کیا اور اپنی معرفت کا تاب پہنا کر ساری کائنات میں اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ اس نے جہاں انسان میں باقی مخلوقات کی صفات مادے کی شکل میں ودیعت کیں، جس سے انسان میں خواہشات کا ایک ابلتا ہوا فوارہ وجود میں آیا۔ وہاں روح کی وساطت سے تزکیہ کا طریقہ بھی سمجھادیا، جس سے انسان اپنے دل و دماغ کی صفائی کر کے اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ آسان بنادیتا ہے۔ اور اپنے جوارح و اعضاء کو تابع کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگا دیتا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ اس ذات کیلئے شاء اور تعریف ہے۔ جس کی وساطت سے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہدایت کا مکمل پروگرام انسانیت تک پہنچ گیا۔ اور اس پروگرام کیلئے نہ صرف وہ واسطہ ہے بلکہ خود آپ کی ذات ضلالت اور گمراہی میں نور اور ہدایت کا مینار بن گئی۔ اس طرح وہ رہتی انسانیت کیلئے ایسا نمونہ بن گئے کہ جس کی اتباع کیے بغیر کوئی فرد کامیابی حاصل کر ہی نہیں سکتا۔ اس نے گزشتہ امتوں کے بر عکس اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے آسان طریقے بیان فرمائے۔ اس طرح سلامتی ہواں جماعت کیلئے جس کی تربیت حضور اقدس ﷺ نے اپنے طور پر فرمائی اور جسکونہ صرف شریعت کا امین بنایا بلکہ تزکیہ اور طریقت کے ایسے جانگداز مراحل سے گزارا کہ ان کا ہر فرد اس راستے کا ماہر بن گیا اور بعض صحابہ گرام (حضرات خلفاء راشدین) کو اس فتن کا امام بن کر آئندہ آنے والے انقلابات کیلئے موسس بنادیا۔ اسی طرح ازواج مطہرات پر رحمتوں کا نزول ہو۔ جنہوں نے اجتماعی زندگی کے خشت اول یعنی گھر یا زندگی تا سماجی زندگی کے مسائل امت کی طرف منتقل کر کے ساری انسانیت کیلئے ایسا نمونہ قائم کیا۔ کہ عورتیں پر دے میں رہ کر کس طرح تعلیم و تربیت کا فریضہ ادا کر کے انسانیت کی خدمت کر سکتی ہیں۔

اس طرح اہل بیت اور اولاد رسول پر درود وسلام ہو۔ جنہوں نے نہ صرف قرون اولیٰ میں حزب احتساب کا کردار ادا کر کے اجتماعیت، سیاست اور جہانی کے اصول سکھا دیے۔ بلکہ ساتھ ساتھ تزکیہ نفوس کا عمل بھی کرتے رہے اس طرح انہوں نے اپنے آباء و اجداد کی میراث امت تک منتقل کر دی۔

اما بعد! جس طرح کتاب کے نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کتاب خانقاہ پیسین زئی (پنیالہ، ڈیرہ اسماعیل خان، خیبر پختونخوا) کے بزرگوں کے حالات پر مشتمل ہے۔ ہر چند ان حضرات نے اپنے آپ کو پر دے میں رکھا تھا

خاص نیت اور اخلاص کے ساتھ دین اور انسانیت کی خدمت کرتے رہے اور اپنے آپ کو ظاہر کرنے کی کوشش نہیں کی۔ حتیٰ کہ بعض خدام نے ان کے متعلق کچھ لکھنے کی اگر کوشش کی تو ان کو بھی منع کر دیا۔ مگر حضرت الامام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا قول (جو انکی کتاب ”انفاس العارفین“ میں ہے جو انہوں نے اپنے خاندانی بزرگوں کے حالات میں لکھی ہے) سامنے آیا کہ ”اپنے بزرگوں کے حالات لکھنا اور ان سے باخبر رہنا نہایت ہی ضروری ہی ہے“، تو مجبوراً ان کے حالات لکھنے کیلئے قلم اٹھانا پڑا۔ اگرچہ ان کے ذاتی حالات اتنے پرداز میں تھے کہ ان کے خلفاء تک کے ناموں کا پتہ بھی نہیں چل رہا تھا۔ مگر اللہ کی ذات پر بھروسہ کر کے اس راستے میں برہنہ پا چلنا پڑا۔ زیادہ تر حالات مختلف لوگوں کی زبانی میں نے اکھٹے کیے ہیں۔ پشتونظم میں لیسین زئی قوم کا مختصر شجرہ نسب جسکو صاحبزادہ سید امیر حیدر شاہ صاحبؒ کے پوتے سید محمود آغا صاحب نے مہیا کیا اور جس کا میں نے اردو میں ترجمہ کیا، ساتھ مسلک ہے۔ اس طرح حضرت اقدس سید عبدالحليم شاہ صاحبؒ کی تحریر کی ہوئی سند خلافت جو کہ مولانا خواجہ سید سراج الدینؒ (اخوند خیل) کے بیٹے محترم سید عبد الرشید صاحب نے مہیا کی۔ اس طرح ”مجمع البحرين“ کے ترجمے میں حاجی سعید خان علیزیؒ صاحبؒ نے سلسلہ نقشبندیہ کے اس باق کا جو خلاصہ درج کیا ہے وہ بھی میں نے ساتھ مسلک کر دیے ہیں۔ قارئین کے فائدے کیلئے سلسلہ نقشبندیہ معصومیہ اور بنوریہ کی مشہور خاقاہوں کے سلسل مختلف کتابوں سے نقل کر کے ساتھ درج کیے ہیں۔ چونکہ ان حضرات کا تعلق سلسلہ نقشبندیہ سے رہا ہے اس لئے مناسب یہی معلوم ہوا کہ تصوف، سلسلہ نقشبندیہ کی خصوصیات و اسماق اور سلسلہ بنوریہ مجددیہ کے بزرگوں کے حالات جہاں تک مہیا ہو سکے اور جو زیادہ تر پرداخت ہے میں تھے، کے متعلق بھی کچھ لکھ دیا جائے، تاکہ کم از کم خریدار ان یوسفؒ میں توانم درج ہو جائے، اور ان امور کی روشنی میں ہم خاقاہ لیسین زئی کے بزرگوں کے حالات کا مطالعہ کر سکیں۔

و ما تو فيقي إلا بالله العزيز العليم

فقط رشید احمد

خادم خاقاہ لیسین زئی پنیوالہ

صلح ڈیرہ اسماعیل خان، خیبر پختونخواہ

۱۔ حضرت سید عبدالحليم شاہ صاحبؒ کی تصنیف ہے، تعارف
حضرت کے حالات میں ملاحظہ فرمائیں۔

مقدّہ

زندگی کے مختلف شعبے چاہے وہ دینی اور روحانی ہوں یادنیاوی اور مادی ہوں اجتماعی نظام کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں۔ کسی معاشرے یا قوم کا اگر اجتماعی نظام درست ہے تو اس کے نیچے مختلف چھوٹے بڑے شعبے زندگی کے جس رخ، زاویے اور پہلو سے متعلق ہو گئے اپنی اپنی جگہ صحیح کام کرتے رہیں گے اور اگر اجتماعی نظام زوال کا شکار ہے تو یہ شعبے ایک دوسرے سے کٹ کر اپنے اپنے طور پر مصروف عمل ہوں گے۔ یہی حال آج کل تصوف یا طریقت کا بھی ہے۔ اس لیے آج ہم دیکھتے ہیں کہ اجتماعی نظام کی کمزوری اور انتشار کی وجہ سے تصوف کی مرکزیت بھی کمزور ہو گئی ہے۔ اور تصوف اپنے بلند و بالا اور عظیم مقاصد سے ہٹ کر جزوی اور وقتی مفادات کا شکار ہو کر رہ گیا ہے۔

تصوف، دینی موضوعات کے اندر ایک ایسا موضوع ہے کہ اس پر موافقین اور مخالفین دونوں نے بہت زیادہ کام کیا ہے۔ امت کا گزشتہ دورانیہ جو کہ ہزار سال سے زیادہ ہے تقریباً تصوف سے مسلک رہا ہے۔ مساجد و مدارس سے لیکر قصر سلطانی تک تصوف کا غلغله رہا ہے۔ عوام اپنی ذاتی زندگی میں تبدیلی پیدا کرنے سے لیکر عام روزمرہ کے مسائل کے حل کیلئے دعا حاصل کرنے کیلئے صوفیاء کے پاس حاضری دیتے تھے۔ علماء اپنی اصلاح اور اپنے علم پر عمل آسان بنانے کیلئے ان بزرگان دین کی کفش برداری کو اپنے لیے فخر سمجھتے تھے۔ جبکہ شاہان وقت اپنے گھر یا مشکلات سے لے کر میدان جنگ میں فتح پانے تک کیلئے ان کے دروازوں پر دستک دیتے تھے۔

ایک طرف تصوف کے حامیوں نے تصوف کے نام پر ایسا "کاروبار" شروع کر رکھا ہے کہ جس کو کامیاب کرنے کیلئے ہر حیلہ استعمال کرنا پڑتا ہے اور ہر غیر شرعی چیز کو شرعی بنا کر پیش کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے لامحالہ بدعاں کا دروازہ کھل جاتا ہے اور جسکو بند کرنے کے لئے پھر ہزاروں کوششیں کی جاتی ہیں مگر فتنے کا دروازہ جب ایک دفعہ کھل جاتا ہے تو اسکو بند کرنے کیلئے زوال کے دور میں جتنی بھی کوششیں کی جاتی ہیں ان کا نتیجہ نہ صرف یہ کہ صفر رہتا ہے بلکہ ان کی وجہ سے مزید فرقے اور ٹوٹے بنتے جاتے ہیں جو کہ آگے جا کر ناسور کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ دوسری طرف ان حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مخالفین اور منکرین تصوف نے، تصوف کے خلاف سوالات اور اعتراضات کا ایک طوفان کھڑا کیا ہے۔

مگر حق بات تو ہی ہے کہ جس کی طرف پہلے اشارہ کیا گیا کہ انسانی زندگی ایسے اجزاء پر مشتمل ہے جو کہ باہم بہت زیادہ مربوط ہیں جس طرح انسانی فرد کے کسی عضو کو نہ تو معطل کیا جا سکتا ہے اور نہ باقی جسم سے خارج کیا جا سکتا

ہے اور جس طرح انسانی جسم کے اندر روح اور مادے کو علیحدہ نہیں کیا جاسکتا بلکہ ایک دوسرے کیلئے لازم اور ملزم ہیں نہ تو انسان کی روحانیت اس کے جسم اور مادے کے بغیر ارقاء پذیر ہو سکتی ہے اور نہ مادہ اور جسم روحانیت کے بغیر دامنی زندگی کو خوشحال بناسکتے ہیں۔ اس طرح انسانی اجتماعی زندگی کی مثال ہے جس میں سارے شعبے ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح مربوط ہیں کہ ہر ایک شعبہ دوسرے پر اثر انداز بھی ہے اور ساتھ ساتھ اس سے اثر بھی قبول کرتا ہے۔ انسانی زندگی کو اگر ہم روحانیت اور مادیت میں تقسیم کریں۔ تو ان دونوں (روحانیت اور مادیت) کا تعلق آپس میں بعینہ اس طرح ہو گا۔ جس طرح انسانی فرد کے اندر روح اور مادے کا تعلق ہوتا ہے۔ مادیت پر مشتمل وہ شعبے جن کے ساتھ اجتماعی زندگی کا تعلق ہوتا ہے اگر کار کر دگی کے حوالے سے فاسد ہوں گے تو نہ صرف اس قوم کی اجتماعی زندگی اس سے متاثر ہو گی بلکہ اس قوم کی روحانی زندگی بھی اثر قبول کیے بغیر نہیں رہ سکتی اور یہ فساد پھر جتنے درجے کا رہیگا۔ اتنا اجتماعی سسٹم اور اسکے روحانی اقدار (عقائد، اخلاقیات، عبادات وغیرہ) زوال پذیر ہوتے جائیں گے۔

اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے صوفیاء نے دور اول (غلبے کے دور) سے لیکر آخری دور (زواں کے دور) تک اپنے آپ کو صرف ترزیے کے عمل کے ساتھ ہی وابستہ نہیں رکھا بلکہ دور کے اجتماعی مسائل، عوام کے مشکلات و مسائل، بادشاہوں کا عوام کے ساتھ رویہ، ملک کے سیاسی اتار چڑھاؤ وغیرہ مسائل کے ساتھ ان کی اتنی وابستگی ہوتی تھی کہ وہ اپنی خانقاہوں میں بیٹھ کر ان مسائل کے متعلق اپنی رائے کو اپنے خلفاء اور متعلقین کے ذریعے سے عوام تک پہنچادیتے تھے۔ ان کی بات ہوا کے دوش پر سوار ہو کر ملک کے کونے کونے میں پہنچ جاتی تھی اور جسکی وجہ سے ملک کی فضاح حکومت وقت کے حق میں یا اس کی مخالفت میں بنتی تھی۔ اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے بڑے جابر بادشاہ ان قد و بیوں کی مجلس میں آنے کی اجازت مانگتے تھے اور جب ان کو آنے کی جاზت نہیں ملتی تھی تو چپکے سے کسی نہ کسی طریقے سے مجلس میں داخل ہونے کی کوشش کرتے تھے جس طرح حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے متعلق آتا ہے کہ بادشاہ وقت نے جب زبردستی آنے کا ارادہ ظاہر کیا تو انہوں نے جواباً کہا کہ میری خانقاہ کے دو دروازے ہیں جس دروازے سے آپ اندر داخل ہوں گے میں دوسرے دروازے سے نکل جاؤں گا۔

تصوف اور اجتماعی مسائل:-

تصوف یا طریقت کا جب تک اجتماعی مسائل کے ساتھ تعلق رہا اس وقت تک تو وہ شریعت کے تابع رہا۔ اس میں شک نہیں کہ شریعت قانون اور قانون سازی کا نام ہے۔ قانون اور قانون سازی میں بڑے احتیاط کی ضرورت رہتی ہے ہر قدم سوچ کر اٹھانا پڑتا ہے۔ جبکہ تصوف میں عوام کے ساتھ تعلق بن جاتا ہے۔ عوام کو اس قانون پر عمل کرنے

کیلئے تیار کرنا پڑتا ہے۔ لوگوں کے دلوں پر محنت کر کے ان کو قانون کا پابند بنانا پڑتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جوختی قانون سازی کے درجے میں ہوتی ہے وہی سختی جب زندگی کے عملی اور ٹھوں خلافت کے ساتھ ٹکراتی ہے تو اس میں نرمی آجائی ہے۔ دور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آج اگر ہم عدالت کی زبان کو دیکھیں تو اس میں کتنی سختی اور درشتی پائی جاتی ہے مگر جب وہی عدالتی قوانین اخلاق کے ذریعے عوام میں سراحت کرنے لگ جاتے ہیں تو ان میں کتنی لچک پیدا ہو جاتی ہے یہی نسبت شریعت اور تصوف کے درمیان ہے۔

مگر اس لچک اور نرمی کے باوجود صوفیاء نے چونکہ اپنے آپ کو تصوف کی وجہ سے حقیقت کا بادہ پہنانا کر شریعت کے ساتھ میں ڈھال دیا ہوتا ہے۔ اور ان کے ظاہر کو تو چھوڑیں ان کا باطن بھی کسی غلط سوچ اور ارادے کی طرف مائل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے وہ اپنے آپ کو مکمل قانون کے تابع کر دیتے ہیں، جسکو وہ مرتبہ فتا سے تعمیر کرتے ہیں۔ باقی ان کے ارد گرد حلقات کے اندر کوئی ڈھیلا پن محسوس ہوتا ہے تو اس کو ختم کرنے کیلئے بھی وہ سر دھڑ کی بازی لگاتے ہیں۔ اور شریعت، طریقت کے اس اجتماعی سفر میں وہ کسی طرح کی بھی مداخلت کیلئے تیار نہیں ہوتے۔ چونکہ ان کی ذات ایک مشق مریبی کی ہوتی ہے اس لئے وہ نرمی کے ساتھ لوگوں کی غلطیوں کو برداشت کرتے ہیں۔ اور ان کے گناہوں کو نظر انداز کرتے ہوئے ان کو اپنے ساتھ جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں جس سے ظاہر بینوں کو یہی شک ہونے لگ جاتا ہے کہ گویا صوفی صاحب امور شریعت پر عمل کرنے اور کرانے میں سستی دکھانے لگ گئے ہیں۔ حالانکہ امور شریعت میں تو سستی خواہشات نفسانی کی وجہ سے ہوتی ہے جس کا ظاہری سبب یا تومال اکھٹا کرنا ہوتا ہے یاد نیاوی عزت اور شہرت ہوتی ہے یا تسخیر خلافت کی بیماری عارض ہوتی ہے۔ مگر صوفی جب باصفابن جائے تو اس میں خواہشات والی بات رہتی ہی نہیں اس لئے ذاتی ضعف یا سستی، دنیاوی نام و نمود، احتکار و اکتناز جیسے امور رذیلہ اور اخلاق رذیلہ ان کے وہم و مگان میں بھی نہیں آسکتے۔

اس کے برعکس جب تصوف اجتماعی مسائل سے کٹ گیا تو شریعت تو کجا انسانی اخلاق اور انسانی ضابطوں کو بھی اسے پامال کیا۔ وہ کسی قانون کا پابند نہیں رہا۔ صوفی کی ذات شارع بھی بنی اور شریعت کی شارح بھی بنی۔ ہر صوفی الگ فرقہ بننا کر بیٹھ گیا اور دین اور شریعت کو اپنے تک محدود رکھا۔ یہ پریشان کن حقیقت اور افسرده کرنے والی کہانی، زوال کے دور سے لیکر آج تک جاری و ساری ہے اس لئے اس کی وضاحت کی چندان ضرورت نہیں ہے۔

تصوف کا ثبوت:-

اصول دین کے لحاظ سے حدیث جریل کو احادیث کی کتابوں میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ جس

میں دین کو اسلام، ایمان اور احسان سے مرکب بیان فرمایا گیا ہے احسان کی وضاحت حضور ﷺ نے یوں فرمائی ہے۔

ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک (۳)

ترجمہ:- اللہ کی عبادت اس طرح کبھی گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

اس حدیث کی تشریح حضرت امام مالکؓ کے اس قول کے ساتھ کی گئی ہے۔

”جس نے نفقہ کے بغیر تصوف حاصل کیا (یعنی حلال و حرام کے علم کے بغیر) وہ زنداق ہوا اور جس نے تصوف سے کھے بغیر (یعنی باطن کی صفائی حاصل کیے بغیر) فقه حاصل کیا وہ فاسق ہوا اور جس نے دونوں کو جمع کیا وہ محقق ہوا۔“

بعثتِ حضرات انبیاء علیہم السلام کا مقصد جس طرح قرآن نے بیان کیا ہے

لقد منَّ اللہ علیِّ المؤمنین اذ بعث فیہم رسولاً مِّن انفسہم یتلو علیہم آیتہ ویز کیہم ویعلمہم
الکتاب والحكمة وان کانوا ممن قبل لفی ضلل مبین (آل عمران: ۱۶۲)

ترجمہ:- اللہ نے احسان کیا ایمان والوں پر، جو بھیجا ان میں رسول انہی کا میں، پڑھتا ہے ان پر آیتیں اس کی اور پاک کرتا ہے ان کو یعنی شرک وغیرہ سے اور سکھلاتا ہے ان کو کتاب اور کام کی بات، اور وہ تو پہلے سے صریح گمراہی میں تھے۔

اس آیت کریمہ کی رو سے علمائے محققین کے نزدیک دین اسلام کے تین بنیادی شعبے ہیں:

(1) تصحیح عقائد (2) تصحیح اعمال (3) تصحیح اخلاق۔ یا بالفاظ دیگر

(1) شریعت (مجموعہ قوانین و احکام اسلام)

(2) طریقت (خلاص اور تربیت یافہ جماعت بنانے کا طریقہ کار)

(3) سیاست (عملی سیاسی و معاشی نظام کی تنظیم و تنظیم)۔

حضرت الامام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ:

”تصحیح عقائد کے فن کے کفیل علماء اصول ہوتے ہیں۔ اعمال کی تصحیح کے کفیل فقہائے امت ہوتے

ہیں اور فن خلوص و احسان کے کفیل صوفیائے کرام ہوتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں، قسم ہے اس ذات کی

جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ یہ تیرفناں مقاصد شریعت کے مآخذ کے لحاظ سے بہت باریک اور

گہرا ہے اور تمام شریعت کیلئے اس فن کی وہی حیثیت ہے جو جسم کیلئے روح کی ہے اور لفظ کیلئے معنی کی

ہے۔“ (۵)

مختلف محققین کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ دل کی بیماریوں کا ازالہ لازمی اور ضروری ہے جس کیلئے بہترین طریقہ تصوف کا ہے بلکہ ڈریٹھ ہزار سالہ دور میں تو اتر کے ساتھ انی بڑی جماعت سے یہ طریقہ منقول ہے۔ جو علم و عمل زہدو تقویٰ اور خشیت الہی میں اپنی نظر نہیں رکھتی۔ ایسی اور انی بڑی جماعت کا جھوٹ پر متفق ہونا عقلائی حال ہے۔

عالم خلق اور عالم امر:-

سلسلہ نقشبندیہ میں چونکہ زیادہ توجہ لٹائف پر دی جاتی ہے۔ اس لئے لٹائف کی بحث سے پہلے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ان کا تعلق عالم امر سے ہے اور یہ کہ عالم امر کیا ہے؟ یہاں ہم تفسیر مظہری کی ایک عبارت کا ترجمہ نقل کرنا چاہتے ہیں جو انہوں نے الا للهُ الخلقُ وَالا مر (الاعراف: ۵۲) کی تفسیر میں ذکر کی ہے۔

”صوفیائے کرام کہتے ہیں کہ عالم خلق میں عرش اور اس سے نیچا آسمان، زمین اور ان کے درمیان جو چیزیں ہیں سب شامل ہیں۔ اور اس کے اصول عناصر اربعہ (آگ، پانی، ہوا اور مٹی) اور جو چیزیں ان سے پیدا ہوتی ہیں۔ یعنی نفوس حیوانی، باتاتی اور معدنی ہیں اور یہ اجسام لطیفہ ان اجسام کثیفہ میں ساری ہیں۔ اور عالم امر سے مراد مجردات ہیں۔ لٹائف خمسہ یعنی قلب، روح، سری، خفی اور انھی یہ فوق العرش ہیں۔ اور یہ نفوس انسانیہ ملکیہ اور شیطانیہ میں یوں جاری اور ساری ہیں جیسے سورج کی شعائیں آئینے میں ساری ہوتی ہیں۔ لٹائف کو عالم امر اس لئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کسی مادہ سے نہیں بلکہ اپنے امر کرن سے پیدا کیا۔“ (۶)

دوسرے لفظوں میں ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ عالم امر روح کا بالائی حصہ ہوتا ہے اور عالم خلق میں روح کا نچلا حصہ ہوتا ہے۔ یہ یعنیہ اس طرح ہے جس طرح فرشتے عالم علوی اور عالم سفلی دونوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی دعوت اور دین اسلام کی بنیادی پانچ چیزوں کا انحصار عالم خلق پر ہے۔ اس طرح قلب کا زیادہ تر تعلق چونکہ عالم خلق سے ہے اس لئے اس سے تصدیق یعنی ایمان کا مطالبہ ہوتا ہے۔ اس طرح جنت کی نعمتوں اور دوزخ کے عذاب کا تعلق عالم خلق سے ہے۔ روح کا وہ حصہ جو عالم امر سے تعلق رکھتا ہے روح کے اس حصے سے جو عالم خلق سے تعلق رکھتا ہے، کمزور ہے۔ اس لئے فرائض اور واجبات کا تعلق عالم خلق سے ہے یعنی شریعت کا دائرہ عالم خلق سے متعلق ہے۔ جبکہ ذکر، تسبیح اور نوافل کا تعلق عالم امر سے ہے۔ یعنی طریقت کا دائرة عالم امر سے وابستہ ہے۔ بنابرین شریعت کو طریقت پر فوقيت اور سبقت حاصل ہے۔

اس اصولی تمہید کے بعد اب یہ سمجھنا چاہئے کہ صوفیاء کرام بدن انسانی کو دس اجزاء سے مرکب مانتے ہیں عناصر اربعہ اور نفس مادی اور پانچ لٹائف (قلب، روح، سر، خفی، انھی) جو کہ غیر مادی اور مجرد ہیں۔

ایک حدیث شریف سے بھی ان مقامات کی کسی نہ کسی حوالے سے تائید ہوتی ہے۔

ثم وضع پده علیٰ ناصیۃ ابی محدورہ ثم امر علیٰ وجہه من بین ثدیہ و فی نسخۃ من بین يدیہ علیٰ کبده ثم بلغت یہ رسولہ ﷺ سرہ ابی محدورہ ثم قال بارک اللہ لک و علیک۔ (۷) ترجمہ:- پھر رسول اکرم ﷺ نے ابو محدورہ کے ماتحتے پر ہاتھ رکھا۔ پھر آپ ﷺ اپنے ہاتھ کو اس کے چہرے پر لے گئے۔ پھر سینے پر اور ایک نسخہ میں ہے کہ اس کے جگہ پر لے گئے۔ پھر آپ ﷺ کا ہاتھ ان کی ناف تک پہنچا پھر حضور ﷺ نے دعا دی کہ اللہ تجھے برکت دے۔

حدیث نبوی ﷺ سے انسانی جسم کے ان مقامات کی تزکیہ کے حوالہ سے اہمیت کا استدلال واضح ہے (حوالہ مقصود)۔

عالم خلق کے لٹائف بھی پانچ ہیں، لطیفہ نفس اور عناصر اربعہ۔ عالم خلق کے ہر لطیفہ کی اصل، لٹائف عالم امر سے متعلق ہے۔ 1. جیسا کہ نفس کی اصل قلب ہے۔ 2. ہوا کی اصل روح ہے۔ 3. پانی کی اصل سر ہے۔ 4. آگ کی اصل خنفی ہے۔ 5. خاک کی اصل انہی ہے۔ (۸)

وضاحت اسباق سلسلہ عالیہ نقشبندیہ معصومیہ:-

جاننا چاہیے کہ ہر لطیفہ عالم امر حضرات انبیاء میں سے کسی نبی کے زیر قدم ہے چنانچہ لطیفہ قلب حضرت آدمؑ کے زیر قدم ہے اور لطیفہ روح زیر قدم حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ ہے اور لطیفہ سر زیر قدم خاتم الرسل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ اسلئے مشائخ کرام سب سے پہلے لٹائف کی صفائی فرماتے ہیں۔ جس کیلئے کئی طریقے مقرر کیے ہیں۔ (۹)

طریقہ ذکر:-

یعنی زبان کو تالو سے لگا کر دل کو ہر قسم کے خیالات سے فارغ کرے اس طرح حدیث نفس (اپنے آپ کے ساتھ بولنا) سے بھی خالی کرے اور اس خیال میں بیٹھ جائے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے رحمت برس رہی ہے اور نور کی ایک تار ہے جو کہ عرش سے شروع ہو کر میرے دل تک پہنچ گئی ہے اور میرا دل اللہ اللہ کہہ رہا ہے اس ذکر پر اتنی مواظبت کرے کہ دل اللہ اللہ کرنے لگ جائے یعنی دل کو ہر وقت اللہ سے لگانے کی کوشش کرے چاہے بیٹھا ہو، چاہے لیٹا ہو یا کھڑا ہو، چاہے کام میں مصروف ہو، اسی کو کہتے ہیں۔ ”دست بکار دل بہ یار“ یعنی ہاتھ کام میں مگر دل یار کے ساتھ۔

اس کے بعد لطیفہ روح پر ذکر کرے پھر سر، خفی، اخفی، نفس اور سلطان الاذکار پر جس کا محل تمام بدن ہے۔

جاننا چاہیے کہ ہر لطیفے کی اصل عرش کے اوپر ہے جب تک اصل تک نہ پہنچے فنا حاصل نہیں ہوتی چنانچہ اصل قلب تجلی انعال الہی ہے اور اصل روح صفات ثبوتیہ ہیں اور اصل سر شوونات ذاتیہ ہیں اور اصل خفی صفات سلیمانیہ ہیں۔

اور اصل اخفی شان جامع ہے ان اصول کے لحاظ سے مراقبات کیے جاتے ہیں۔ (۱۰)

۱- مراقبہ لطیفہ قلب:-

اپنے قلب کو آنحضرت ﷺ کے قلب اطہر کے سامنے رکھے اور جناب الہی میں عرض کرے کہ تجلی افعال کا فیض جو کہ حبیب خدا ﷺ کے قلب اطہر سے حضرۃ آدمؑ کے قلب اطہر کی طرف پہنچا اس فیض کا کچھ حصہ میرے قلب تک بھی پہنچادے اس طرح تجلی افعال میں لطیفہ قلب کی فنا ہوگی اس وقت اپنے افعال اور جمیع مخلوقات کے افعال سالک کی نظر سے مخفی ہو جائیں گے اور ایک فاعل حقیقی کے فعل کے سوا کچھ نظر نہیں آئیگا ولایت قلب کو ولایت آدمؑ بھی کہتے ہیں اور جو سالک طریقت اس ولایت کا اصل ہو جائے اس کو آدمی المشرب کہتے ہیں۔

۲- مراقبہ لطیفہ روح:-

اس طرح اپنی روح کو حضرۃ سید ﷺ البشیر کی روح کے روپ و کرے اور بارگاہ الہی میں عرض کرے کہ تجلی صفات ثبوتیہ کا فیض جو کہ حبیب خدا کی روح مبارک سے حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی طرف منتقل ہوا تھا اسکا کچھ حصہ میری روح تک پہنچادے اس مرحلہ میں سالک اپنی صفات کو اپنے آپ سے اور جمیع ممکنات سے سلب کر کے انکی نسبت حضرت حق سبحانہ کی طرف کر لیتا ہے جو آدمی اس لطیفے کا مصدق ہو جائے اس کو ابراہیمی المشرب کہتے ہیں۔

۳- مراقبہ لطیفہ سر:-

اپنے لطیفہ سر کو آنحضرت ﷺ کے لطیفہ سر شریف کے مقابل کر کے عرض کرے کہ شہونات ذاتیہ کا جو فیض آپ کے سر مبارک سے حضرۃ موسیؑ کے سر مبارک تک پہنچا ہے اس کا کچھ حصہ میرے سر تک پہنچادے۔ اس مرحلہ میں سالک اپنی ذات کو ذات حق سبحانہ و تعالیٰ میں مستغرق پاتا ہے اس راستے سے وصول پانے والے کو موسوی المشرب کہتے ہیں۔

۴- مراقبہ لطیفہ خفی:-

اپنے لطیفہ خفی کو رسول اکرم ﷺ کے لطیفہ خفی مبارک کے روپ و کرے اور دعا کرے کہ صفات سلیمانیہ کا وہ فیض جو آپ ﷺ کے لطیفہ خفی سے حضرۃ عیسیٰؑ کے لطیفہ خفی تک پہنچا اس کے کچھ ذرات میرے لطیفہ خفی تک بھی پہنچادے اس لطیفے والے کو عیسیوی المشرب کہتے ہیں۔

۵۔ مراقبہ لطیفہ انفی:-

یا الہی شان جامع کافیض جو آپ نے اپنے حبیب کے انفی مبارک تک پہنچایا تھا اس سے کچھ ذرہ میرے لطیفہ انفی تک پہنچا دیجئے اس درجہ میں سالک تو خلق با خلاق اللہ کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔ (۱۱)

طریقہ ذکر انفی و اثبات:-

سب سے پہلے اپنے سانس کو زیرِ ناف بند کرے اور زبان خیال سے گلمہ لا کوناف سے اٹھا کر دماغ تک پہنچائے اور لفظ اللہ کو دائیں کندھے کی طرف لے کر لفظ الا الله کی ضربِ دل پر لگائے اس طرح کہ ذکر کا اثر دوسرے لٹائن تک بھی پہنچا اور محمد رسول اللہ کو سانس چھوڑتے وقت قوتِ خیال سے کہے۔

اس ذکر میں پہلے درجے میں معانی کا لحاظ کرنا شرط ہے کہ ذات پاک کے سوا میرا کوئی مقصود نہیں اور انفی کے وقت اپنی ہستی اور جسم موجودات کی انفی کرے اور اثبات کے وقت ذاتِ حق سبحانہ تعالیٰ کے اثبات کو ملاحظہ رکھے۔ دورانِ ذکر چند بار ذکر کرنے کے بعد کمال خاکساری اور نیازمندی سے یہ التجا کرے کہ خداوند امیرِ المقصود آپ کی ذات اور آپ کی رضا مندی ہے مجھے اپنی محبت اور معرفت عطا کجھئے۔

اس دورانِ اپنی توجہِ دل کی طرف اور دل کی توجہ ذاتِ الہی کی طرف رکھنا ضروری ہے اس توجہ کو وقوفِ قلبی کہتے ہیں چاہیے کہ خیالاتِ فاسدہ اور وساوس قلب پر نگاہ رکھے کہ ان کا غلبہ قلب پر نہ ہونے پائے اس کو تصوف میں نگہداشت کہتے ہیں جس نفس ذکر میں مفید چیز ہے اس سے قلب میں حرارت، ذوق و شوق، رقت، انفی خواطر اور ترقی محبت کے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ انفی و اثبات کے ذکر میں عدد طاق کی رعایت رکھے جسکو وقوف عددی کہتے ہیں۔ (۱۲)

حضرت شاہ اسماعیل شہید "صراطِ مستقیم" میں لکھتے ہیں

"کہ اس ذکر اور انفی دونوں کو خیالی قوت سے کمائے جبکہ زبان سے بالکل نہ کہے اور اس ذکر کے تکرار اور شغل کے ہمراہ قوتِ خیالیہ میں انفی کے خیال سے انشاء اللہ اس کے بدن کی انفی اس طرح پختہ اور مضبوط ہو جائیگی کہ اپنے تمام وجود بلکہ تمام عالم کی انفی قوتِ خیالیہ میں ہمیشہ قائم رہیگی اور جس وقت انفی کا شغل طالب کے خیال کی تہہ میں جم جاتا ہے اس وقت درویشی کے معاملے ظاہر ہونے شروع ہو جاتے ہیں خاص کر دوازہ کا اکتشاف کہ شغلِ انفی کے سوا ان کا اکتشاف مشکل ہے۔ اور جس قدر انفی زیادہ کامل ہوگی اسی قدر اکتشاف زیادہ ہوگا۔ اس کے بعد انفی انفی اور فناء، الفناء پیش آئے گا جس میں محض غفلت طاری ہوتی ہے۔ انہی" (۱۳)

دوسری طریقہ ذکر مراقبہ ہے جو کہ عبارت ہے اس سے کہ انسان سارے وسوسوں سے دل کی نگہبانی کرے اور فیضِ الہی کا

مشابہ کرے اور اس کیفیت کو حضور کہتے ہیں اور اس سلسلے میں پہلا مرآۃ احادیث کا ہے۔

تاریخ تصوف

تصوف جو کہ صوف بمعنی اون یا صفا بمعنی پاکیزگی اور قلب کی صفائی سے ماخوذ ہے۔ اپنی تاریخ کے حوالے سے بہت ہی پرانا ہے۔ حضور اقدس ﷺ کے دور میں یہ لفظ استعمال نہیں ہوا اسلئے کہ شرف صحبت سے بڑھ کر اور کوئی شرف نہیں ہو سکتا اور نہ تصوف کا جو مقصد ہے یعنی ترقی کی نفس، اس طرح شریعت کو جزو بدن بنانا کر اسکے نتیجے میں اخلاق حسنة کو اپنانا اور اخلاق رذیلہ سے چھٹکارا حاصل کرنا، یہ مقصد آپ ﷺ کی مجلس مبارک میں طلب اور ترڈ پ کے ساتھ بیٹھنے سے خود خود حاصل ہو جاتا تھا۔ حضور اقدس ﷺ کی مثال سورج کی تھی کہ اسکے ہوتے ہوئے کسی چراغ وغیرہ جلانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اسلئے ان کے وجود مسعود ﷺ کے ہوتے ہوئے کسی مشق و مزاولت کی ضرورت نہیں تھی۔ مگر آنحضرت ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد جب آہستہ آہستہ خلمت پھیلتی گئی تو اس وقت علماء ربّانیین نے ایسے ایسے اور ادو اور وظائف مقرر کیے کہ ان کو اپنی شرائط کے ساتھ اگر ادا کیا جائے تو ترقی کی نفس ان سے حاصل ہو سکتا ہے۔

صوفیہ کا پہلا طبقہ: صوفیاء کے پہلے طبقے کا زمان 661ء سے 850ء تک مقرر کیا گیا ہے۔ اس طبقے میں حضرت حسن بصریؓ، حضرت مالک دینارؓ، حضرت جبیب عجمیؓ اور حضرت ابراہیم ادھمؓ جیسی ہستیاں شامل ہیں۔ اس دور کے صوفیاء کی خصوصیات یہ ہیں۔

- (۱) ان بزرگوں پر حشیثت الہی کا بڑا غلبہ تھا اسلئے وہ توبہ واستغفار پر بہت زور دیتے تھے۔
 - (۲) ان بزرگوں نے اپنے اردوگر دحلقہ جمانے کی کوشش نہیں کی۔ اس طرح کوئی نئی اصطلاح یا نیا طریق ایجاد نہیں کیا۔ حب جاہ وغیرہ چیزوں سے ان کو نفرت تھی اس طرح حکومت اور اس کے مناصب سے دور رہتے تھے۔
- دوسرا طبقہ:** دور کے تقاضوں کے مطابق جب بنا میہ کے زمانے میں علوم عقلیہ کا زور ہوا اور عام لوگوں پر اس کا اثر اُلانظر آنے لگا تو اس دور کے صوفیاء نے وجد ان پر زور دیکھا سکو بیدار کرنے کی کوشش کی تاکہ ایک توازن قائم رہے۔ حضرت بازیید بسطامیؓ، حضرت ذوالنون مصریؓ اور حضرت جنید بغدادیؓ جو اس دور کے مشہور صوفیاء ہیں، عشق اور محبت پر زور دیتے رہے۔ اس دور میں استغراق، حال اور مقام جیسی چیزیں نظر آتی ہیں۔

تیسرا طبقہ: اس طبقے نے مذہب کی حقیقی روح کو بیدار کرنے، باطن کی اصلاح اور اخلاق کی درشگی کی طرف خاص توجہ کی۔ اسلئے کہ مختلف تہذیبوں، تمدنوں کی ترقی اور مال و دولت کی کثرت نے دلوں کی دنیا تبدیل کر دی تھی۔ اس دور

کے صوفیاء میں ابن العربی، ابوالنصر السراج، شیخ ابوطالب کی اور ابو عبد الرحمن اسلامی کا نام آتا ہے۔ انہوں نے مشائخ متقدی میں کے حالات اور سوانح کو بطور نمونہ کے پیش کیا۔ اس زمانے میں صوفیاء کے حلقات اور گروہ بننے شروع ہو گئے۔ طیفیوریہ، نوریہ، تستریہ اور حکیمیہ وغیرہ گروہ اسی زمانے کے ہیں۔ بارہویں صدی عیسوی کو اسلامی تصوف کی تاریخ میں ایک بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اس زمانے میں تصوف کا فلسفہ پورے طور پر ترتیب دیا گیا، یہاں تک کہ اسکو مستقل فن کی حیثیت دیدی گئی۔ اسی زمانے میں بعض روحانی سلاسل کی داغ نیمیل ڈالی گئی۔

تیرہویں صدی عیسوی میں روحانی سلاسل وجود میں آئے۔ اسلامی تصوف کی تاریخ تیرہویں صدی عیسوی میں ہر اعتبار سے مکمل ہو جاتی ہے۔ امام غزالی اور شیخ اکبر کے افکار کے گرد تصوف کی ساری دنیا گردش کرتی رہی۔ ان بزرگوں کی تصانیف کے حاشیوں اور خلاصوں سے باہر نکلنے کی ہمت کسی کو نہ ہوئی۔ مثنوی مولانا روم نے شاعری کی ساری دنیا اپنے اندر جذب کر لی۔ اس دور میں چار سلسلے بہت زیادہ مشہور ہوئے۔ دوسرے سلسلے لیں تو ختم ہوئے یا ان کے ذیلی شاخ بن گئے۔ یہ چار سلسلے، سلسلہ خواجگان، سلسلہ قادریہ، سلسلہ چشتیہ اور سلسلہ سہروردیہ کے نام سے مشہور ہیں۔

سلسلہ خواجگان: قدامت کے اعتبار سے سلسلہ خواجگان سب سے پہلے آتا ہے۔ یہ سلسلہ ترکستان میں قائم ہوا تھا۔ اس کے سب سے زیادہ مشہور بزرگ حضرت خواجہ محمد اتیلیسیوی المتوفی ۱۱۶۶ء ہیں۔ ان کے بعد حضرت خواجہ عبدالخاق غجد ولی المتوفی ۱۱۷۹ء نے اس سلسلے کی مندرجہ ذیل اصطلاحات وضع کیں اور ان کو اپنے روحانی نظام کا لازمی جزو بنادیا۔ (۱) ہوش دردم نظر بر قدم (۲) سفر درطن (۳) خلوت در انجمن (۴) بازگشت (۵) نگاہ داشت (۶) یادداشت (۷) یاد کرد۔

خواجہ اتاؤ خواجہ غجد ولی نے اس سلسلے کو فروغ دینے کی بڑی کوششیں کیں۔ لیکن اسکو مقبول عام بنانے کا شرف حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی المتوفی ۱۳۸۸ء کیلئے مقدر ہو چکا تھا۔ ان کے بعد یہ سلسلہ نقشبندیہ کے نام سے مشہور ہو گیا۔ انہوں نے اتباع سنت پر خاص زور دیا۔ گو سلسلہ خواجگان سب سے زیادہ قدیم سلسلہ ہے لیکن ہندوستان میں یہ سلسلہ سب سلسلوں کے بعد پہنچا۔ حضرت خواجہ باقی باللہ المتوفی ۱۶۰۳ء اس سلسلہ کو ہندوستان لائے۔

سلسلہ قادریہ: حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی اس سلسلے کے سر شکر ہیں۔ حضرت شیخ نے تین کامل شیوخ سے براہ راست استفادہ کیا تھا۔ انہوں اپنی زندگی ہی میں اصلاح و تربیت کا بہت اعلیٰ نظام قائم کیا تھا اور اپنے خلفاء کو دور دور تبلیغ و اشاعت کے لئے بھیج دیا تھا۔ ان کے بعد اسلامی ممالک کے دور دراز حصوں میں اس سلسلے کی شاخیں قائم

ہو گئیں۔ باقی تین سلسلوں کے شیوخ نے بھی حضرت شیخ جیلانیؒ سے بالواسطہ یا بلاواسطہ اکتساب فیض کیا۔

سلسلہ چشتیہ: چشتیہ سلسلہ کی داغ بیل تو شیخ ابو اسحاق شامیؒ المتوفی 940ء نے ڈالی تھی۔ لیکن اسکو پروان چڑھانے اور پھیلانے کا کام حضرت خواجہ معین الدین حسن سخنجریؒ المتوفی 1235ء نے انجام دیا۔ ہندوستان میں سب سے زیادہ کام اس سلسلے نے کیا۔

سلسلہ سہروردیہ: اس سلسلے کے سب سے زیادہ مشہور بزرگ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ المتوفی 1234ء ہیں۔ انہوں نے اس سلسلے کی ترویج و اشاعت بڑی محنت سے کی تھی اور اپنی مشہور کتاب عواف المعرف میں خانقاہی نظام کے متعلق پوری تفصیلات درج کر دی تھیں۔ مشہور ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا خلفائی فی الہند کثیرہ (ہندوستان میں میرے کافی خلفاء ہیں)۔ لیکن جس بزرگ کو ہندوستان میں سہروردیہ سلسلے کو پھیلانے کا شرف حاصل ہوا وہ حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ ہیں۔ انہوں نے ملتان، اوج اور دیگر مقامات پر سہروردیہ سلسلہ کی مشہور خانقاہیں قائم کی ہیں۔ (۱۲)

سلسلہ نقشبندیہ:

سلسلہ نقشبندیہ کے بانی مبانی حضرت سید بہاؤ الدین نقشبندیؒ ہیں۔ نقشبندی وجوہ تسمیہ یہ تلاتے ہیں کہ آپ جس کے دل پر انگلی رکھتے تھے، تو اسکے دل پر اللہ کا نام نقش ہو جاتا تھا۔ ماوراء انہر کے علاقے سے تعلق تھا۔ آپؒ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ مجھے ایسا طریقہ عنایت فرماجو سب سے مختصر ہو اور سنت کے زیادہ قریب ہو۔ تیرہ دنوں تک مسلسل دن رات بحدے میں رہے اسکے بعد یہ طریقہ الہام ہوا۔ آپؒ اپنے طریقے کے امام سمجھے جاتے ہیں۔ آداب طریقت کی ظاہری تعلیم آپؒ کی امیر کلال سے ہے مگر حقیقت میں آپؒ اولیٰ ہیں کیونکہ آپؒ کی تربیت حضرت خواجہ عبدالحق غجد والیؒ کی روحاںیت سے ہوئی ہے۔ یہ طریقہ حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ سے منسوب ہے اور وہ اسکے سالارِ کاروال ہیں۔ چنانچہ حضرت صدیقؓ اکبرؒ سے شیخ بایزید بسطامیؒ تک اسے صدیقیہ کہتے ہیں اور خواجہ بایزید بسطامیؒ سے خواجہ عبدالحق غجد والیؒ تک اسے طیفوریہ اور خواجہ عبدالحق غجد والیؒ سے خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی تک خواجگانیہ کہلاتا ہے اور خواجہ نقشبندیؒ سے حضرت مجدد الف ثانیؒ تک نقشبندیہ کے نام سے موسم ہوا۔ خواجہ علاء الدین عطارؒ کی وجہ سے اسکو علامیہ بھی کہتے رہے ہیں۔ حضرت مجدد صاحبؒ کے زمانے سے اب تک نقشبندیہ مجددیہ کہلاتا ہے۔ حضرت سرمدؒ مشہور ربانی ہے:

نے خودستاں و خود پسند اداں داند	سرمدم عشق در دمنداں داند
نہ کے مغرور اور خود پسند	اے سرمدم عشق کا غم در دوائے جانتے ہیں
این نقش غریب نقش بند اداں داند	از نقش توں بسوئے نقاش شدن
اس ناد نقش کو نقش باندھنے والے جانتے ہیں	نقش سے نقاش کا پتہ چلتا ہے

(۱۵)

نقشبندیہ مجددیہ:

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ، حضرت خواجہ باقی باللہؒ و ساطع سے خواجہ نقشبندؒ کے خوشہ چین ہیں۔ حضرت خواجہ باقی باللہ و سطی الشیاء ہندوستان کا رخ کرتے ہیں۔ ان کو خواب ملتی ہے کہ ایک طوطا آپ کے ہاتھ پر پیٹھ کر آپ کے لعاب کو خوب چوستا ہے، تعبیر یہ نکالی گئی کہ ہندوستان میں کوئی آدمی آپ کے طریقے سے فیضیاب ہو کر اسکی خوب اشاعت کریگا۔ یہی طوطا حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کی شکل میں آپؒ سے بیعت ہو کر سنت کو زندہ کرنے اور بدعت کو مٹانے کی وجہ سے ہزارہ دوم کا مجد بن جاتا ہے۔ آپؒ خود فرماتے ہیں کہ میں بیعت کرنے پر مامور نہیں ہوں ورنہ فی زمانہ کوئی دوسرا مرشد نہ ہوتا، میرا اصل کام سنت کے طریقے کا احیاء ہے۔ جسکی وجہ سے مجدد کا لفاظ آپؒ کے نام کا جزو بن گیا۔ بعد میں آنے والی تبدیلیوں کے لئے آپؒ نے ارہاص کا کام کیا، یعنی ان کے لئے بنیاد ڈال کر ان کا راستہ صاف کیا۔ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور ان کی جماعت کے لئے آپؒ کی تعلیمات ہی حشت اول ہے۔ آپؒ نے سنت کو اعمال کی روح قرار دیا۔ آپؒ کے زمانے میں ہندوستان میں فقہ حنفی کا اتنا غلبہ تھا کہ اسکے مقابلے میں حدیث کو بھی رد کر دیا جاتا تھا۔ آپؒ نے اس توغل کی مخالفت کی۔ اسی طرح صوفیاء نے آپؒ کے زمانے میں بادشاہوں کی مخالفت ترک کر کے تصوف کو صرف کشف و کرامات تک محدود کر دیا تھا۔ آپؒ نے بادشاہوں کے غیر شرعی اعمال پر سخت گرفت شروع کر دی۔ جسکی وجہ سے جہاں گیر بادشاہ نے آپؒ کو جیل میں ڈال دیا۔ مگر قدرت نے فتح آپؒ کو دی۔ آپؒ نے سلسلہ نقشبندیہ کو اپنی ترقی دی کہ اسکا نام ہی طریقہ نقشبندیہ مجددیہ بن گیا۔ آپؒ کی ذات بابرکات پر جمیع سلاسل اسکٹھے ہوتے ہیں، جسکی وجہ سے سلاسل کے درمیان ظاہری اختلاف ختم ہو گیا۔ آپؒ کے کئی ہزار خلفاء میں سے دو خلفاء نے ایسی شہرت پائی کہ جسکی وجہ سے آپؒ کا طریقہ مجددیہ بھی ان کے نام سے مشہور ہوا۔ ان میں ایک آپؒ کے فرزند حضرت خواجہ محمد مصوص صاحبؒ ہیں، جس کے طریقے کو طریقہ نقشبندیہ مخصوصیہ کہا جاتا ہے اور دوسرے بزرگ حضرت سید آدم بنوریؒ ہیں۔ جنکا طریقہ، طریقہ مجددیہ احسانیہ (بنوریہ) کے نام سے معروف و مشہور ہوا۔

حضرت سید آدم بنوریؒ اور سلسلہ بنوریہ احسنیہ :

حضرت سیدنا آدم بنوریؒ، جھٹر ج واضح ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے اجل خلفاء میں سے تھے، مگر اس سلسلے میں وہ درجہ اجتہاد تک پہنچے تھے۔ اسلئے انہوں نے اس سلسلے میں مناسب تخفیف کر کے اسکے اسباق کو مختصر کیا اور اپنا ایک ذیلی طریقہ نکال کر اسکو احسنیہ اور بنوریہ کے نام سے موسم کرایا۔ میری معلومات کے مطابق سلاسل مختلفہ میں کوئی سلسلہ اس سے مختصر نہیں ہے۔ ماضی اور زمانہ حال میں ایسی خانقاہیں موجود ہی ہیں جو صرف سلسلہ احسنیہ کو چلاتی رہیں اور اسی سلسلے کی بدولت لوگوں کو اللہ سے ملتی رہیں۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے بعد ہندوستان میں جن بزرگوں نے بھی جامع انداز میں کام کیا تو انہوں نے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سے اپنے آپ کو سیراب کیا۔ ان حضرات میں حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور انکی جماعت کا تذکرہ سرفہرست ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے والد گرامی حضرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ جس ہستی سے فیض یاب ہوئے تھے ان کا اسم گرامی حضرت سید عبد اللہ اکبر آبادیؒ ہے۔ جو کہ حضرت سید آدم بنوریؒ کے اجل خلفاء میں سے تھے اور جنہوں نے اپنے مرشد کے ساتھ مکہ مکرمہ ہجرت کرنا چاہا مگر انہوں نے اپنے ساتھ لے جانے سے انکار کیا اور ہندوستان میں رہ کر سلسلے کی خدمت پر مأمور کیا۔ بعد میں جب حضرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ آپؒ سے بیعت ہوئے تو فرماتے تھے کہ اب مجھے معلوم ہوا کہ میرے شیخ و مرشد حضرت سید آدم بنوریؒ نے کیوں مجھے ہندوستان میں رہ کر کام کرنے کا حکم دیا۔ اس طرح حضرت الامیر سید احمد شہیدؒ کے جدا مجدد حضرت شاہ علم اللہ عجمی حضرت سید آدم بنوریؒ کے خوشہ چینیوں میں سے تھے۔ حضرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ کی نسبت حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی طرف منتقل ہوئی۔ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی اسی نسبت مجددیہ احسنیہ سے انکی ساری جماعت رکنی گئی۔ جن میں حضرت الامام شاہ عبد العزیز محمد شد دہلویؒ، حضرت شاہ محمد اسحاقؒ، حضرت سید احمد شہیدؒ، حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ، حضرت مولانا عبد الحکیم بدھانویؒ، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کنگلیؒ، ججیہ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، امام ربانی قطب صمدانی حضرت مولانا شید احمد گنگوہیؒ، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ، قطب العالم حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ، امام انقلاب حضرت مولانا عبد اللہ سندھیؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدھیؒ، مفتی عظیم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدال قادر رائے پوریؒ، قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ اور قطب الارشاد حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ جیسی نابغہ روزگار ہستیاں ہیں۔ جو ایک طرف تصوف کے آسمان کے افق پر تابندہ ستارے بن کر لاکھوں گمراہوں کی بدائیت کا باعث بن گئے اور

دوسری طرف حریت فکر عمل کا جھنڈا بلند کر کے پوری قوم میں آزادی کی روح پھونک دی۔

حضرت شاہ علم اللہ صاحب رائے بریلی نے ایک تکیہ قائم کیا جسکی لمبائی و چوڑائی خانہ کعبہ کے مکان جتنی تھی، جسکو دارہ شاہ علم اللہ کے نام سے موسم کیا گیا اور جسکی بنیادوں میں آب زمزد الگیا اور حضرت ابراہیم کی سنت کے مطابق اپنی اولاد کو وہی اسی نیت سے آباد کیا۔ اسی زمانے میں حضرت سید آدم بنوریؒ کا آفتاب ہدایت وار شاد پورے عروج پر تھا۔ آپؒ حضرت سید آدم بنوریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، بیعت کی درخواست کی اور تھوڑے عرصے میں اس راہ کے تمام منازل طے کیے۔ حضرت سید آدم بنوریؒ نے اپنا عممامہ اور حضرت مجد الدلف ثانیؒ کی دستار مبارک عنایت کی اور طن کی طرف رخصت کیا، شاہ صاحبؒ نے پوچھا حضرت! اُو دھ میں تو بہت سے اولیاء اور عالی مرتبہ لوگ ہیں میری ان میں کیا حیثیت ہوگی؟ فرمایا سید خاطر جمع ہو کر جاؤ اور اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ تمہاری نسبت ان میں ایسی ہوگی جیسے ستاروں میں آفتاب کی۔

حضرت شاہ علم اللہ کی اولاد: شاہ صاحبؒ کے چاروں صاحبزادے، حضرت سید آیت اللہ، سید محمد ہدیؒ، سید ابوحنیفہ اور سید محمد جیؒ آفتاب و ماہتاب تھے۔ حضرت سید آیت اللہ کے صاحبزادوں میں سید محمد ضیاءؒ اور سید محمد صابرؒ۔ سید محمد ضیاءؒ کے صاحبزادے حضرت شاہ ابوسعید صاحبؒ (خلیفہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ) وجد مادری حضرت سید احمد شہیدؒ اور سید محمد صابرؒ کے صاحبزادے مولانا سید محمد واضحؒ، پھر انکے صاحبزادے مولانا سید قطب المحدثؒ اور سید قطب المحدثؒ کے برادرزادے مولانا سید محمد ظاہرؒ (خلیفہ حضرت سید احمد شہیدؒ) اور آخر میں آپؒ کے برادرزادے سید شاہ ضیاء النبیؒ اپنے اپنے وقت کے مرشد و ہادی تھے۔ اس طرح سید محمد ہدیؒ کے صاحبزادے سید محمد نور اور پوتے سید محمد حیا اور سید محمد نور کے صاحبزادوں میں مولانا سید محمد نعمان اور سید محمد عرفان، اور سید محمد عرفان کے صاحبزادے مولانا محمد اسحاق اور حضرت سید احمد شہیدؒ اسی سلسلۃ الذہب کی کڑیاں ہیں۔ (۱۶)

یہ سب حضرات، حضرت شاہ علم اللہ کی اسی نسبت سے فیضیاب تھے جو آپؒ کو حضرت سید آدم بنوریؒ سے ملی تھی اور حسن اتفاق دیکھیے کہ ان حضرات نے تزکیہ نفس اور تعلیم و تعلم کے ساتھ جہاد میں بھی حصہ لیا اور اسی خاندان کے ایک فرد فرید حضرت سید احمد شہیدؒ تو جہاد کی وجہ سے ایسے مشہور ہوئے کہ آئندہ جہادات کے سلسلے کیلئے وہ بانی سمجھے جاتے ہیں۔

حضرت سید آدم بنوریؒ کے ایک اور اجل خلیفہ حضرت حاجی عبد اللہ بہادر کوہاٹیؒ ہیں۔ جنہوں نے صوبہ سرحد میں

معرفت کا چراغ جلایا اور کوئی قریب اور دیہات اس طرح نہیں رہا جہاں اسکے فیوضات نہ پہنچے ہوں۔ افغان قوم کی آدمی خانقاہیں ان کی نسبت کی مر ہون منت ہیں۔ شیخ حبیب پشاوری، شیخ شہباز مہمند، شیخ جنید پشاوری، حافظ محمد صدقی بشونزی، شیخ اخوند مامون، محمد عمر چمکنوی، شیخ محمد شعیب تورڈھیروی، مولانا عبدالغفور سواتی، حافظ الپوری، اخوززادہ فیض اللہ، نور محمد تیراہی، سید مہتر موسیٰ لیں زمی، سید احمد گل، سید عبدالحیم شاہ اور سید عبدالعزیز شاہ جیسے بزرگان دین اسکے واسطے سے مجددی نسبت سے سرفراز ہوئے، بلکہ حضرت مولانا عبدالغفور سواتی کے ذریعے یہ نسبت حضرت شاہ عبدالرحیم سہارنپوری اور شاہ عبدالرحیم رائپوری کو واسطہ بناتے ہوئے حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری کے توسط سے ایک ایسی انقلابی جماعت میں سراحت کی گئی کہ جس کی نظیر آج کی دنیا پیش کرنے سے عاجز ہے۔

مختصر وضاحت مراقبات سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مخصوصیہ:-

۱۔ مراقبہ احادیث:-

مراقبہ احادیث کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس کی وحدانیت کا لحاظ کرے اور اس خیال کو اپنے قلب سے نکال کر اوپر کی طرف متوجہ کر کے عرش مجید سے بھی اوپر لے جائے حتیٰ کہ وہ اپنے دل کے اوپر کی جانب سے نورانی اسطوانے کی مانند لمبا سانور عرش مجید تک پہنچتا ہوا محسوس کرے جس کی شعاعیں سارے جہاں کو گھیر لیتی ہیں پس اس نور کا شروع ہونا دائرے کا شروع ہونا ہے اور اس نور کا عرش مجید تک پہنچنا نصف دائرے کے حاصل ہونے کی علامت ہے اور اس سے آگے بڑھنا اس دائرے کے پورا ہونے کی علامت ہے گویا صرف اس نور کا ظاہر ہونا امکان کا دائرہ نہیں ہے چونکہ یہ دائرہ عالم امکان کو گھیر لیتا ہے اسلئے اس کا نام دائرہ امکان رکھا گیا ہے اور سیر قلبی کے دائروں میں سے یہ پہلا دائرہ ہے۔ (۱۷)

۲۔ دوسرہ دائرہ ولایت قلبی کا ہے جس کو ولایت صغیری کہتے ہیں اس دائرے میں دل کے نیچے کا دروازہ بھی کھل جاتا ہے اور تمام دل آفتاب کی مانند ہو جاتا ہے کیونکہ اس کے ہر حصے اور ہر طرف سے نور چمکتا ہے یہ انوارات دائرہ اول کی مانند موجودات ممکنہ سے تجاوز کر کے لامکان کی حد تک پہنچ کر غیر مقناہی ہو جاتے ہیں اس دائرے میں قلب نیست نہیں ہوتا بلکہ قلب مصدر انوارات بن جاتا ہے اس دائرے اور پہلے دائرے میں فرق یہ ہے کہ پہلے دائرے میں نور کا چشمہ دل کے اوپر کا حصہ ہے جبکہ اس دائرے میں تمام قلب انوارات کا سرچشمہ بن جاتا ہے۔ اس طرح پہلے دائرے میں پھیلا ہوا نور دل کے اوپرستون کی شکل میں لمبے نور کا شعاع ہے جو پھیل گیا ہے جبکہ اس دائرے میں سارے کا سارا دائرہ وہ اصلی نور ہے جو دل سے نکل کر عالم امکان سے تجاوز کر گیا ہے۔

فائدہ:- کبھی اس دائرے میں توحید کا راز بھی کھل جاتا ہے یعنی وہ پھیلا ہوا وجود کے تمام ممکنات کے وجود کو ایک ہی جاننے لگتا ہے اور کثرت کائنات کے امتیازات اس کے سامنے نابود ہو جاتے ہیں اور اس کی بصیرت کی آنکھ اسی پھیلے ہوئے وجود پر پڑتی ہے۔

۳۔ تیسرا دائرہ ولایت کبریٰ کا ہے جس کے ضمن میں تین دائرے اور ایک قوس ہے ۔ ۱۔ پہلا دائرہ معیت کا ہے جس میں اس طرح تصور کرے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات جو کہ مکان اور جہت سے پاک ہونے کے ساتھ بے چکون بھی ہے میرے نزدیک اور میرے ہمراہ ہے اور میرے کاموں میں میرے ساتھ شریک ہے اس مرابتے کی پختگی کی علامت یہ ہے کہ طالب تہائی میں بھی اپنے آپ کو تہائے سمجھے بلکہ گناہ کرتے وقت طالب کی وہ حالت بن جائے جس طرح اچانک کوئی انہائی محترم آدمی اس کے سامنے حاضر ہو جائے۔

جاننا چاہیے کہ ان دائروں میں نور اور صفائی کے حاصل ہونے میں بھی فرق ہے کسی میں کم کسی میں زیادہ اسی طرح انکے آثار کے حصول میں بھی فرق ہے جو کہ قرب و معیت اور محبت وغیرہ ہیں دائرے کا صاحب اپنی عزت اور کوشش کے موافق کامیاب ہو سکتا ہے حاصل یہ کہ نچلے دائرے والا بلند دائرے والے کی طرح اپنے مطلوب پر فائز نہیں ہو سکتا مثلاً اگر صاحب دائرہ محبت اپنے کسی مطلب پر پہنچتا ہے تو دائرہ قبیٰ والا اس طرح نہیں پہنچ سکتا۔

۴۔ تیسرا دائرہ بحیثیہ ویحبو نہ کا ہے (ذات پاک کے ساتھ اپنی محبت اور اپنے ساتھ اسکی محبت) یہ دائرہ اڈھائی دائروں پر مشتمل ہے اس لئے کہ محبت کے تین مرتبے ہیں پہلا مرتبہ ابتدائی محبت جو لوگوں کے درمیان محبت اور دوستی کی طرح ہے جسمیں محب ہے اور محبوب دونوں کے فائدے کو دیکھتا ہے یہ پہلا دائرہ ہے

اور جب محبت نے ترقی کی اور محبت کی جانب فنا ہوئی تو پہلا دائرہ ختم ہو کر دوسرا دائرہ شروع ہوا اور اس دائرے میں اپنے آپ بلکہ تمام مخلوقات پر جانب حق کی ترجیح پیدا ہو جاتی ہے اور یہ ترجیح علمی اور عقلی نہیں ہوتی بلکہ محبت کے تہہ دل سے فوارے کبیط رج جوش مارنے والی ہوتی ہے اور یہ فنا جب ایسے اعلیٰ مرتبے پر پہنچ جاتی ہے کہ محبت کی جانب سے کوئی نشان نہ رہے تو دوسرا دائرہ ختم ہوا اور قوس شروع ہو گئی اور اس کو قوس اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں نصف ثانی یعنی محبت کی جانب وہاں بالکل نہیں ہے جب تک قوس کی ابتداء ہے جانب محبت کا خیال نسیاً منسیاً ہو جائیگا پھر قوس محبت پوری ہو جائیگی اور اسی میں فناء الفناء کا مقام حاصل ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد اسم ظاہر کا مرابتہ ہے جسکی تفصیل یہ ہے کہ ظاہر اور باطن اللہ تعالیٰ کے دونام ہیں ہر نام کے لئے بے شمار مظہر ہیں جس قدر عرفان زیادہ دقيق ہو گا مظاہر کی شناخت زیادہ ہو گی۔

چونکہ تمام جہاں اور اجسام اور وہ افعال اور احکام جو نکوئں اور شریع میں ظاہر ہوئے ہیں اسے ظاہر کے مظہر ہیں اس طرح رزاقیت کے کارخانے اور اس طرح کتابوں اور رسولوں کے بھیجنے کے جو کارخانے ہدایت سے متعلق ہیں دوسرا مظہر ہیں اس طرح ان بے شمار مظاہر کے راستے سے اس اسم کے مسمی یعنی ذات پاک کا ملاحظہ کرے۔ بصیرت کی آنکھ جتنی تیز ہوگی اسکے مطابق تفصیلی ملاحظہ بھی آسان ہو گا چونکہ لطیفہ نفس کا محل یعنی سر اور اک اور عقل کا محل ہے اسلئے لطیفہ نفس کو اسم ظاہر کے لطیفے کے فیوضات سے زیادہ خصوصیت حاصل ہے۔

اس کے بعد اسم الباطن کا مرافقہ ہے اور یہ انہی گزشہ اسے ظاہر کا باطن ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے اسم باطن سے فیض حاصل کر رہا ہے اور اس کی مثال بادشاہت کا انتظام ہے جو کہ نہایت ظاہر ہے اور اس کا باطن بادشاہ کی عقل اور تدبیر ہے پس چاہیے کہ پہلے درجے میں اپنی سمجھ کے مطابق بطور کو معلوم کرے پھر ان میں اسم باطن کے اثرات کو معلوم کرے پھر اسم الباطن کے مسمی کا مرافقہ کرے اور اس ولایت کو ولایت علیا کہتے ہیں اسلئے کہ یہ ملاء اعلیٰ کی ولایت ہے اور ملاء اعلیٰ سے وہ فرشتے مراد ہیں جو امر کی تدبیر کرنے والے اور احکام الہیہ کے لینے والے ہیں اللہ کی جانب سے جو حکم نافذ ہوتا ہے وہ اسکو لے لیتے ہیں پھر دنیا میں وہ حکم ظاہر ہوتا ہے۔“ (۱۸)

حقیقت محمدی:-

صورت حق کے انکاس کو تجلی اعظم کہتے ہیں یہ منبع تجلیات ہے اور ساری تجلیاں اسی سے صادر ہوتی ہیں صورت حق کا یہ انکاس شخص اکبر (عالم جسمانی) کے لطیف ترین نکتہ جسمیں رحمٰن کی تجلی قبول کرنے کی صلاحیت ہے (سویدائے دلی جسکو حجر بخت کہا جاتا ہے پر ہوتا ہے یہ حجر بخت تجلی اعظم کیلئے آئینہ ہے اسی تجلی اعظم کو حقیقت محمدی کہتے ہیں حقیقت محمدی کا عکس جو ہر انسان کے قلب میں پایا جاتا ہے حجر بخت کہلاتا ہے یہی نکتہ اپنے انبساط میں عرش اعظم ہے اور عالم مثال میں تمام قوتوں کا مرکز ہے۔ (۱۹)

اسباب سلسلہ عالیہ بنوریہ

- ۱۔ مرافقہ حضوری، اللہ حاضر است اللہ موجود است۔
- ۲۔ مرافقہ الوان، اللہ تعالیٰ، پیچ رنگ ندارد وہ رنگ موجود است۔
- ۳۔ مرافقہ معیت، وہ معکم اینما کنستم -

سلسلہ عالیہ بنوریہ مجددیہ میں لٹائف عالم امر پانچ ہیں

- ۱۔ لطیفہ قلب جو بائیں لپستان سے دو انگلیں نیچے ہے۔
- ۲۔ لطیفہ روح دائیں لپستان سے دو انگلیاں نیچے ہے۔
- ۳۔ لطیفہ سر جو سید آدم بنو ریٰ کے ہاں سینے کے درمیان روشن ہے۔
- ۴۔ لطیفہ خفی جو سید آدم بنو ریٰ کے ہاں تالوں میں خیمه زن ہے۔
- ۵۔ لطیفہ انفی جو کھوبڑی کے وسط میں ہے۔

☆ آسان وضاحت:

ان لطائف کی جڑیں عرشِ مجید کے اوپر ہیں۔ حق تعالیٰ نے اپنی قدرۃ کاملہ سے ان جواہر مجردہ کیلئے انسان کے جسم میں چند مقامات عطا فرمائے ہیں۔ لیکن حظوظِ نفسانی کی بناء پر انسان نے ان اصولوں کو فراموش کر دیا ہے۔ لہذا کسی شیخ کامل کی توجہ لطیف سے ان اصولوں سے آگئی ہو سکتی ہے۔

اور پانچ لطائف عالمِ خلق کے ہیں

لطیفہ نفس جو سید آدم بنو ریٰ کے ہاں ناف کے نچلے کنارے پر خیمه زن ہے۔

ذکرِ مصطفیٰ جو سید آدم بنو ریٰ کے ہاں پیشانی میں نور کی طرح ہے (یہ لطیفہ نہیں بلکہ محل ذکر ہے)۔

اور چار لطائف عالمِ خلق کے آگ، ہوا، پانی اور مٹی ہیں۔ جو کہ تمام جسم (بدن) میں نور گلن ہیں، جسکی تعبیر ذکر قابی یعنی سلطانِ الاذکار سے کی جاتی ہے۔

☆ لطائف عالمِ خلق لطیفہ نفس اور عناصر اربعہ ہیں۔ عالمِ خلق کے ہر لطیفہ کی اصل لطائف عالم امر سے ہے۔ نفس کی اصل قلب ہے۔ باد کی اصل روح ہے۔ پانی کی اصل سر ہے۔ نار کی اصل خفی ہے۔ خاک کی اصل انفی ہے۔

اور جو تین مرائقے ہیں ان میں

پہلا مراقبہ حاضر کا ہے جس کی نیت یہ ہے اللہ کا رنگ نہیں ہے حاضر ہے دوسرا کوئی نہیں ہے جس کا رنگ نہ ہو حاضر ہے ہے اللہ کا رنگ نہیں ہے حاضر ہے اللہ، حاضر ہے اللہ، حاضر ہے اللہ، حاضر ہے اللہ۔

دوسرا مراقبہ حضور کا ہے جس کی نیت یہ ہے اللہ کا رنگ نہیں ہے حضور ہے دوسرا کوئی نہیں ہے جس کا رنگ نہ ہو حضور ہے ہے اللہ کا رنگ نہیں ہے حضور ہے اللہ، حضور ہے اللہ، حضور ہے اللہ۔

تیسرا مراقبہ معیت کا ہے جس کی نیت یہ ہے نیت کرتا ہوں اللہ کے ساتھ خلوت کی دوسرا کوئی نہیں ہے میرے ساتھ اللہ کے بغیر۔ اللہ میرے ساتھ ہے، اللہ میرے ساتھ ہے، اللہ میرے ساتھ ہے۔ (۲۰)

خلاصہ اسباق سلسلہ عالیہ معصومیہ

نمبر سین	نام طیفہ یا مرافقہ	کیفیت جائے وقوعہ یا مرافقہ
پہلا	لطیفہ قلب	بائیں پستان سے دو انگشت نیچے
دوسرा	لطیفہ روح	دائیں پستان سے دو انگشت نیچے
تیسرا	لطیفہ سر	بائیں پستان کے محاذی بقدر دو انگشت مائل بطرف سینہ
چوتھا	لطیفہ خفی	دائیں پستان کے محاذی بقدر دو انگشت بجانب سینہ
پانچواں	لطیفہ انہی	سینے کے پیچوں تجھے جہاں نچلی پسلیاں آ کر ملتی ہیں
چھٹا	لطیفہ نفس	ماتھے کے درمیان
ساتواں	لطیفہ قلب یا سلطان الاذکار	عنابر اربعہ یعنی آگ، ہوا، پانی، مٹی کے چاروں طبقے ہیں ان سب پر کجا کرے۔
آٹھواں	نفی اثبات	حسب تلقین شیخ
نوواں	مراقبہ احادیث	فیض اس ذات سے آتا ہے، جو جامع جمیع صفات ہے اور جملہ تقصیات سے پاک ہے اور پیرے قلب کرے۔
دواں	مراقبہ معیت	اسے ولایت مغربی کہتے ہیں۔ فیض آتا ہے اس ذات سے جو میرے ساتھ ہے۔ وصیان طیفہ قلب پر کرے۔
گیارہواں	مراقبہ دائرہ اوی	اس نبیت سے مراقبہ کرے کہ فیض آتا ہے، ذات بخت سے، جو مجھ سے میری رُگ جان سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اور منشا ہے دائرہ اوی ولایت کبریٰ کا۔
بارہواں	مراقبہ دائرہ ثانی	فیض آتا ہے ذات بخت سے جو مجھے دوست رکھتی ہے اور میں اسکو دوست رکھتا ہوں جو منشا ہے دائرہ ثانیہ ولایت کبریٰ جو دائرہ اوی کی اصل ہے اور پیرے طیفہ نفس کے۔
تیرہواں	مراقبہ دائرہ ثالث	فیض آتا اس ذات سے جو مجھے دوست رکھتی ہے اور میں اسے دوست رکھتا ہوں اور منشا دائرہ ثالث ولایت کبریٰ جو دوسرے دائرہ کی اصل ہے اور پیرے طیفہ نفس کے۔
چودہواں	مراقبہ دائرہ قوس	بدیں لحاظ کہ فیض آتا ہے اس ذات سے جو مجھے دوست رکھتی ہے اور میں اسے دوست رکھتا ہوں اور منشا ہے قوس کا جو اصل ہے تیرے دائرے ولایت کبریٰ کی اور پیرے طیفہ نفس کے۔

پندرہواں	مراقبہ ولایت علیا	کو ولایت ملاء عالیٰ کی ہے اس لحاظ سے مراقبہ کرے کہ فیض آتا ہے اس ذات سے جو اس اسم الباطن سے موسم ہے اور مشا ولایت علیا کا ہے اور پیرے عناصر ثلاثہ کے بغیر خاک کے۔
سوہواں	مراقبہ کمالات نبوت	اس طرح کہ فیض آتا ہے ذات بحث سے جو منشاء ہے کمالات نبوت کا اور پیرے غضر خاک کے۔
ستارواں	مراقبہ کمالات رسالت	اس طرح کہ فیض آتا ہے ذات بحث سے جو منشاء ہے کمالات رسالت کا اور پیری ہیئت وحدانی کے۔
اٹھارواں	مراقبہ کمالات اولو الحزم	اس لحاظ سے فیض آتا ہے ذات بحث جو منشاء ہے کمالات اولو الحزم کا اور پیری ہیئت وحدانی کے۔
انیسوں	مراقبہ حقیقت کعبہ ربانی	اس لحاظ سے کہ فیض آتا ہے ذات بحث سے جو منشاء ہے حقیقت کعبہ ربانی کا اور پیری ہیئت وحدانی کے۔
بیسوں	مراقبہ حقیقت قرآن	اس لحاظ سے کہ فیض آتا ہے میری ہیئت وحدانی پر اس ذات بحث سے جو منشاء ہے دائرہ قرآن کا۔
اکیسوں	مراقبہ حقیقت صلوٰۃ	اس لحاظ سے کہ فیض آتا ہے میری ہیئت وحدانی پر اس ذات بحث سے جو منشاء حقیقت صلوٰۃ ہے۔
باکیسوں	مراقبہ معبدیت صرفہ	اس لحاظ سے کہ فیض آتا ہے ذات بحث سے جو منشاء ہے معبد صرف کا اور پیری ہیئت وحدانی کے۔
تیکیسوں	مراقبہ حقیقت ابراہیمیٰ	اس لحاظ سے کہ فیض آتا ہے ذات بحث سے جو منشاء ہے حقیقت ابراہیمی کا اور پیری ہیئت وحدانی کے۔
چوبیسوں	مراقبہ حقیقت موسویٰ	اس لحاظ سے کہ فیض آتا ہے ذات بحث سے جو منشاء ہے حقیقت موسوی کا اور پیری ہیئت وحدانی کے۔
پچیسوں	مراقبہ حقیقت محمدی ﷺ	اس لحاظ سے کہ فیض آتا ہے ذات بحث سے جو منشاء ہے حقیقت محمدی ﷺ کا اور پیری ہیئت وحدانی کے۔
چھبیسوں	مراقبہ حقیقت احمدی ﷺ	اس لحاظ سے کہ فیض آتا ہے ذات بحث سے جو منشاء ہے حقیقت احمدی ﷺ کا اور پیری ہیئت وحدانی کے۔
ستائیسوں	مراقبہ حب صرف	اس لحاظ سے کہ فیض آتا ہے ذات بحث سے جو منشاء ہے حب صرف کا اور پیری ہیئت وحدانی کے۔

اٹھائیسواں وحدانی کے۔	مرقبہ لاعین	اٹھائیسواں
--------------------------	-------------	------------

(۲۱)

حضرت سیدنا آدم بنوریؒ:-

مشوانی سادات میں جس ذات کا فیض سب سے زیادہ پاکستان اور خصوصاً صوبہ سرحد میں پھیلا ہوا ہے وہ سید آدم بنوریؒ ہیں۔ (پیدائش 999ھ میں ہوئی جبکہ وفات 1053ھ میں ہوئی) آپ کے والد بزرگوار نے غزنی افغانستان سے آکر قصبہ ہودہ میں سکونت اختیار کی۔ جہاں آپ پیدا ہوئے۔ بعد میں بنور شریف لے آئے۔ جو کہ سر ہند شریف سے چالیس میل کے فاصلے پر ہے۔ جوانی میں شاہی لشکر میں ملازمت اختیار کی۔ پہلے حضرت مجذد دالف ثانیؒ کے ایک خلیفہ حاجی خضر رونگائیؒ سے فیض حاصل کیا۔ بعد میں حضرت مجذد دالف ثانیؒ کی طرف رجوع کیا۔ اور جلد ہی وصال بن گئے۔ آپ تمام سلسلہ ہائے تصوف کے تعلیم یافتہ اور صاحب اجازت تھے۔

ان کے خلفاء وہ ہستیاں ہیں جن سے سارا ملت تابندہ ہے۔ حضرت شیخ حبیب پشاوریؒ، مولانا محمد فاضل یا سیمیؒ مٹھہ مغل خیل، حاجی عبد اللہ بہادر کوہاٹی، میاں نور محمد سلام پوری سوانحی، اخون الیاس دریویؒ، محمد عمر چکمیؒ اتمان خیل باجوڑ، محمد امین صدقیؒ پشاوری، محمد صدقیؒ مصلح مردان آلو قاسمی، محمد صدقیؒ تہ کال پشاور، شیخ محمد گلؒ ولد شیخ رحم کار کا صاحبؒ، مولانا سعد الدخانؒ وزیر آباد پنجاب، مولانا شیخ سعدی بخاریؒ لاہور اور اس طرح بے شمار دوسری ہستیاں ان کے خلفاء میں شمار ہوتی ہیں۔

صوبہ سرحد کی بڑی بڑی ہستیاں اور بڑی بڑی خانقاہ ہیں ان کے دم قدم سے جاری ہیں۔ مثال کے طور پر میاں محمد چکمیؒ، سید محمد سد ہوئیؒ، میاں مامون شاہ منصوریؒ، میاں محمد مومن ماشوگلگرویؒ، شیخ عبدالغفور پشاوریؒ، شیخ جنید پشاوریؒ، محمد شعیب توڑہ ہیرویؒ، حضرت سوانحی، حضرت کربونگویؒ، میاں رامباز چارسدویؒ، میاں محمد شیخ سنت آف ٹنگی، میاں صاحبؒ آف سترڈ، حافظ محمد صادق صاحبؒ آف رجڑ چارسده، بابا گان آف شیر پاؤ، شیخ محمد مومن آف مومن خان ڈھیری، شیخ رحیم دار آف میاں گوجرو، شیخ رضوان آف اکبر پورہ، شیخ محمد اکرم آف ریگی، میاں عبدالحکیم بخاریؒ آف گوجرو گڑھی، سید مہتر موسیؒ لیلين زئی، میاں عبدالحکیم کاکڑ آف دکی۔ یہ سارے حضرات ان کے فیوضات سے سیراب ہو چکے ہیں۔ حضرت بنوریؒ کی اولاد کوہاٹ اور پشاور، کابل، باجوڑ، سوات، مردان، کوئٹہ، پنجاب اور سندھ میں بنور خیل سادات کے

نام سے آباد ہیں۔

حضرت بنوریؒ کی شہرت جب زیادہ پھیل گئی اور آپ کے دسترخوان پر بیک وقت دس ہزار آدمیوں کا اجتماع ہونے لگا۔ تو مغل حکمران شاہ جہاںؒ کو آپ سے پر خاش ہونے لگا۔ وزیر سعد اللہ خانؒ اور مولانا عبد الحکیم سیالکوٹیؒ کو صورت حال معلوم کرنے کیلئے بھیجا۔ آپ مراقبہ میں مصروف تھے۔ اسلئے دونوں کو انتظار کرنا پڑا۔ جس سے تکدد رپیدا ہوا۔ واپسی پر بادشاہ کو اس سے بدگمان کیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ حج پر چلے جاؤ۔ اسلئے حضرت حج پر چلے گئے۔ وہاں ہی سکونت پذیر ہوئے۔ وفات کے بعد حضرت عثمانؓ کے جوار میں جگہ مل گئی۔

مگر اسی دوران بادشاہ کو خواب میں معلوم ہوا۔ کہ اس آدمی کیجانے سے بادشاہ کی حکومت ختم ہو جائیگی۔ بادشاہ نے فوراً آدمی روانہ کیا۔ تا کہ آپ کو منا کرو اپس لے آئیں۔ مگر اس وقت تک آپ سببیتی سے روانہ ہو چکے تھے۔ بعد میں وہی ہوا جو سب کے سامنے ہے کہ شاہ جہاںؒ کو اپنے بیٹوں کی وجہ سے حکومت سے ہاتھ دھونے پڑے۔ (۲۲)

حضرت حاجی عبد اللہ بہادر کو ہائیؒ:-

حضرت آدم بنوریؒ کے خلفاء میں خلیفہ اکبر حضرت سید حاجی عبد اللہ بہادرؒ تھے۔ خلیفہ اکبر صوفیاء کی اصطلاح میں اس خلیفہ کو کہتے ہیں جس کے ذریعے دوسرے خلفاء کو فیض پہنچ اور شیخ کی وفات کے بعد تکمیل کیلئے خلفاء اس کی طرف رجوع کریں۔ حضرت حاجی صاحبؒ کی ولادت ۱۶ رب المجب کو شام سے پہلے پہلے ۹۸۹ھ کو آگرہ میں ہوئی۔ اور مکہ مکرمہ میں ۱۶ شعبان ۱۰۵۲ھ بدھ کے دن حضرت آدم بنوریؒ سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ جبکہ ان کی وفات رجب کو جمعہ کے دن بے مطابق ۱۰۹۹ھ صبح صادق کے وقت ہوئی۔ ان کے خلفیہ اکبر شیخ مامون یوسف زنجیؒ تھے۔

ایک دفعہ اور نگ زیب عالم گیرؒ نے ان کو کسی مسئلے پر مناظرہ کرنے کیلئے بلایا۔ مقابلے کے سر کردہ علماء میں سے نور محمد مدققؒ تھے۔ جو کہ شکست کھا گئے اور حضرت حاجی بہادر صاحبؒ سے بیعت ہو کر ان کے خانقاہ کے خادموں میں شامل ہو گئے۔ حضرت حاجی عبد اللہ بہادرؒ کو عبد اللہ افغان خویشگی چشتی بھی کہتے ہیں۔ اور اسی نام سے انہوں نے دیوان حافظ کی ایک مسبو ط شرح بحر الفراستہ کے نام سے لکھی ہے۔ اسی طرح صاحب الولایت کے نام سے بھی اس کو پکارا جاتا ہے۔ یہ اس کا روحانی لقب بھی ہے۔ اور ویسے قدیم ہندوستان میں صوبہ سرحد کے لوگوں کو ولایتی کا نام بھی دیا جاتا تھا۔ حاجی صاحبؒ قصور کی غریبی قوم کے خویشگی قبیلہ کے شوریائی خاندان کے چشتی مشائخ کے خاندان کے ممتاز فرد تھے۔ ابتداء میں قصور میں رہتے تھے۔ وہاں سے اخون درویزہؒ کے بیٹے میاں کریم داؤؒ کے ساتھ دکن گئے

وہاں بیجا پور میں کچھ عرصہ گزارا۔ جہاں سے وہ آگرہ گئے اور سید آدم بنوی سے ملاقات ہو گئی۔ ان سے بیعت ہو کے ان کے ساتھ ہجرت کر گئے اور آخر دم تک ان کے ساتھ رہے۔ یہ خلیشگی قبلہ چشتی حضرات سے بیعت تھا۔ اسلئے حاجی بہادر کو چشتی بھی کہا جاتا ہے۔ ان حضرات میں شیخ المشائخ عطاء اللہ المعروف بـ شیخ اتو خلیشگی ہے۔

حضرت حاجی بہادر صاحبؒ کی تصنیفات مندرجہ ذیل ہیں۔

1. تبیان الحقائق (یا) شرح الكلمات الوفیہ
2. بحر الفراسة شرح دیوان حافظؒ
3. نور الافکار (مکتب نظاب)
4. شرح مشنوی مولائے رومؒ
5. شرح گلستان شیخ سعدیؒ (۲۳)

حضرت حاجی بہادر صاحبؒ کے حضرت سید آدم بنوی کی ساتھ بیعت کے تعلق کا ذکر حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اپنی مشہور تصنیف ”انفاس العارفین“ میں سید حافظ عبد اللہ کے واقعات کے ضمن میں کیا ہے۔

شیخ مانون یوسف زنی:-

ولادت: 1001ھ وفات: شاہ منصور 1099ھ

اخوند شیخ مانونؒ مندرجہ ذیل تھے۔ ضلع صوابی کے موضع شاہ منصور کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد ماجد دہلوی میں رہتے تھے۔ اور یہ وہاں ہی پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم دہلوی اور سہارنپور میں حاصل کی۔ شاہ جہانؒ کے آخری دور میں اپنے وطن واپس آئے اور خواجہ عبد اللہ کوہاٹیؒ سے بیعت ہو گئے۔ 17 ربیع الاول 1068ھ کو منگل کے دن آمیر و نامی گاؤں میں حضرت حاجی بہادر صاحبؒ سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔

شیخ مانون یوسف زنیؒ حضرت حاجی بہادر صاحبؒ کے خلیفہ اکبر تھے اور ان کے ذریعہ سے ان کا فیض بہت ہی زیادہ پھیلا۔ حضرت شیخ مانونؒ 14 شوال کو جمعہ کے دن 1099ھ میں فوت ہو گئے۔ مزار مبارک تہکال بالا پشاور میں ہے۔ شیخ مانونؒ نے شاہ منصور میں جو دینی درسگاہ قائم کیا تھا۔ وہ آج تک قائم و دائم ہے۔ وہاں سے مولانا محمد بڑے مشہور عالم، تقریباً 1230ھ میں گزرے ہیں جو علم فقہ میں سند مانے جاتے تھے۔ (۲۲)

حضرت شیخ اخوند محمد نعیمؒ:-

ولادت: گلیم پور 1029ھ

حضرت مولانا شیخ اخوند محمد نعیمؒ علاقہ مہمند کے موضع کامہ (سمت مشرقی افغانستان) گلیم پور نامی جگہ میں 13

رجب المرجب 1029ھ کو جمعرات کے دن صبح کی نماز سے پہلے پیدا ہو گئے۔ یہ علاقہ آج کل صوبہ ننگہ ہار کا حصہ ہے۔ اور اس زمانے میں ولایت کامل میں شامل تھا۔ اس کے بعد علاقہ کنٹر میں سرکافی نامی گاؤں کے ساتھ محمد نامی گاؤں میں رہتے تھے۔ مولانا محمد نعیم صاحبؒ بہت بڑے عالم و فاضل تھے۔ علم فقہ اور علم اصول فقہ کا درس دیا کرتے تھے۔

پیر سید حسن القادریؒ کے فرزند سید محمد غوث القادریؒ نے اس سے تلویح و توضیح کی کتاب اپنے نھیاں کے ہاں علاقہ کنٹر (موضع دوتائی پشت) میں رہتے ہوئے پڑھی تھی۔ سید مولانا محمد نعیمؒ نے علوم دینیہ کی تکمیل وادی پشاور سے کی تھی۔ اس کے بعد چالیس سال کی عمر میں 19 محرم 1069ھ کے قریب بروز سموار حضرت مولانا شیخ مامون یوسف زیؒ سے جلال آباد کے مقام پر خرقہ خلافت حاصل کیا۔ جبکہ 12 جمادی الثانی کو جمعرات کے دن شام کی نماز کے بعد 1121ھ میں وفات ہو گئے۔ مزار مبارک کامہ کے قریب پہاڑ کے دامن ہے۔ جو مر جع عام و خاص ہے۔ 1051ھ میں جب حضرت شیخ سعدی بخاری لاہوریؒ پشاور تشریف لائے تھے۔ تو انکی ملاقات کیلئے جلال آباد تشریف لے گئے تھے۔ ان کے مشہور خلفاء میں حضرت اخوند محمد سدوی قدس سرہ کا نام قابل یاد ہے۔ محمد غوث قادری لاہوریؒ بھی ان کے مریدوں اور شاگردوں میں شامل تھے۔ (۲۵)

شیخ اخوند شاہ محمد سدھومی نقشبندیؒ:

ولادت 1093ھ وفات 1191ھ

شیخ المشائخ مولانا اخوند سید محمد شاہ نقشبندی مجددیؒ 14 ذوالحجہ التوار کے دن شام کے وقت 1093ھ کو کنٹر نامی گاؤں علاقہ سدھوم ضلع مردان میں اس کائنات رنگ و بو میں تشریف لے آئے۔

ابتدائی تعلیم اس زمانے کے علماء سے وادی پشاور کے علاقہ سمه میں حاصل کی۔ جبکہ صفر المظفر کی سترہ تاریخ سموار کے دن شام کی نماز کے بعد بمقابلہ 1155ھ میاں محمد نعیم آف کامہ (مشرقی افغانستان) سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہو گئے۔ ان کا نام محمد تھا جبکہ والد کا نام سید بہائی خانؒ جو کہ سید علی المعروف بہ آلوخان کے بیٹے تھے اور سید علاء الدین حسن سنجریؒ کے واسطے سے حضرت سید احمد الملقب بہ مشوان ابن سید محمد گیسو دراز اول حسینی تک ان کا سلسلہ پہنچتا ہے۔ حضرت سید علی خانؒ کے والد محترم 1000ھ میں بلوجستان کے پشین نامی جگہ سے وادی پشاور تشریف لائے تھے۔ اور مردان کے طور کے موضع میں وہاں کے مشہور قبائلی سردار ملک حسن خان یوسف زیؒ کی درخواست پر قیام پذیر ہوئے۔ جبکہ 1065ھ کے قریب 83 سال کی عمر میں کالنگ کے مقام پر ایک لڑائی میں شہید ہو گئے۔ ان کا مزار شکری

نامی گاؤں میں کاٹنگ اور جمال گزی کے درمیان ہے۔ جو کہ شکری بابا کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کے پیر دمرشد اخوند میاں محمد نعیم صاحبؒ اپنے پیر و دمرشد حضرت شاہ منصوریؒ کے سلام کیلئے موضع شاہ منصور میں جاتے تھے۔ تو اس وقت اخوند سید محمد شاہ سدھومیؒ اسی درسگاہ میں زیر تعلیم تھے۔ سید شاہ محمد سدھومیؒ میاں محمد جمکنویؒ سے بھی میاں محمد نعیمؒ کی وفات کے بعد بیعت اور مجاز ہوئے۔ جو کہ شیخ محمد تکیؒ کے واسطے سے شیخ سعدی لاہوریؒ کے خلیفہ تھے جو کہ حضرت سید آدم بنوریؒ کے اجل خلفاء میں تھے۔ شاہ محمد سدھومیؒ کے خلفاء میں دو حضرات بہت نامور تھے۔ 1. اخوند عبدالکریمؒ 2. اخوند حافظ محمد صدیق بشورڑیؒ۔

سدھومی صاحبؒ چونکہ لمبے عرصے تک سفر و اسفار میں رہے۔ اسلئے ان کی پدری جائیداد پرمیاں خیلوں نے قبضہ کیا۔ نتیجتاً وہ سدھوم سے رسم منتقل ہو گئے اور وہاں ہی وفات پا گئے۔ ان کی اولاد بھی رسم میں آباد ہے۔ کچھ اولاد بو نیر کے موضع تواریخ میں بھی آباد ہے۔ کچھ لوگ انڈیا کے صوبہ بہار میں بھی آباد ہیں۔ (۲۶)

حضرت اخوند عبدالکریم را مپوری صاحبؒ:-

جناب اخوند عبدالکریم صاحبؒ اتوار کے دن عصر کے وقت ۹ صفر ۱۱۵۹ھ میں غزنی شہر میں جناب اخوند شاہ محمد ب سدھومیؒ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں مجاز ہوئے۔ جہاں پر حضرت سدھومیؒ مختلف اولیاء کرام کی زیارت اور ان سے فیض حاصل کرنے کیلئے تشریف گئے تھے۔

اخوند عبدالکریم صاحبؒ کے ایک خلیفہ غلام محمد شاہ صاحبؒ تھے۔ جو را مپور شریف بھارت میں رہتے تھے۔ غلام محمد شاہ صاحبؒ کے خلیفہ اخوند احمد امیر صاحبؒ تھے۔ جن کے خلیفہ شیخ محمد حسن صاحبؒ تھے۔ جنہوں نے آئینہ تصوف کے نام سے کتاب بھی لکھی ہے اور جن کا سلسلہ آج تک بھارت میں چل رہا ہے۔ (۲۷)

حضرت مولانا محمد ارشاد حسین صاحب قدس سرہ العزیز:-

حضرت مولانا امرشدن محمد ارشاد حسین صاحب ولد حکیم احمد حسین صاحبؒ کا نسب دس واسطوں سے حضرت مجدد الف ثانیؒ تک پہنچتا ہے۔ آپ کی ولادت ۱۲۲۹ھ کو مصطفیٰ آباد المعرفہ برا مپور شریف میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ مولانا شبی نعمانیؒ اور استاد العلماء مولانا احمد علی سہارپوریؒ سے علم حاصل کیا۔ علم فقہ میں کمال درک حاصل تھا۔

حصول علم کے بعد شیخ وقت حضرت شاہ احمد سعید صاحب مجددی کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے تعلق قائم

کیا۔ جلد ہی محبت سے محبوبیت میں داخل ہو گئے۔ مرشدزادوں کو جب آپ سے رشک ہونے لگا تو آپ نے پاس ادب رخصت ہونا چاہا، مگر پیر و مرشد نے فرمایا کہ کوئی آدمی اپنے دل و جان سے دوری اور اپنی آنکھوں سے مجبوری گوارا نہیں کرتا اسلئے آپس کی رخشیں ختم کر کے دودھ اور شکر کی طرح ایام بسر کرو۔ حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں ایک مدت تک تصوف و حقائق و اسرار، تفسیر و حدیث کی کتابیں پڑھیں اور ان کے بطنون سے باخبر ہو کر سلوک مجددی کو انجام تک پہنچایا اور اپنے وطن مالوف کو واپس ہوئے۔ ہفتے میں چار دن کتابوں کا درس دیتے تھے۔ جبکہ دونوں افقاء نویسی کا کام کرتے تھے۔ مولوی نذر حسین صاحب[ؒ] نے معیار الحق نامی کتاب جب نواب قطب الدین صاحب[ؒ] کی کتاب (جو انہوں ہفیت کی تائید میں لکھی تھی) کے مقابلے میں لکھی تو مولانا ارشاد حسین صاحب[ؒ] نے تقلید کے حق میں انتصار الحق کے نام سے کتاب لکھی۔ جس کو نواب قطب الدین صاحب[ؒ] نے بے حد سراہا۔ 63 سال کی عمر میں وفات پا کر خانقاہ کے پیچے اپنی مملوکہ زمین میں دفن ہوئے۔ (۲۸)

حضرت حافظ عنایت اللہ خان را مپوریؒ:-

آپ افغانی انسل ہیں۔ افغانستان میں آپ کے آباء اجداد ”شل بانڈہ بانس کٹا“ میں رہتے تھے۔ قضا کا منصب آپ کے خاندان کے پاس ہوا کرتا تھا۔ آپ کے جدا مجدد شیخ رحمت اللہ خان صاحب[ؒ]، نواب فیض اللہ خان[ؒ] (المتومن ۳۰۸ھ) کے عہد میں اپنی اہلیہ کے ساتھ را مپور تشریف لے آئے اور نواب موصوف کے ہاں اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ نواب مذکور کی وفات کے بعد نواب امیر خان والئی ٹوک کے لشکر میں سپہ سالار مقرر ہو گئے۔ سلسلہ قادریہ کے ایک بزرگ بھولا شاہ کی دعا سے آپ کی افغانی اہلیہ سے ایک بیٹا پیدا ہوا۔ جس کا نام بھولا شاہ نے حبیب اللہ رکھا اور اپنی کلاہ (جو کہ آج تک اس خاندان میں موجود ہے) اس پچے کے سر پر رکھ کر کہا کہ اس پچے کی صلب سے ولی کامل پیدا ہوگا۔ چنانچہ حبیب اللہ صاحب کے ہاں حافظ عنایت اللہ خان صاحب[ؒ] کی پیدائش ہوئی۔ حافظ عنایت اللہ خان صاحب[ؒ] کو پیدائش سے ہی اس بارگاہ ہستی کو دیکھ کر ایک نامعلوم قسم کا تحریر رہتا تھا۔ آپ نے حظ کی تعلیم حافظ محمد اکبر خان[ؒ] اور حافظ محمد عنایت اللہ خان[ؒ] سے، تجوید و قراءت قاری عبدالرحیم صاحب[ؒ] خلیفہ مجاز مولانا جمال الدین نظامی چشتی را مپوریؒ سے، جبکہ فارسی کی تعلیم مولوی کریم بخش صاحب[ؒ] سے حاصل کی۔ اس تعلیم سے فراغت کے بعد حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب[ؒ] کی خدمت میں پہنچ گئے، جو کہ اپنے شیک و مرشد حضرت شاہ احمد سعید صاحب[ؒ] کے ہاں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے سے مدینہ منورہ سے را مپور تشریف لا کر ملا اخوند صاحب کے مزار شریف کے ایک حجرے

میں فروش ہوئے تھے۔ حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب^ر روزانہ مسائل صرف کی ایک تقریب کھوادیتے تھے۔ بعد میں یہ مجموعہ ارشاد الصرف کے نام سے موسم ہو کر طبع ہوا۔ حضرت نے تمام علوم معقول و منقول اپنے پیر و مرشد سے پڑھے، البتہ بعض کتب اپنے شیخ کی اجازت سے دوسرے اساتذہ سے بھی پڑھیں۔ جن کے اسماء یہ ہیں۔ مولانا ہدایت اللہ جونپوری^ر، مولانا احمد حسن مراد آبادی^ر، مولانا عبدالعلی رامپوری^ر۔ علم میں آپ کا پایہ بہت ہی بلند تھا۔ بعض اوقات کسی مسئلے کی تحقیق میں ساری رات گزر جاتی تھی۔ کتب درسیہ کی تکمیل ابھی باقی تھی، کہ حضرت قطب ارشاد نے فرمایا کہ اب تم ہمارے حلقة میں بھی حاضر ہوا کرو۔ بیعت کے بعد جو تحریر ایام طفویلیت سے تھا، اس کے اسرار اب کھلنے لگ گئے۔ مکمل 30 سال تک آپ اپنے شیخ کی خدمت اس طرح رہے کہ سوائے حج ضروریہ کے ایک منٹ کے لئے بھی جدائی گوارا نہیں کی۔ حضرت قطب ارشاد کی وفات سے پہلے حضرت قبلہ نے خواب دیکھا کہ میں حضرت قطب ارشاد کے حضور میں ہوں کہ اسی اثناء میں حضرت مجدد الف ثانی رونق افروز ہوئے۔ ہم سب تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے۔ حضرت مجدد نے میراہاتھا پنے دست شفقت میں لیا اور مجھے قطب ارشاد کی مند پر بھایا۔ یہ خواب جب حضرت قطب ارشاد سے عرض کیا تو فرمایا مبارک ہوتا ہے۔

حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب^ر کی وفات کے بعد ان بھائی حضرت مولانا امداد حسین صاحب^ر کو ان کے مند پر بھایا گیا، مگر وہ لوگوں کو حضرت حافظ عنایت اللہ خان صاحب^ر کی طرف بھیجتے تھے۔ آٹھ مہینے کے بعد ان کا انتقال ہوا، اور حضرت حافظ عنایت اللہ خان صاحب^ر مند ارشاد پر تشریف فرمaho گئے۔

آپ نے طالبان حق کی ایسی رہنمائی کی کہ صوبہ سرحد سے لیکر بنگال تک مستفیدین استفادہ کرتے رہے۔ 86 سال کی عمر میں واصل بحق ہوئے۔

اپنے پیچھے کافی سارے خلفاء چھوڑے، جن میں سے ایک خلیفہ ہمارے مددو حضرت سید عبدالحیم شاہ صاحب^ر ہیں۔ (۲۹)

ختم خواجہ

مرقد جہ خانقاہ عالیہ میں زینتی پیالہ و خانقاہ فقیر حاجی احمد گل صاحب پہاڑ پور ضلع ڈیرہ اسماعیل خان

بعد از نماز عصر	بعد از نماز فجر
۱- درود شریف یک صدر مرتبہ	۱- درود شریف اللہم صلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحیہ ووارک وسلام علیہ یک صدر مرتبہ
۲- سورۃ فاتحہ سات مرتبہ	۲. سبحان الله وبحمده، سبحان الله العظيم استغفر الله واتوب اليه پانچ صدر مرتبہ
۳- سورۃ المشرح اناسی مرتبہ	۳. درود شریف یک صدر مرتبہ
۴- سورۃ فاتحہ سات مرتبہ	
۵- درود شریف یک صدر مرتبہ	
۶- سورۃ اخلاص ایک ہزار مرتبہ	
۷- اللہ ہم یا قاضی الحاجات یک صدر مرتبہ	
// //	بعد از نماز ظہر
// //	۱- درود شریف یک صدر مرتبہ
// //	۲- لا الہ الا انتم سبlynک آنی کنت من الظالمین پانچ صدر مرتبہ
// //	۳- یاخفى اللطف ادرکنی بلطفک الخفی پانچ صدر مرتبہ
// //	۴- لاحول ولا قوّة الا بالله پانچ صدر مرتبہ
// //	۵- یارفع الدرجات
// //	۶- یا رحم الرحمین

اگر بوجہ مصروفیت کبھی کوئی ختم مکمل نہ پڑھا جائے تو وقت کے متناسب اور ادا کی تعداد میں کمی کی جائے۔

طریقہ ختم خواجہان

چند آدمی اکٹھے ہو کر پاک صاف بدن اور کپڑوں کے ساتھ، پاک صاف مکان یا پھر مسجد میں بیٹھ کر سب مل کر ہر ایک دعا کی تعداد کو پورا کریں۔ تعداد کی زیادتی میں کوئی حرج نہیں۔ مسجد میں مسجد کے آداب اور نماز یوں کی نماز کا خیال رکھیں۔ بہت اوپھی آواز سے نہ پڑھیں، تاکہ آواز مسجد سے باہر نہ جائے۔ کم از کم ہفتہ میں ایک بار مقرر رہ وان اور مقرر وقت پر ختم کا اہتمام کریں۔ ختم شریف پورا کر کچنے کے بعد اس کا ثواب جناب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو، آل بیت کو، صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کو، تابعین، تبع تابعین، صدیقین، شہداء، صالحین، اولیاء کرام حبهم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو، جملہ انبیاء کرام علیہم السلام کو، جملہ سلاسل کے بزرگان دین کو، خصوصاً نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ کے بزرگان اور ان کے مریدین، متعلقین کو، جملہ علماء کرام حبهم اللہ کو، جمیع مومنین، مومنات کو، پوری امت محمدیہ کو ثواب بخشیں۔ اپنے والدین کو بھی ثواب بخشیں۔ پھر اس کا ثواب اپنے شیخ و مرشد کو بخشیں۔ پھر اللہ پاک سے اپنی حاجات کے پورا ہونے اور مشکلات کو حل کرنے کے لئے دعائیں، بلکہ پوری امت کے لئے دعائیں۔

نوٹ:- یہ ختم جمیع حاجات دنیا اور دین کے لئے اکسیر اعظم ہے۔

طریقہ بیعت کردن (کسی کو اس سلسلے میں داخل کرنے کا طریقہ)

ہمارے مشائخ کرام کا طریقہ تعلیم و تعلم اور ذکر کا یہ ہے کہ ہر دو طریقوں یعنی بانوریہ اور معصومیہ میں جب طالب کو تلقین کرنے لگیں تو پہلے شیخ سورۃ فاتحہ کے ساتھ ایک سورت ملا کر بلا تعلیم ارواح مطہرہ مشائخ طریقہ مطلوبہ کو ہدیہ کرے اور اپنے شیخ تک جو اپنے شجرہ کے مشائخ ہیں بخش دے۔ پھر اپنے دونوں ہاتھوں سے طالب کے ہاتھ پکڑے اور طالب بھی اپنے دونوں ہاتھوں سے شیخ کا ہاتھ پکڑ لے جس طرح مصنفوںہ مسنونہ کیا جاتا ہے۔ پھر طالب سے کہے کہ اس طرح کہو کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور رسول کریم ﷺ نے قبول کیا ہے، ہم نے قبول کیا اور جن سے رسول کریم ﷺ بیزار ہیں ان سب سے میں بیزار ہوں اور تمام گناہوں سے جو میں جانتا ہوں اور جن کو میں نہیں جانتا، میری توبہ ہے۔ استغفرالله تعالیٰ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ۔ اور پھر تین مرتبہ استغفار کا تکرار کرے اور طالب بھی منہ سے کہے اور دل سے قبول کرے۔ پھر شیخ اس سے کہے کہ منہ بند کرو اور زبان تالو سے گالا اور سانس ناک سے نکالو اور آنکھیں بھی بند کرو، اور قعدہ تشهد کی طرح بیٹھو اور طالب اس پر عمل کرے۔ پھر شیخ اپنی انگشت سبابہ طالب کے

دائیں لپستان سے دو انگلی نیچے رکھ کر طالب سے کہے کہ اس جگہ سے لفظ مبارک اللہ خیال سے اپنے دل میں کھوا ورنہ
طالب کے لطیفہ پر القاء ذکر کی نیت سے اپنی پوری ہمت سے تین مرتبہ لفظ مبارک اللہ اپنی زبان سے کہے۔ اسکے بعد وہ
بہ نیت القاء ذکر طالب پر توجہ کرے اس طرح کہ اپنا لطیفہ طالب کے سامنے کرے پھر اپنے لطیفے سے القاء ذکر کی نیت
سے مشغول ہو۔ یا پھر لطیفہ طالب سے بہ نیت القاء ذکر مشغول ہو اور اتنا کرے جو اسے اچھا معلوم ہو۔ پھر بہ شرط مصلحت
تعداد ذکر بتائے، بقدر اسکی لیاقت کے ادنیٰ درجہ دن رات میں پانچ ہزار ہے۔ کثرت ذکر کے لئے کوئی حصر نہیں ہے۔
(۳۱)

باب اول

حضرت سید محمد مسیمؒ تا حضرت سید عبدالحکیم شاہؒ

(ایک تعارف)

باب اول: حضرت سید محمد علیؒ تا حضرت سید عبدالحیم شاہؒ

(ایک تعارف)

چھٹی صدی ہجری کی ابتداء ہے، چنگیز خان کا زمانہ ہے۔ منگولوں کا ظلم اپنے عروج پر ہے۔ اسلام اگرچہ اپنے طول و عرض کے لحاظ سے ساری دنیا پر چھایا ہوا ہے۔ مگر مسلم حکمران اپنی عیاشیوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ آنے والے خطرات کا ان کو احساس تک نہیں ہے۔ علم فلسفہ اور حکمت کے باوجود مسلمانوں کے بازوؤں میں اب وہ طاقت محسوس نہیں ہوتی جو اس ان پڑھ، اجڑا اور گنوار قوم کے بازوؤں میں ہے۔ وسط ایشیاء کی آبادی کا دور دراز علاقہ جہاں تعلیم نہ ہونے کے برابر ہے ایک ایسی قوم کو برآمد کرتی ہے جس کی ہمت، حوصلے، اعصابی قوت، قوت فیصلہ اور میدان جنگ کی بہترین حکمت عملی کے سامنے عراق اور ہندوستان کی متعدد حکومتیں بھی ریت کا ثیلہ ثابت ہو جاتی ہیں۔ یہ قوم دشمن کے ساتھ مقاومت یا سمجھوتے سے کام لینا نہیں جانتی بلکہ اس کا ایک ہی اصول ہے کہ دشمن کو شکست دیکر اس کی افرادی طاقت کو قتل کر کے اس کی قوت کو پاٹ پاش کرو، تاکہ کل وہ بدلہ لینے کے قابل نہ ہو اور دوسرے لوگوں پر بھی ان کی وجہ سے رعب چھا جائے۔ تاریخ ان کو منگولوں کے نام سے جانتی ہے۔ حریت کی بات ہے کہ منگول صرف سادات کو معاف کرنے کے قائل تھے جبکہ باقی قوم کے جمیع طبقات کو ملیامت کر دیتے تھے مگر جب باقی قوم ختم ہو جائے تو سادات نے ان ویرانوں میں کیا بسیرا کرنا ہے اسلئے وہ بھی وطن ترک کرنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔

ان مہاجر سادات میں سید علی المسوی دکھان دان بھی ہے۔ سید علی المسوی کا تعلق بخاری سادات سے ہے۔ سادات بخاری، بخارا سے نسبت رکھنے کی وجہ سے بخاری کہلاتے ہیں۔ سادات بخاری کے آباء اجداد پہلے بخارا میں مقیم رہے پھر اسکے بعد انہوں نے پاکستان اور ہندوستان کی دیگر وادیوں کا رخ کیا۔ انکے شجرہ کے مطابق ان کے حالات کچھ یوں ہیں۔

سید جعفر ثانیؒ، حضرت سید امام علیؑ کے فرزند رجمند تھے (آپ کا پورا نام جعفر تواب زکی خلیل اللہ ثانی ہے) آپ نے دو مستورات سے عقد کیا۔ بی بی خدیجہ سے سید علی اصغر پیدا ہوئے اور دوسری بی بی آمنہ کے بطن سے سید موسیٰ تولد ہوئے جبکہ سید ہارون، سید حبیک اور سید ادریس کنیزوں سے پیدا ہوئے۔ آپ نے مستنصر باللہ کے عہد میں 271ھ میں وفات پائی اور سامرہ میں دفن ہوئے۔

سید ابو عبد اللہ علی اصغر اشتہر اپنے والد جعفر ثانی کے سجادہ نشین تھے آپ ایک بی بی غلام صغور پاکدامن بنت خدا یاد خان عقد میں آئے آپ کے ہاں سید ابو الحمد شہاب الدین عبد اللہ اور سید اسماعیل جد احمد سادات

بھکری (سنده) و گاذروں کی تولد ہوئے آپ نے مستشفی باللہ کے عہد میں وفات پائی آپ کا مزار سامنہ میں ہے آپ کا عہد 257ھ تا 321ھ ہے۔ والدہ کی طرف سے نسب اس طرح ہے نہب بنت ابوفضل محمد شریف فاضل بن سید ابو القاسم علی نقیب (قم ایران) بن سید محمد بن سید اسماعیل بن سید محمد الارقط بن عبداللہ باہر بن امام زین العابدین۔ سید عبداللہ نے دوناکا جیسے ایک بی بی رحمت بنت ابو تراب سے جن کے بطن سے سید احمد پیدا ہوئے اور دوسری بی بی جنت سے، جنکے بطن سے دوسرے فرزند تولد ہوئے آپ نے راضی باللہ عباسی کے دور میں 352ھ میں وفات پائی۔

سید احمد بن عبداللہ کی دو مستورات تھیں ایک بی بی ہاجرہ بنت عبداللہ قریشی جسکے بطن مبارک سے ابو محمد ناصر الدین محمود پیدا ہوئے آپ کا زمانہ 370ھ تا 467ھ تک کا ہے۔ دوسری بی بی بنت عبدالوهاب، جس کے بطن سے بقول مشہور علی اکبر پیدا ہوئے۔ سید احمد کا لقب قفال تھا آپ سب سے پہلے بخاراوارد ہوئے پورا نام سید ابو یوسف والبھمود احمد قفال یا سید احمد کبیر تھا۔

سید ناصر الدین محمود ایک مستور بی بی خدا بندی عقد میں لائے آپ کا عہد 340ھ سے 412ھ تک کا ہے۔ اسکے بطن سے سید محمد تولد ہوئے جنکا پورا نام اس طرح ہے سید ابو الفتح صفائی الدین محمد۔ آپ 519ھ کو بخارا میں فوت ہوئے۔ سید محمد ایک بی بی اللہ بندی عقد میں لائے جنکے بطن سے سید ابو علی جعفر اور سید محمد پیدا ہوئے آپ کی وفات بخارا میں 575ھ میں ہوئی۔

سید جعفر بخاری سید صفائی الدین محمد بخاری کے بیٹے تھے۔ آپ نے ایک بی بی نور بانو سے عقد کیا جسکے بطن سید علی ابو المؤید، سید محمد اکبر، علی اصغر اور سید عبدال قادر پیدا ہوئے۔ سید علی ابو المؤید کے سوا آخری تین صغیر سنی میں انتقال فر گئے۔ سید جعفر مشہور قول کے مطابق 575ھ میں اور غیر مشہور قول کے مطابق 590ھ میں وفات پا گئے۔

سید علی ابو المؤید بخاری کی چار بیویاں تھیں ایک مستور بی بی شہربانو دختر سلطان محمود شاہ تو را تھی، جسکے بطن مبارک سے سید جلال الدین قطب الاقطاب میر سرخ پوش بخاری اُچی تولد ہوئے دوسری بی بی آمنہ بنت عبداللہ شاہ شیرازی تھیں جسکے بطن سے سید احمد و سید حاجی حلیم اور سید عبدالوهاب پیدا ہوئے اور تیسرا بی بی سے سید در جمال، سید در کمال، سید در بلال، سید در نوال اور سید در نہال المعروف بدھن جہانیاں تولد ہوئے اور چوتھی بیوی سے سید مقصود علی اور سید مہر علی تولد ہوئے۔ آپ کا مزار مبارک بخارا میں ہے۔ آپ 600ھ کو فوت ہوئے۔ (۳۲)

سید علی المؤید کا یہ چھوٹا سا خاندان چند پاک نفوس پر مشتمل ہے جن میں مشہور نام سید در جمال، سید در جمال، سید

درکمال[ؒ] اور سید در بلال[ؒ] ہیں۔ خچروں پر سوار یہ قافلہ افغانستان سے ہوتے ہوئے موجودہ بلوچستان کے ضلع پشین میں داخل ہو جاتا ہے جہاں پٹھانوں کی مشہور قوم ”ترین“ آباد ہے ان مسافروں کو اپنی منزل کا کوئی علم نہیں ہے بلکہ یہ کسی میزبان کی تلاش میں ہیں۔ اتنے میں ان کا گزرایک ایسے خیمے پر ہوتا ہے کہ جس کا مالک بھی موقع پر موجود نہیں ہے البتہ مالکہ موجود ہے وہ مہمانوں کو خوش آمدید کہتی ہے اور اپنی بکری جو گھر کا کل اٹاٹھے ہے مہمانوں کی ضیافت میں ذبح کرتی ہے۔ شام کو مالک جب گھر واپس لوٹتا ہے اور ان اور ان اور انی چھروں کو دیکھتا ہے تو اس کی خوشی کی کوئی حد نہیں رہتی اور ان مہمانوں کو باقاعدہ قیام کی دعوت دیتا ہے۔ مہمان مشورے کے بعد اپنے ایک بھائی در جمال بخاری[ؒ] کو اس کے حوالے کرتے ہیں جس سے وہ میزبان اپنی بیٹی کو بیاہتا ہے۔ اور یوں اس خاندان کا ٹھکانہ بہاں بن جاتا ہے پشین کے طول و عرض میں سادات کے آباد خاندان جو شادی زئی، میسین زئی، حیدر زئی، ابراہیم زئی اور ان کی ذیلی شاخوں پر مشتمل ہیں اسی سید در جمال بخاری[ؒ] کی اولاد ہیں۔ (۳۳)

سید در جمال[ؒ] کے دوسرے بھائی سید درکمال[ؒ] کی اولاد کنز (افغانستان) میں آباد ہو گئی۔ ان کی اپنی قبر کو اس (زیارت، ضلع پشین) کے قریب ہے۔ تیسرا بھائی سید در بلال[ؒ] کی قبر بمقام ”پئے“ (سنگاوی تحصیل) میں ہے اس کی اولاد تحصیل کو لو اور تحصیل سنگاوی میں ”پی سی“ کے نام سے آباد ہے سید در جمال[ؒ] حج سے واپسی پر بسمی کے قریب کولا مپور شہر میں وفات پائے جہاں ان کی قبر آج تک مرجع خلافت ہے۔ (۳۴)

سید در جمال بخاری[ؒ] کے سب سے بڑے بھائی سید در جلال بخاری[ؒ] جو جلال الدین سرخ پوش بخاری کے نام سے مشہور ہیں اور جنکا اصل نام حسین تھا باقی القابات ہیں جو انکے نام کے ساتھ لگائے گئے ہیں، کوئی شہرت ملی کہ جسکے تعارف کی ضرورت ہی نہیں ہے ان کی قبر ریاست بہاولپور کے مشہور قصبہ ”اوچ شریف“ میں ہے جہاں قادری اور بخاری سادات کا ایک حسین امتراج پایا جاتا ہے ان کے پوتے حضرت مخدوم جہانیاں جہان گشت[ؒ] نے تو بین الاقوامی شہرت حاصل کی یہ خاندان سندھ سے لیکر با جوڑ تک پھیلا ہوا ہے۔ (۳۵)

سید در جمال بخاری[ؒ] کے چار بیٹے تھے

1. محمد اعظم یا سید سعدی یا سید غوث، جو شادی کے نام سے مشہور ہوا اور جس کی اولاد شادی زئی، آدم زئی اور ماما زئی وغیرہ ناموں سے مشہور ہے۔ سید شادی حلم و معرفت کے سمندر تھے انہوں نے بلوچستان کو معرفت اور حقیقت سے مالا مال کیا۔ انکے مشہور خلفاء میں سید محمد قاسم تبریزی اہن سید علاء الدین تبریزی تھے۔ اپنے شیخ سے فیض حاصل کرنے کیلئے ”کواس“ میں سکونت پزیر ہوئے جہاں آپ نے سید ابراہیم[ؒ] کی دختر سے نکاح کیا۔ جس سے سید ابراہیم، سید

بہرام، سید نورک اور سید پائند پیدا ہوئے چونکہ ہر سال حضرت امام حسینؑ کے مزار پر کربلا واقع عراق جاتے تھے اسلئے کربلائی سے مشہور ہوئے اور آپ کے گاؤں کا نام بھی کربلا پڑا جو کہ آج بھی اسی نام سے مشہور ہے آپؑ کی وفات زیارت بلوچستان میں چینہ کے مقام پر ہوئی۔

2. سید حیدر شاہؒ

3. سید ابراہیم شاہؒ

4. سید منور الدین شاہ المعروف بے سید منڑو۔

سید منڑو کی والدہ ایرانی تھی باقی تینوں بھائیوں کی والدہ ترین قوم سے تھی۔

حضرت سید محمد لیسینؒ:-

حضرت سید شادیؒ کے دو بیٹے تھے 1 سید محمد لیسینؒ 2 سید یوسفؒ مشہور یہ ہے کہ وفات سے پہلے سید شادیؒ نے اپنے بڑے بیٹے سید لیسینؒ کو گھوڑے پر بٹھایا جبکہ چھوٹے بیٹے سید یوسفؒ کو پچھیری پر بٹھا کر دونوں کو مختلف سمت میں روانہ کیا گھوڑی کی پچی گھوڑے کے پیچھے چل پڑی جس پر سید شادیؒ نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ میر اسار انصیبہ سید لیسینؒ کو ملے گا۔ جس کا حل اس نے یہ نکلا کہ سید لیسینؒ کو اپنے نام پر رہنے دیا جبکہ سید یوسفؒ کو اپنے نام یعنی شادی کے نام سے مشہور کیا اور یہ روایت آج تک لیسین زئی اور شادی زئی قبیلوں میں چلی آرہی ہے کہ جس مجلس میں لیسین زئی اور شادی زئی دونوں اکٹھے ہوں وہاں بات لیسین زئی کی چلے گی۔ اس کے مقابلے میں شادی زئی کو بولنے کی مجال بھی نہیں ہوگی۔ تاہم اس میں بھی شک نہیں کہ شادی زئی خاندان میں بڑے صاحب نسبت اور صاحب علم بزرگ گزرے ہیں جن کی خانقاہوں کے نشانات آج بھی پائے جاتے ہیں۔ جبکہ لیسین زئی قبیلے نے اپنا زیادہ عرصہ گمنامی میں گزارا ہے۔

سید در جمالؒ کے پوتے سید لیسینؒ جسکی طرف لیسین زئی قبیلہ منسوب ہے کی قبر بلوچستان کے مشہور مقام زیارت میں زرندے نامی جگہ کے قریب زیارت نامی گاؤں میں ہے۔ ان کے ساتھ ان کے بھائی سید یوسفؒ اور ان کے والدگرامی سید شادیؒ کی قبر ایک بہت بڑے پرانے طرز کے ہال میں بے شمار دوسری قبروں کے ساتھ اس علاقے کے لوگوں کی زیارتگاہ بنی ہوئی ہے۔ لیسین زئی قبیلہ اس کے قرب و جوار میں ضلع پشین، کوئٹہ، لورا لائی، ٹوپ، دکی، کندھار، فلات اور غزنی میں ہزاروں کی تعداد میں پھیلا ہوا ہے۔

افغانی روایات کے مطابق بہت سی کرامات سید محمد لیسینؒ کی طرف منسوب ہیں مقامی لوگ اس کے خاندان کے ہر فرد کو مقدس اور متبرک سمجھ کر اپنی حاجات کیلئے وسیلہ بناتے ہیں بعض خیالات توہات کی حد تک بھی پہنچ جاتے ہیں۔

پرانے زمانے کے دستور کے مطابق یہ لوگ رحلۃ الشاء والصیف اختیار کرتے ہوئے سرحد اور پنجاب کے گرم علاقوں کی طرف کوچ کرتے تھے جبکہ گرمیوں میں واپس بلوچستان اور افغانستان جانکلتے تھے۔ اسلئے خاندان کے اکثر حالات صیغہ خفاء میں رہ گئے ہیں اور اکثر گزر اوقات خاندانی روایات اور بزرگی کے واقعات پر ہوا کرتا تھا۔

سید محمد لیلین[ؒ] کے پڑپوتے کے بیٹے سید رسمم کے تین بیٹے تھے۔ جن میں سے دو بیٹے تو اپنے آبائی گاؤں میں اپنے دادا کے مسکن میں بددستور ہے۔ ان کی اولاد دو بڑی بستیوں میں آباد ہے۔ قدرت کی ستم ظریفی دیکھنے کے علم معرفت سے خالی ہونے کے ساتھ ساتھ یہ لوگ دنیاوی شان و شوکت سے بھی محروم ہیں۔ یہ دونوں بستیاں آج تک ”لیلین زئی بستیوں“ کے نام سے مشہور ہیں یہ بستیاں پشین شہر کے شمال میں تین چار کلومیٹر کے فاصلے پر آباد ہیں۔ جبکہ تیسرے بھائی سید شمس الدین[ؒ] المعروف بہ شمعونے اپنے آبائی گاؤں کو خیر باد کہہ کر افغانستان اور بلوچستان میں خانہ بدوشی کی زندگی گزاری۔ سید شمس الدین[ؒ] کی اس جگہ سے نقلِ مکانی آج سے چار سو سال پہلے ہوتی ہے۔ سید شمس الدین[ؒ] کے دوسرے بھائی کا نام عبدالقدار عرف ماما تھا جبکہ تیسرے بھائی کا نام پہلوان تھا۔ سید شمس الدین[ؒ] کا مزار لور الائی شہر سے مشرق کی طرف جانے والی سڑک پر جہاں اسکی دو شاخیں بن جاتی ہیں مرزا خان نامی گاؤں کے قبرستان میں واقع ہے۔ نشانی کے طور پر اس کی قبر پر سوراخ دار پتھر رکھا گیا تھا مگر آج وہ پتھر بھی کہیں نظر نہیں آتا۔

سید شمس الدین[ؒ] کی اولاد افغانستان، بلوچستان، خیبر پختونخوا اور پنجاب کے مختلف قبرستانوں میں دفن ہے۔ صوبہ غزنی، قلات، قندھار، پشین، لور الائی، جنوبی وزیرستان کے مشہور قبرستان سپین کے قبرستان، درہ گول کے قبرستان میں جہاں مشہور افسانوی شخصیات میلی اور مجھوں کی قبریں بھی ہیں، ضلع میانوالی کے مشہور قبصے کنڈل کے قبرستان میں سید شمس الدین[ؒ] کی اولاد ان خطوں کو نواز نے کے لئے دور دراز کے اسفار کے کثمن مراحل سے گزر کر آرام فرمائیں۔ سید شمس الدین کی اولاد جہاں جہاں دفن ہیں ان کی فہرست مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ سید ابو بکر ابن سید شمس الدین، اس طرح ملک شاہ ابن سید ابو بکر، اس طرح خواجہ دین ابن سید ملک شاہ کی قبریں نامعلوم ہیں۔

۲۔ سید نبی ابن سید خواجہ دین کی قبر غونڈ خوز مقام نزدوانا میں ہے۔

۳۔ سید محمد نبی ابن سید محمد ظفر کی قبر وانا کی حدود میں غالباً سپین کے مقام پر ہے۔

۴۔ سید غلام محمد ابن سید محمد ظفر کی قبر بھی وانا کے حدود میں غالباً سپین کے مقام پر ہے۔

۵۔ سید عل محمد ابن سید غلام محمد کی قبر درہ گول میں گل کچ کے مقام پر ہے۔

نوت نمبر۱: یقبریں صرف مقام اور جگہ کے حوالے سے معین ہیں باقی خاص قبروں کا کوئی علم نہیں ہے۔

۶۔ حضرت سید مہتر مویٰ ابن سید لعل محمد کی قبر "مقر" ضلع غزنی میں ہے جو معلوم اور معین ہے اور آجکل مقریازار سے ایک سڑک بھی اسی قبر تک بنائی گئی ہے۔

نوت نمبر۲: مغل خیل شاخ کے مذکورہ بالا بزرگوں اور ان کی اولاد کا تذکرہ کسی قدرت تفصیل کے ساتھ کتاب کے آخر میں درج یادداشت کے باب میں ذکر ہیں۔

حضرت سید مہتر مویٰ شاہ صاحبؒ:

قدرت نے چونکہ اس خاندان سے انسانی خدمت کا کام لینا تھا اسلئے تقریباً دو سو سال پہلے یسین زئی قبیلہ میں ایک ایسا فرد پیدا ہوا جس نے اپنے قبیلے کا رخ دوسری طرف پھیر دیا۔ سوئے ہوئے دلوں کو جگا دیا موسوم دنیا سے مخلوق خدا کو نکال کر حقیقت سے ان کو آشنا کیا، خیسے کی دنیا میں رہتے ہوئے لوگوں کے دلوں پر حکومت کی اور یہ ثابت کر دیا کہ تاج و تخت اور بغیر کسی قصر سلطنتی کے بھی ریاست چلائی جاسکتی ہے۔ اور اس طرح اس سلسلہ کے بانی مبانی ٹھہرے۔

اس بندہ خدا کا نام "سید مہتر مویٰ" تھا۔ اور "فتیق راہا" کے نام سے مشہور تھے۔ ان کی وفات ۳ اربیع الاول ۱۸۷۱ء مطابق ۳ جون ۱۸۸۸ء ہوئی۔ دوسرے بھائی کا نام سید محمد عیسیٰ گل تھا۔

سید مہتر مویٰ صاحبؒ کے تین بیٹے تھے 1۔ سید احمد گلؒ 2۔ سید عبدالکریمؒ 3۔ سید فیض اللہؒ۔ سید عبدالکریم صاحبؒ اپنی قوم کے سردار تھے۔ ہر چھوٹی بڑی بات میں قوم اس کی طرف رجوع کرتی تھی۔ انہوں نے چاہا کہ قوم کو کوچی توب سے نکال کر ایک جگہ پر جمع کیا جائے۔ جس کیلئے امیر حبیب اللہ خان والئی افغانستان نے اسے قندھار شہر سے شمال کی طرف پندرہ، بیس کلومیٹر کے فاصلے پر تھصیل باباوی (جسکے نام پر موجودہ حسن ابدال ہے جہاں انہوں نے چلہ کشی کی تھی) میں ایک قطعہ زمین جوئے لاہور نامی نالے کے ساتھ دیا۔ اگرچہ ساری قوم اس کے ساتھ متفق نہ ہو سکی۔ تاہم دو تین سو گھرانے وہاں آباد ہوئے۔ آج بھی وہ آبادی جوئے لاہور کے نام سے موسوم ہے۔ والئی مذکور نے، دوسری نالہ صاحبان کے نام سے پنج والئی تھصیل میں دیا مگر پوری قوم کے آبادنے ہونے کی وجہ سے وہ نالہ رہ گیا۔ سید عبدالکریم صاحبؒ نے پشاور میں تھصیل علم کی تھی بڑے معقولی مدرس تھان کے دو بیٹے تھے۔ 1۔ سید محمد حسن صاحبؒ 2۔ سید احمد جان صاحبؒ۔ سید محمد حسن صاحبؒ جوانی میں فوت ہو گئے ان کا یک بیٹا رہ گیا۔ جس کا نام مولانا محمد سدوزی صاحب ہیں۔ مولانا سید محمد سدوزی صاحب ابھی تک حیات ہیں۔ نوے کے دھائی میں چل رہے ہیں۔ بیماریوں میں بیتلہ ہیں۔

بڑے اچھے عالم دین ہیں۔ افغانستان کے نامور سیاسی اور مذہبی علماء میں ان کا شمار ہے۔ مولانا محمد سدوزی صاحب حضرت سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ کے نواسے ہیں۔ انہوں نے تعلیم خانقاہ میسین زئی پنیوالہ میں حاصل کی ہے۔ بعد میں اکوڑہ خٹک سے دورہ حدیث کیا۔

سید احمد جان صاحبؒ کے دو فرزند تھے۔ مولانا سید عبد الرحمن صاحبؒ اور مولانا سید عبدالحمید صاحبؒ۔ یہ دونوں حضرات، خانقاہ میسین زئی میں پڑھتے رہے۔ اس طرح صاحبزادہ گان خانقاہ میسین زئی کے ساتھ وال پچھرال (میانوالی) وغیرہ مراکز میں زیر تعلیم رہے۔

حضرت سید مہتر موسیٰ صاحبؒ کے تیسرے فرزند کا نام سید فیض اللہ تھا جو کہ اپنے بھائی سید احمد گل صاحبؒ کے خلیفہ تھے سید فیض اللہ صاحبؒ کا ایک ہی بیٹا سید میر حیدر شاہ صاحبؒ کے نام سے تھا۔ موصوف نے کافی عمر پائی۔ بڑا تاریخ دان، پشتو کا شاعر اور جہاں گشت قسم کا آدمی تھا۔ پٹھانوں کی تاریخ پر مشتمل ستر ہزار ابیات پر مبنی ایک شاہنامہ لکھا۔ اس طرح مناظروں کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ جس میں گرمی سردی اس طرح بہار اور نزان کے درمیان مناظرے ہیں۔

حضرت سید مہتر موسیٰ صاحبؒ نے تعلیم کہاں اور کیسے حاصل کی؟ کچھ بھی معلوم نہیں ہوا کہ انہوں نے نہ صرف اپنی زندگی کو خوب رکھا بلکہ اپنے آپ کو بھی ظاہر نہیں ہونے دیا۔ انہوں نے سلسلہ نقشبندیہ کے معصوی طریقے میں حضرت خواجہ دوست محمد قدھاریؒ سے سلوک طے کیا جنکا تذکرہ حضرت قدمہاری صاحبؒ نے اپنے شیخ و مرشد حضرت خواجہ احمد سعید صاحبؒ کے نام خط میں اس طرح کیا ہے۔

”سیادت و نقابت پناہ صفوت ونجابت دستگاہ سید مہتر موسیٰ شاہ صاحب، سید حیدر شاہ صاحب کے ماموں ہیں۔ چند سال مشابھ وقت کی صحبت میں طریقہ نقشبندیہ نوریہ چشتیہ نظامیہ قادریہ و سہروردیہ میں کسب فیض کیا بعد ازاں فقیر کی طرف رجوع کیا۔ فقیر نے عرض کیا کہ تمہارے پیر زندہ ہیں جب تک وہ اجازت نہ دیں سلسلہ میں داخل نہیں کر سکتا۔ آخر پیر اول کی خدمت میں جو کہ حاجی صاحب کے نام سے مشہور تھے حاضر ہو کر ان سے اجازت لیتا کہ مجھ سے بیعت ہو جائیں انہوں نے بیعت ہونے کی اجازت دے دی۔ فقیر نے انہیں طریقہ نقشبندیہ مجددیہ معصومیہ بطریق طفرہ توجہ دی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ شرف اجازت سے مشرف ہو کر کچھ احباب کو بھی سلسلہ میں داخل کیا ہے۔“ (۳۶)

حضرت سید مہتر موسیٰ صاحبؒ نے اپنے پہلے شیخ کی خدمت میں رہ کر سلسلہ نوریہ میں اجازت حاصل کی تھی جو کہ دراصل سلسلہ کبرویہ کی ایک شاخ ہے۔ اس سلسلے کی پوری تفصیل تو مہیا نہ ہو سکی تاہم سلسلہ نوریہ کے شیخ کی تفصیل

جو چھوڑی بپت مہیا ہو سکی مرقوم ہے

سید علی ترمذیؒ میں ایک بزرگ کا نام سید محمد نور، نور بخش یا محمد نور الملقب بـ نور بخش ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اسی جلیل القدر شخص نے سر زمین ایران میں تصوف کے ایک نئے سلسلے کو فروغ دیا تھا جس کو سلسلہ نوریہ یا نور بخشیہ کہا جاتا ہے۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ سید نور بخش ترمذیؒ سلسلہ کبرویہ کے جلیل القدر بزرگوں میں سے تھے اور بعد میں سلسلہ نور بخشیہ کے بانی ٹھہرے۔ آپ کے اس سلسلہ نور بخشیہ کو خراسان و ایران میں بڑی مقبولیت حاصل رہی ہے اور اس مبارک تصوفی مسلک کے آثار اب بھی سر زمین ایران میں موجود ہیں۔

حضرت سید محمد نور، نور بخش کا سلسلہ کبرویہ مندرجہ ذیل ہے۔

سید نور بخش از خواجہ ابو اسحاق ختلانی از خواجہ امیر کیبر علی ہمدانی از خواجہ محمود مزدقانی از خواجہ بہاؤ الدین سمنانی از خواجہ رضی الدین علی لا لا از خواجہ نور الدین عبد الرحمن از خواجہ شحم الدین کبری از خواجہ عمار یاسراز خواجہ ابو نجیب عبدالقاهر سہروردی از خواجہ احمد غزالی از خواجہ ابو بکر نسا کی از خواجہ ابو القاسم گرگانی از خواجہ ابو عثمان مغربی از خواجہ ابو علی کاتب از خواجہ ابو علی روڈباری از سید الطائفہ جنید بغدادی از خواجہ سری سقطی از خواجہ معروف کرخی از امام علی رضا از امام موسیٰ کاظم از امام جعفر صادق از امام محمد باقر از امام زین العابدین از حضرت امام حسینؑ از حضرت علی المرتضیؑ از حضرت سید الکونین محمد مصطفیٰ ﷺ۔

اسی طرح حضرت سید مہتر موسیٰ صاحبؒ نے سلسلہ نقشبندیہ کے بنوی طریقے میں ضلع غزنی کے تحصیل شلگر کے ایک بڑے بزرگ حضرت علی محمد شلگریؒ سے خلافت حاصل کی۔

حضرت سید مہتر موسیٰ صاحبؒ نقیر منش انسان تھے جنہوں نے اپنے پیچھے کوئی جائیداً نہیں چھوڑی۔ ان کی خانقاہ بھی ان کی طرح چلتی پھرتی خانقاہ تھی سردیوں میں مریدوں اور خلفاء کی جماعت کے ساتھ موجودہ پاکستان وارد ہوتے تھے۔ چار پانچ مہینے یہاں باقاعدہ قیام کرتے تھے۔ اور اس دوران افغانستان کے مختلف قبائل کے لوگ تربیت اور تزکیہ کیلئے حاضر خدمت ہوتے تھے۔ اور پھر گریوں میں دوبارہ افغانستان میں خانقاہ آباد کرتے تھے۔

موجودہ پاکستان میں باقاعدہ کوئی جگہ خانقاہ کیلئے نہیں خریدی گئی بلکہ کبھی عیسیٰ خیل کے جنوب میں دریائے کرم کے جنوبی کنارے سیراڈا لتے تھے اور کبھی پیالہ کی موجودہ جگہ (خانقاہ لیلين زئی) میں۔ اس طرح افغانستان میں بھی قندھار، قلات اور غزنی کے مختلف مقامات میں متعلقین کی دعوت کے مطابق گرمیاں گزارتے تھے۔ ان کی وفات ۲۳ اریج الاول ۱۸۷۱ء میں بمقابلہ 3 جون ۱۸۷۱ء کو ہفتے کے دن ضلع غزنی، اوس والی (تحصیل) مکر میں ہوئی۔ مکر شہر سے

باہر 13,12 کلومیٹر کے فاصلے پر مشرق کی طرف ان کا مزار ہے۔

حضرت سید مہتر موسیٰ صاحبؒ کے خلفاء عظام:-

حضرت سید مہتر موسیٰ صاحبؒ کے اکثر خلفاء پردوہ خفاء میں ہیں۔ چند ایک کا مختصر تعارف یہ ہے۔

(1) ایک خلیفہ جنکا تعلق صافی قبیلے سے ہے ان کی پائتی میں دفن ہے۔ جن کا نام ملا باران تھا۔ حضرت سید مہتر موسیٰ صاحبؒ ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے، کہ ”قیامت کے دن اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا لائے ہو تو میں جوب میں کہوں گا کہ ملا باران کو لایا ہوں۔“ (۳۷)

(2) دوسرے خلیفہ فقیر صاحبؒ محمد یارک والے تھے۔ جنہوں نے اپنی خانقاہ قائم کی جو کہ آج تک قائم ہے۔

(3) سید محمد عمر ولد سید خواجہ محمد صاحبؒ، جو کہ سید عمری کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کا تذکرہ بعد میں آرہا ہے۔

(4) ملا عثمان مانجھر خیل۔ ان کی اولاد جوئے لا ہور میں آباد ہے۔

نوٹ: محمد شہزاد مرودت اعضر خیل کی مروت والے کوفقیر ابا (حضرت سید مہتر موسیٰ صاحبؒ) نے آخری دفعہ جب وہ افغانستان جا رہے تھے طلب کیا تھا اور خود ٹکلوڑہ کے مقام پر تین دن اس کا انتظار کیا تاکہ اس کو خلافت سے سرفراز کریں مگر شہزاد صاحبؒ کو دیری سے اطلاع میں جسکی وجہ سے ان کی ملاقات نہ ہو سکی اور خلافت کا معاملہ جوں کا توں رہ گیا۔

(۳۸)

حضرت سید احمد گل صاحبؒ:-

پانچویں خلیفہ ان کے فرزند حضرت سید احمد گل صاحبؒ تھے۔ جوان کے بعد ان کے جانشین بھی بن گئے۔ سید احمد گل صاحبؒ کی ولادت ۱۲۵۶ھ بمقابلہ ۱۱ مارچ ۱۸۴۰ء کو ”کتواز“، ضلع غزنی میں ہوئی۔ ولادت کے بعد والد محترم ان کو اپنے شیخ و مرشد حضرت حاجی دوست محمد قندھاریؒ کے پاس لے گئے۔ انہوں نے اپنا ہاتھ مبارک اس کے سر پر کھلایا اور اپنے مرشد حضرت خواجہ احمد سعید صاحبؒ کی دستار مبارک جو انہوں نے مکرر مدد سے حج کے موقع پر بھیجی تھی، ان کے سر پر باندھتے ہوئے ان کے لئے دعائے خیر مانگی اور ان کو حافظ بنانے کی وصیت کی۔

(۳۹)

گویا حضرت سید احمد گل صاحبؒ کو خلافت بچپن ہی سے حضرت دوست محمد قندھاریؒ کی جانب سے ملی تھی۔ یہ طریقہ صوفیاء کے ہاں مشہور ہے اور وہ اس سلسلے میں رہنمائی لیتے ہیں کہ حضرت یحییٰؓ اور حضرت عیسیٰؓ کو بچپن ہی سے نبوت

ملحقی۔

حضرت سید احمد گل صاحبؒ نے پیسین زئی قبیلے کے ایک جیبد عالم دین ملا عبد الرسولؒ (کریم خیل) سے علوم پڑھے تھے۔ فقہ پر کامل عبور حاصل تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ تجوید کے بھی بڑے ماہر تھے۔ لمبے قد کے سفید رنگ کے خاموش طبع آدمی تھے۔ ان کے نام حضرت خواجہ محمد عثمان دامائیؒ کا خط بھی ان کے مکتوبات میں درج ہے مگر یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ انہوں نے حضرت دامائی صاحبؒ سے کوئی استفادہ کیا تھا یا نہیں؟

خانقاہ پیسین زئی کا قیام:-

پہلے وہ بھی گرمی اور سردی کے موسم کے مطابق افغانستان اور موجودہ پاکستان کا سفر کیا کرتے تھے مگر بعد میں 1898ء کے لگ بھگ خانقاہ پیسین زئی کی موجودہ جگہ کا انتخاب کر کے باقاعدہ سکونت پذیر ہو گئے۔ یہ جگہ پنیوالہ کی مشہور شخصیت خان شہاب الدین خان ”قوم ڈھیڈی“ نے دی تھی۔ جو کہ حضرت خواجہ عثمان دامائیؒ کے مرید تھے اور فوائد عثمانیہ میں حضرت خواجہ عثمان دامائیؒ کا خط بھی ان کے نام موجود ہے۔ خان شہاب الدین خان نے حضرت سید احمد گل صاحبؒ کو یہ زمین ان کے بیمار ہونے پر دی تھی تاکہ حضرت باقاعدہ یہاں اقامت پذیر ہو جائے۔ حضرت سید احمد گل صاحبؒ کی وفات خانقاہ کے قائم ہونے کے تین سال بعد مرض اسہال میں ہوئی۔ حضرت سید احمد گل صاحبؒ کے پتوں میں دو حضرات بقید حیات ہیں، (۱) سید عبدالکریم شاہ ولد سید عبدالعزیز شاہ صاحبؒ اور (۲) سید حبیب اللہ شاہ ولد سید عبدالغفار شاہ صاحبؒ، جو کہ اس وقت کوئی میں رہتے ہیں اور ساتھ کی دہائی میں جاری ہے ہیں۔

سر اولف کیر و اپنی کتاب ”دی پٹھان“ میں اسی خاندان کے بارے میں لکھتا ہے

”(سدادت کا) ایک اور خاندان ڈیرہ جات کے شمال میں شیخ بدین کی پہاڑیوں سے نیچ پنیوالہ کے مقام پر آباد ہے۔“ (۲۰)

پنیوالہ:-

پنیوالہ شہر کی بھی اپنی ایک تاریخ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک یونانی جرنیل پینی کلاس نے 180 تا 190 قبل مسیح میں یہاں ملتان وغیرہ علاقوں پر حملہ کرنے کیلئے ایک کمپ لگایا تھا، اسی نام کی مناسبت سے یہاں بعد میں پنیوالہ شہر آباد ہو گیا۔ پنیوالہ کی اصل آبادی، موجودہ آبادی سے مشرق کی طرف پہاڑیوں میں (تورہ غنڈی) گھری ہوئی تھی۔ جس دور میں صحابہ کرامؐ بلوچستان کے راستے اس علاقے میں وارد ہوئے تو یہاں بدھ مت کا مذہب رائج تھا۔ واضح ہو کہ صوبہ

خبر پختونخوا میں حضرات صحابہؓ کا گزر سب سے پہلے ڈیرہ اسماعیل خان سے ہوا ہے۔

پنیالہ کے موجودہ ”بلج“ لوگوں کا تعلق لودھی خاندان سے ہے۔ اسی قبیلہ کے متعلق ”اقوامِ پاکستان کا انسائیکلو پیڈیا“ میں آتا ہے

”یہ پٹھانوں کا ایک چھوٹا سا قبیلہ ہے جو پنیالہ میں آباد ہے ان کے متعلق مشہور ہے کہ یہ پٹھان حملہ آوروں کے ساتھ یہاں آئے تھے۔“ (۲۱)

یہ لوگ پہلے کٹہ خیل کے قریب لاڑگی میں آباد ہوئے تھے پھر جان کج ہجے کو آج کل اُبھر کہا جاتا ہے میں آباد ہوئے۔ اسکے بعد موجودہ جگہ میں منتقل ہو گئے۔ مشہور ہے کہ سوری کے چچا شرقی یا سرکی کی قبر پنیالہ شہر میں ہے جبکہ سیانی کی قبر پنیالہ سے آگے پہاڑ پور کی سڑک کے قریب ہے۔ پنیالہ کا مشہور مزار ”حضرت حاجی بلج بابا“ کی ہے جو کہ حضرت شاہ عیسیٰؒ کا خادم اور خلیفہ تھا۔ جن کی اپنی نسل نہیں چلی، ہاں ان کے متینی کی نسل ضرور چلی ہے۔

خانقاہ کا محل و قوع:-

خانقاہ لیلين زئی، پنیالہ شہر سے شمال کی طرف ایک کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ درمیان میں قدرتی پانی کا نالہ ”توئے“ جو کہ پہاڑی چشمیوں سے نکلتا ہے، بہتا ہے۔ حضرت سید احمد گلؒ نے خانقاہ کی بنیاد رکھی، مگر اس کی ابتدائی شکل کیا تھی؟ اس کے متعلق حتیٰ کچھ کہنا مشکل ہے۔ ہاں اتنا کہا جا سکتا ہے کہ مروجہ مکانوں کی انہوں نے چھپر سے ابتداء کی ہوگی۔ آپ چونکہ خانقاہ کے قیام کے تیسرے سال کے دوران انتقال فرمائے، اسلئے خانقاہ کو وسعت اور باقاعدہ تعمیر کی شکل حضرت سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ نے دیدی۔ ویسے خانقاہ کے ارکگرد کا جغرافیہ جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے، فطری اور قدرتی خوبصورتی کی وجہ سے بڑا لکش ہے۔ مغرب میں کوہ شخ بدین ہے جو کہ اپنی بلندی سے ڈھلوان کی طرح مغرب سے مشرق کی جانب ایک لمبی سیر ہی کی شکل میں پھیلا ہوا ہے۔ یہ پہاڑ درہ تنگ کے قریب جا کر ختم ہو جاتا ہے، جہاں سے پنجاب (ضلع میانوالی) کے حدود شروع ہو جاتے ہیں۔ کوہ شخ بدین کی چوٹی جہاں گریوں میں لوگ سیر و تفریق کے لئے جاتے ہیں۔ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان اور ضلع کی مردست میں تقسیم ہے، بلکہ حضرت سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ نے وہاں جو گھر خریدا تھا اور جو خانقاہ قائم قائم کی تھی، اس کی آدھی زمین ضلع کی مردست میں ہے جبکہ دوسرا نصف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کے حدود میں ہے۔ اس طرح خانقاہ جنوب مشرق میں کوہ سرخ ہے جو مشرق کی طرف جاتے ہوئے تقریباً سو درجے کے زاویے کے ساتھ شمال کی طرف مڑ جاتا ہے اور کوہ شخ بدین کے مشرقی سرے کے قریب ایک درہ چھوڑتے ہوئے زمین کے برابر ہو جاتا ہے۔ کوہ سرخ کے شمالاً جنوباً پھیلے ہوئے بازو کے پیچے مشرق کی جانب ”

چشمہ“ کے مقام پر دریائے سندھ کا پانی ایک جھیل کی شکل میں کھڑا رہتا ہے۔ جہاں سے پانی رس کر پنیالہ کی طرف چشموں کی شکل میں نکلتا ہے۔ کوہ سرخ کے دامن میں دریائے سندھ کے پانی کی وجہ سے باغات کا بہت بڑا سسلہ ہے جہاں لنگڑا آم اور ڈھکی کھجور کثرت کے ساتھ کاشت کی جاتی ہے۔ خانقاہ کے شہابی طرف کو چھوڑ کر جہاں کاشت کی زمین ہے باقی تینوں اطراف میں خود رکھجور کے جنگل ہیں۔ کوہ سرخ کے پیچھے جنوب کی طرف اگرچہ نہر کی وجہ سے زمین آباد ہے مگر پنیالہ کی خوبصورتی قدرتی ہونے کی وجہ سے علاقہ بھر میں مشہور ہے۔

حضرت سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ نے اپنے دور میں ایک کچی مسجد تعمیر کی۔ مسجد کے بالکل سامنے قبرستان کی بنیاد رکھی۔ مسجد کے ساتھ ملحق ایک کمرہ درس و تدریس کے لئے قائم کیا۔ ذرا فاصلے پر مشرق کی طرف دو تین کچے جھرے مہمانوں کی رہائش اور تسبیح خانے کے طور پر استعمال کرنے کے لئے بنائے۔ ان جھروں کے ساتھ کتب خانے کیلئے ایک کمرہ بنایا گیا۔ کتب کا نام کتب خانہ حلیمیہ تھا، جو کہ 1330ھ میں قائم ہوا تھا۔ کتب خانہ اب گرچکا ہے اور کتابوں کے لئے تبادل بند و بست کیا گیا ہے۔

خانقاہ کی جگہ زمین سے ذرہ بلند ہے۔ اس لئے مقامی زبان میں اس کو ”ٹوپی“ کہتے ہیں۔ اس سطح مرتفع سے مشرق کی طرف اترتے ہوئے قدرتی چشموں کا پانی بہتا ہے۔ کسی زمانے میں یہی پانی خدام ٹینوں اور بالٹیوں میں بھر بھر کرلاتے تھے جو کہ چار پانچ سو گز کا فاصلہ بن جاتا ہے۔ بعد میں حضرت سید احمد صاحبؒ کے زمانے میں 1944ء میں چھپر کی جگہ ایک بڑا اہال بنایا گیا، جو کہ ابھی تک موجود ہے۔ اس ہال میں شمالاً جنوباً پانچ پانچ دروازے رکھے گئے۔ 1960ء کے قریب کچی مسجد کو شہید کر کے ایک خوبصورت مسجد تعمیر کی گئی۔ پھر وہ کی اس مسجد کی تعمیر تقریباً سال کے عرصے میں مکمل ہوئی۔ حضرت صاحبزادہ سید محمود صاحبؒ نے مسجد کی تعمیر کو منظوم انداز کچھ اس طرح بیان کیا ہے۔ آپ کے یہ اشعار مسجد کے پیشانی پر نقش ہیں۔

در تاریخ ابتدائے کار مسجد خانقاہ و ختم کارش و نامِ معمار و بانی گفتگم

مطلع تاریخ مسجد افتتاح کاراو	سال ہجری یک ہزار و سه صد ہفتاد و دو (۱۳۷۲ھ)
مسجد کے کام کی تاریخ کی ابتداء اور اس کا افتتاح	ہجری سال کے مطابق ۱۳۷۲ھ ہے
اختتامیں از تو پر سم حافظاً باماً بگو	نام بانی ہم عیان گن نام این معمار او
اے حافظ! اس کام کی تیکیل کی تاریخ بھی بتلا دو	اسی طرح اس مسجد کے بانی اور معمار کے نام بھی ظاہر کرو
سید احمد کہ ساعی بود اندر کاراو	معظم الدین رانداني ہست آن معمار او

کیا تو معظم الدین کوئی جانتا وہ اسکا معمار تھا	سید احمد، اس کام کی گمراہی کرنے والا اسکا بانی تھا
سینزدہ صدد دو ہشتاد است سال ختم او	آفریں برہمت آن آفریں بر کاراو
مسجد کے کام کی تکمیل کا سال ۱۳۸۲ھ ہے	شاباش ہواں کی ہمت اور کام پر

(۲۲)

مسجد کے سامنے والی قبرستان اب مسجد کے شمال میں آگئی ہے، کیونکہ مسجد کو ذرا جنوب کی طرف ہٹایا گیا۔ مسجد کے جنوب میں ایک تالاب بنایا گیا جس میں بارش کا پانی ذخیرہ ہوتا تھا۔ جو کہ پینے کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ اس طرح مسجد کے سامنے ایک نلاکا لگایا گیا جو کہ وضواہ نہانے کے کام آتا تھا۔ بعد میں حضرت صاحبزادہ محمود صاحب[ؒ] کے زمانے میں ٹیوب ویل کے بندوبست کی وجہ سے پانی کا پرانا سُم تبدیل ہو گیا۔ پانی کے لئے ٹیکنی بنائی گئی۔ وضوخانہ اور طہارت خانے تعمیر کئے گئے۔ اس طرح خانقاہ کے مقبرہ کے ارد گرد حولی بنائی گئی۔ خانقاہ میں بھلی کی لائیں 1962ء میں حاجی عبدالرحمن خان مرود (اعضز خیلوی) کی کوششوں سے لگائی گئی جو کہ اس وقت واپڈا میں اکاؤنٹنٹ تھے۔ اسی طرح باقاعدہ گورنمنٹ پرائزیری سکول کی عمارت 1967ء میں بنائی گئی۔

ابتدائی حالات و مشکلات:-

ان دنوں انگریزوں کا راجح تھا۔ مقامی خانقاہ ہیں انگریز کے گماشتوں، مقامی بیوروکریسی کے اشاروں پر چل رہی تھیں۔ جبکہ صاحبزادہ سید احمد گل صاحب[ؒ] کا طریقہ اس کے بالکل بر عکس تھا۔ اسلئے اس وقت کی مشہور گدیوں کا رویہ اُنکے ساتھ نہ صرف معاندانہ تھا۔ بلکہ گاہے گاہے مناظروں تک بھی نوبت لیجاتے تھے۔ حضرت سید احمد گل صاحب[ؒ] مردّ جہ رسمات اور بدعاں سے بالکل محنت برہتے تھے۔ اسلئے یہ بات بھی ان کی آنکھوں میں ہکلتی رہتی تھی۔ مگر سید احمد گل صاحب[ؒ] اپنے مسلک کو چھوڑنہیں اور دوسروں کے مسلک کو چھیڑنہیں، پر عمل پیرا ہوتے ہوئے ان چیزوں سے کنارہ کشی اختیار کئے ہوئے تھے۔ ایک دفعہ گواڑہ شریف کے حضرات کا کسی کے ساتھ حضور ﷺ کے علم کے حوالے سے مناظرہ تھا انہوں نے حضرت سید احمد گل صاحب[ؒ] کو بھی اس مناظرے میں شرکت کی دعوت دی۔ مگر انہوں نے یہ کہہ کر معدرت کر لی کہ فی الحال میرے پاس ایسا ترازو نہیں ہے جس سے میں اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کا علم قول سکوں

(۲۳)

اسی طرح کا ایک دوسرا واقعہ پیش ہوا کہ کسی موقع پر ایک مشہور مسلم لیگی خانقاہ سے کچھ علماء ان سے مناظرہ کرنے

کیلئے اپنے ساتھ اونٹ کے کجاوے میں کتابیں لیکر آگئے، حضرت کامزاد مناظرے کا نہیں تھا ادھروہ مناظرے پر مصر تھے۔ حضرت نے شنگ آکر ان کی کتابوں میں سے ایک کتاب کھول کر ان کے سامنے رکھ لی اور کہا کہ اومولوی صاحب تمہاری اپنی کتاب تمہارے خلاف بول رہی ہے انہوں نے دیکھا تو واقعی مسئلہ ان کے خلاف تھا مجلس کا یہ رنگ دیکھ کر وہ یہ کہتے ہوئے بھاگ گئے کہ یہ تو کتابی علم نہیں ہے کوئی اور چیز ہے۔ (۲۲)

اس قسم کے واقعات سے حضرت کے مسلک، طبیعت اور مزادج کا رنگ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ نہ شہرت کے خواہاں تھے نفس کے غلام تھے۔ تاکہ ہرجائز اور ناجائز حربہ استعمال کرتے اور کسی نہ کسی طریقے سے اپنے آپ کو شہرت یادِ دولت کا مرجع بنایتے۔ اس قسم کے حضرات پھر کسی کا دباؤ بھی قبول نہیں کرتے کیونکہ مفادات کی دنیا سے یہ آزاد ہوتے ہیں اور بقول خواجہ عبداللہ انصاریؒ ان کا نفس عین روح بن جاتا ہے۔ ع: نفس خود را روح کر دہ، روح را دادہ فتوح۔

یہ حضرات، اللہ کی رضا حاصل کرنے اور مخلوق کی خدمت کرنے اور ان کو راہِ راست پر لانے میں فناء الفناء کے مرتبے سے گزر کر بقاء کے معراج پر فائز ہوتے ہیں اس طرح عزت، ذلت، شہرت، گنائی سب کچھ اللہ کی طرف سے جانتے ہیں اور اپنے آپ کو مرغ بُکل کی طرح قدرتِ الٰہی کے حوالے کر دیتے ہیں۔

گرد و پیش میں حکومت وقت کو خوش کرنے، سنتی شہرت حاصل کرنے، اپنے اور اپنی اولاد کیلئے کچھ جمع کرنے کا ماحول تھا اور یہ مردقندر ہر قسم کی قید سے آزاد لوگوں کو اللہ سے ملانے کے مشن میں غرق تھا۔ اسلئے علماء سوء کے فتوؤں کی زد میں اکثر رہا کرتے تھے جن کی اکثر کوشش یہی ہوتی تھی کہ عام لوگوں کے ذہنوں میں آپ کے خلاف شکوہ پیدا کئے جائیں۔ آپ کا روایہ اس کے برعکس تھا کہ رواجی پیروں کی اکثریت مریدین کی کثرت اور خانقاہ کی چہل پہل پر خوش ہوتی ہے اور اسی چیز کو معیارِ حق سمجھتی ہے۔

حضرت سید احمد گل صاحبؒ کے صاحبزادگان:

(۱) سب سے بڑے فرزند سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ حضرت کے خلیفہ اور جانشین تھے۔ تفصیلی تذکرہ بعد میں آرہا ہے۔

(۲) دوسرا فرزند صاحبزادہ دین محمد صاحبؒ تھے۔ جو کہ ۱۸۷۵ء کو بدھ کے دن پیدا ہوئے۔ حضرت خواجہ سراج الدین صاحبؒ (موئی زمی شریف) کے خلیفہ تھے۔ آپ ۱۸۹۲ء کے شوال ۱۴۳۵ء بمقابلہ ۲۵ فروری ۱۹۳۲ء کو فوت ہوئے تھے۔ خانقاہ میں مدفن ہیں۔

(۳) تیسرا فرزند سید نور محمد صاحبؒ، ۱۸۹۲ء کے دن پیدا ہوئے۔ سید

عبد الباقی صاحب، جو راقم الحروف کے ننانا تھے کے والد محترم تھے۔ ۱۰ شوال ۱۳۲۳ھ بمقابلہ ۲۳ اپریل ۱۹۲۶ء کو جمعہ کے دن فوت ہوئے۔ خانقاہ میں مدفون ہیں۔

(۲) سید عبدالغفار صاحب^ر، اجمادی الآخر ۱۳۱۳ھ بمقابلہ ۲۷ نومبر ۱۸۹۵ء کو بدن کے دن پیدا ہوئے۔ آپ کے تین بیٹوں میں سے مولانا سید حبیب اللہ صاحب^ر بقیدِ حیات ہیں اور اچھے مدرس ہیں۔ سید عبدالغفار صاحب^ر کے ۱۳۴۷ھ بمقابلہ ۱۹۵۷ء میں وفات پاگئے۔ جوئے لاہور، قندھار میں مدفون ہیں۔

(۳) سید عبدالستار صاحب^ر لاولد تھے۔ خانقاہ میں مدفون ہیں۔

(۴) مولانا سید شیر محمد صاحب^ر ۸ محرم ۱۲۹۳ھ بمقابلہ ۲۳ جنوری ۱۸۷۷ء کو منگل کے دن پیدا ہوئے۔ اچھے عالم دین تھے، مولانا صاحبزادہ عبدالحمید صاحب^ر اور صاحبزادہ امیر محمد صاحب^ر انکے بیٹے تھے۔ ۱۸ شوال ۱۳۵۵ھ بمقابلہ کیم جنوری ۱۹۳۷ء کو جمعہ کے دن وفات پائی۔ جوئے لاہور، قندھار میں مدفون ہیں۔

(۵) مولانا سید پیر محمد صاحب^ر جو ایک زبردست عالم دین تھے مولانا صاحبزادہ عبد الباقی صاحب^ر اور مولانا عبدالحی صاحب^ر انکے فرزند تھے۔ جوئے لاہور، قندھار میں مدفون ہیں۔

(۶) سید عبدالحکیم صاحب^ر کی ولادت ۵ ارجی ۱۳۰۶ھ بمقابلہ ۱۷ مارچ ۱۸۸۹ء کو اتوار کے دن ہوئی۔ لاولد تھے۔ جوئے لاہور، قندھار میں مدفون ہیں۔ (۲۵)

(۷) مولانا سید عبدالعزیز شاہ صاحب^ر المعروف بہ ناپینا صاحب۔ خانقاہ میں مدفون ہیں۔ جنکا تذکرہ بعد میں آرھا ہے۔

حضرت سید احمد گل صاحب^ر کی وفات: ۷ رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ بمقابلہ ۲۹ دسمبر ۱۹۰۰ء کو ہفتے کے دن ہوئی اور موجودہ خانقاہ میں بھیشیت بانی خانقاہ ان کا مزار ہے۔ مزار کے کتبے پر صاحبزادہ محمود صاحب^ر کے درج ذیل اشعار قلم ہیں۔

شیخ احمد گل ^r کے بودا بانی این خانقاہ	سنگ بنیادش نہاد از دست پاک باصفا
سید احمد گل ^r جو کہ اس خانقاہ کا بانی تھا	انہوں نے اس خانقاہ کی بنیاد اپنے پاک ہاتھوں سے رکھی
سال ہجری یک ہزار و سوہ صد و پنچ دہ	بعد از سہ سال (۱۳۱۸ھ) شد شیخ راہی راہ بقا

اس کی تاریخ ہجری ایک ہزار تین سو جبکہ تین سالوں کے بعد (۱۳۱۸ھ) شیخ دنیا سے رخصت ہوئے	شیخ دنیا سے رخصت پندرہ (۱۳۱۵ھ) ہے
تا بودھس و قمرتابندہ برا وج سما	یا کریما رحم کن این خانقاہ آباد دار
جب تک سورج اور چاند آسمان کی بلندی پر روشن ہیں	اے کریم رحم کرو اور اس خانقاہ کو آباد رکھ
حافظ محمود گوید خادم این خانقاہ	شاد باش و شادزئی نامش ترا پیشین زئی

(۲۶)

حضرت سید احمد گل صاحبؒ کے خلفاء:-

حضرت کے خلفائے کی مکمل تفصیل معلوم نہ ہو سکی تاہم جو معلوم ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) حضرت سید فیض اللہ صاحبؒ:

حضرت کے چھوٹے بھائی تھے زبردست عالم دین تھے۔ پشتوا اور فارسی دونوں زبانوں کے بڑے شاعر تھے۔ صاحب دیوان تھے۔ جو کہ اب ناپید ہے۔ قبر مبارک ”نو قلا“ کٹھ واز میں ہے۔

(۲) حضرت فقیر احمد گل صاحبؒ (یارک):

فقیر صاحبؒ کے فرزند تھے جو کہ حضرت سید مہتر موسیٰ صاحبؒ کے خلیفہ تھے۔ حکمت کا کام بھی کرتے تھے۔ حضرت سید احمد گل صاحبؒ کی وفات کے بعد گولڑہ شریف والوں سے بیعت ہو گئے۔

(۳) حضرت مولوی خلیفہ محمد صدیق صاحبؒ:

ناصر قوم سے تعلق تھا۔ پہلے پنیالہ شہر میں سکونت تھی۔ بعد میں سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ کے کہنے پر خانقاہ منتقل ہو گئے۔ اور حضرت نے رہائش کیلئے ایک چھوٹا سا مکان بھی دیا۔ سردیوں میں آس پاس پوندوں کی آبادیوں میں امامت کرتے تھے۔ سید احمد گل صاحبؒ کی وفات کے بعد جب سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ رام پور شریف والوں کے پاس چلے گئے۔ تو خلیفہ محمد صدیق صاحبؒ نے احتجاج کیا کہ میرے ہوتے ہوئے رام پور جانے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ جس پر ان کی نسبت سلب ہو گئی۔ بعد میں معذرت کرنے پر نسبت تو بحال ہو گئی مگر نسیان کی بیماری خصوصاً نماز میں لائق

ہو گئی۔ خلیفہ صاحب ساری زندگی خانقاہ میں رہے۔ ان کے بیٹے مفتی محمود صاحب[ؒ] اور خلیفہ محمد صاحب[ؒ] عبدالخیل منتقل ہو گئے تھے مگر خلیفہ صاحب[ؒ] ان کے ساتھ جانے پر راضی نہ ہوئے خانقاہ کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔ خلیفہ صاحب[ؒ] کے مزار کے کتبے پر حضرت صاحبزادہ محمود صاحب[ؒ] کے درج ذیل اشعار قم ہیں۔

صدیق	بدرگاہ	توبے	زادرسیدہ زانجا کہ بدرگاہ توبازادہ نزید
صدیق تیری	درگاہ	میں بغیر تو شے کے آیا ہے	دہاں پر جہاں کہ تو شہ مناسب نہیں لگتا
ماراطلبیدی	بخارندی	و بدرگاہ	محرومی این خواندہ بشان تو نہ نزید
مجھے طلب	کیا اور درگاہ	میں بلا یا	اس بلائے ہوئے کی محرومی تیری شان کے مناسب نہیں
معروض من این است	جودی چواتم	نیست بخود تو نہ نزید	جگشی کہ جرم ہمہ بخشنی
میری درخواست یہ ہے	مکمل نہ ہو تو تیری سخاوت	دو	کہ میرا جرم بخش دو

(۲۷)

خلیفہ محمد صدیق صاحب[ؒ] کے دو خلفاء تھے ایک مولانا شیر محمد بنیالوی[ؒ] اور دوسرے انکے اپنے فرزند مولانا احمد صاحب[ؒ]، جنکو انہوں نے مرض الموت میں ان کی خواہش پر خلافت دی کہ میں نے سلسلے کے سارے اس باق طے کیے ہیں اور مجھے یقین نہیں آتا کہ اس مرض سے جانب ہو سکوں اور میں یہ چاہتا ہوں کہ قیامت کے دن زمرة خلفاء میں اٹھایا جاؤں اسکی وفات کے بعد خلیفہ محمد صدیق صاحب[ؒ] نے حضرت سید عبدالعزیز شاہ صاحب[ؒ] سے ان کی رائے معلوم کرنی چاہی تو شاہ صاحب[ؒ] نے نہ صرف تصویب فرمائی بلکہ بڑی خوشی کا اظہار فرمایا۔

(۲) حضرت مولانا محمد صالح صاحب[ؒ]:-

آپ کا تعلق ناصر قوم کی عالم بیگ خیل شاخ سے تھا۔ بہت بڑے عالم دین تھے۔ کوچی تھے۔ دینی تعلیم افغانستان سے حاصل کی تھی۔ اپنے شیخ حضرت سید احمد گل صاحب[ؒ] کے بہت ہی قریب تھے اسلئے حضرت سید عبدالحکیم شاہ صاحب[ؒ] نے اپنے بڑے فرزند سید احمد صاحب[ؒ] کی شادی انکی پوتی سے کر دی جس سے ایک بیٹا (مولانا سید محمد محسن شاہ) اور دو بیٹیاں پیدا ہو گئیں۔

مولانا محمد صالح صاحب[ؒ] بہت ہی کم تعداد میں بیعت کرتے تھے۔ کسی مرید کو توجہ دی تو وہ نیم پا گل ہو گیا، بعد میں اس کو خانقاہ کے حضرات کے پاس بھیج دیا جس پر خانقاہ کے حضرات نے کہا کہ مولوی صالح محمد مریدوں کو پا گل بنانے کا ہمارے

پاس بھیج دیتے ہیں۔

مولانا صالح محمد صاحب[ؒ] کے دو بیٹے تھے (۱) ملا محمد یار صاحب[ؒ] اور (۲) ملا اللہ یار صاحب[ؒ]۔ جوئے لاہور قندھار کے صاحبزادہ شیر محمد صاحب[ؒ] ان کے بہنوئی تھے۔ اس طرح ان کے دونوں فرزند صاحبزادہ عبد الحمید صاحب[ؒ] اور صاحبزادہ امیر محمد صاحب، مولانا صالح محمد صاحب[ؒ] کے بھانجے تھے۔ مولانا صالح محمد صاحب[ؒ] کی قبر ضلع ڈیرہ غازی خان میں ”وہوا“ کے مقام پر فقیر نامی قبرستان میں ہے۔ (۲۸)

(۵) حضرت ملا صاحب جان[ؒ]۔

(۶) حضرت سید غلام محمد شاہ[ؒ] (غلام گل اخونزادہ) ابن سید محمد حسن ابن سید پیر محمد ابن سید محمد علیم[ؒ]۔

(۷) حضرت مولانا سید عبدالکریم صاحب[ؒ] ابن سید مہتر موسیٰ صاحب[ؒ]۔

اکتفی میں حالات پیچھے یادداشت میں ملاحظہ ہوں۔

حضرت سید عبدالحکیم شاہ صاحب[ؒ]:

حضرت سید احمد گل صاحب[ؒ] کے بڑے فرزند تھے۔ آپ اربع الاول ۱۲۸۶ھ برابر 22 جون 1869ء پیدا ہوئے۔ سلسلہ بنوریہ اپنے والد محترم سے طے کیا تھا۔ والد کی وفات کے بعد مرشد کی تلاش شروع ہو گئی۔ اسی تگ ودو میں سرہند شریف پہنچ گئے۔ وہاں سے حافظ عنایت اللہ خان صاحب[ؒ] جو کہ مولانا ارشاد حسین صاحب فاروقی کے خلیفہ تھے، کے پاس جانے کا اشارہ ہوا۔ خود بھی صاحب نسبت تھے۔ ان کو دیکھ کر جوہری کی طرح جوہر کی قیمت کا اندازہ ہوا۔ ان کے ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ اور قلیل عرصے میں سلوک طے کر کے مجاز ہو گئے۔ اپنے والد کی وفات کے وقت سید عبدالحکیم شاہ صاحب[ؒ] افغانستان (غزنی) میں تھے رات کو خواب میں اندازہ ہوا صبح ناصر قوم کے جان محمد نامی ایک خادم کو ساتھ لیکر اونٹ پر روانہ ہوئے جان محمد عرف جانی کا بیان ہے کہ اسی دن مغرب کے وقت ہم پیالہ پہنچ گئے۔ سید عبدالحکیم شاہ صاحب[ؒ] نے خانقاہ کو چار چاند لگائے افغانستان سے لیکر پنجاب تک سلسلے کو پھیلایا۔

خانقاہ کے خلاف سازش

اس وقت تک انگریز نے اپنے پنجے اس سارے علاقوں میں مکمل گاڑ لئے تھے۔ وہ اپنے مخالفین کو کسی حوالے سے بھی معاف کرنے کے قائل نہیں تھے۔ ادھر خانقاہ والوں کا نظر یہ انگریزی سامراج مخالفت کا تھا۔ اور کسی طرح سے اس میں مصالحت یا مدد اہم ت کار استہ اختیار کرنے کیلئے تیار نہیں تھے۔ اسلئے انگریز حکومت نے اپنے یار دوستوں کو اس کام پر لگایا

کہ خانقاہ کیلئے سماج میں سراپا کرنے کے راستے بند کر دیے جائیں عوام کو کسی نہ کسی طریقے سے ان سے بذریعہ کیا جائے۔ جس کیلئے ایسے شکوہ و شبہات پیدا کرنا ضروری تھا جو پیرا ہوں، لابدی طور پر ان کا اور وہ بہ کے راستے سے ہو گا تاکہ کوئی اس کا ازالہ نہ کر سکے۔ عوام کا تعلق چونکہ صحیح طور پر قرآن خوانی سے کم ہوتا ہے اور پھر خصوصاً پڑھان لوگ جو قرآن کو پشتہ میں پڑھتے ہیں قرآن خوانی سے بہت دور ہوتے ہیں، اسلئے قرآن پڑھنے کے حوالے سے ان کو جلدی بذریعہ کیا جا سکتا ہے سین اور ثاء اور صاد جیسے حروف میں ویسے پڑھے لکھے لوگ بھی فرق نہیں کر سکتے۔ اگر کوئی عالم دین کسی حرف کے صحیح تلفظ کو متعارف کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کو بدنام کرنے میں کوئی کسر اٹھانیں رکھتے۔

اسی قسم کا مسئلہ حضرت سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ کے خلاف کھڑا کر دیا گیا۔ حضرت کے والد محترم چونکہ تجوید کے عالیٰ ماہر اور فقیہہ النفس عالم تھے اس نے تو ابتداء سے ہی حضرت کا نفس ناطقہ ربانی علوم سے منور تھا۔ ذوق صحیح اور اعلیٰ وجدان کی وجہ سے حق کی پیچان اور اس تک رسائی ان کی فطرت ثانیہ بن چکی تھی۔

حروف کو صحیح خارج اور صحیح صفات سے ادا نہ کرنے کی اصلاح تو وفا فوقا ہوتی رہتی ہے اور نسبتاً آسان بھی ہے اور کسی حد تک قابل معافی بھی ہے۔ مگر صفات کی تبدیلی کیوجہ سے نفس حروف کو جب ایک دوسرے سے تبدیل کیا جائے تو اس سے حروف تھجی کی بنیاد میں مسماں ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔ حالانکہ حروف تھجی جملہ علوم قرآنیہ کیلئے اساس ہیں اور بقول حضرت پیران پیر صاحبؒ کے، صفات قدیمه میں سے ہیں۔ (۲۹)

جهالت اور علمی کے اس اندھیرے میں حضرت کی خانقاہ نے ایک ایسے حرف کی نشاندہی کی جس پر افغانستان اور پاکستان کے پشتہ کے علاقے میں دیزپرڈے پڑے تھے۔ حضرت سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ نے صرف اس حرف کے صحیح تلفظ کی نشاندہی کی اور اپنے تینیں اس حرف کے پڑھنے کی کوشش کی۔ باقی نہ انہوں نے کسی پر کوئی فتویٰ لگایا اور نہ کسی سے مناظرہ کرنے کی ٹھانی ہاں بعض جذباتی مریدین نے اس موقع سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوتے ضرور اس میدان میں جولانی و کھانی جو حضرت کے منع کرنے پر بھی بازنہ آئے مگر حضرت کا اپنا مزارج نہ اس قسم کا تھا، اور نہ حضرت نے اس بازار کو گرم کرنا چاہا۔

خانقاہ سے متعلق بعض علماء نے جو بعد میں اس مسئلہ میں کافی سرگرم بھی رہے۔ جب حضرت سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ نماز میں ہمیں آگے کرنے کی نسبت دیوبند اور ہندوستان سے فارغ التحصیل علماء کو زیادہ ترجیح دیتے ہیں۔ تو حضرت نے بس اتنا کچھ فرمایا کہ آپ لوگ حرف ضاد کو جس طرح پڑھتے ہیں حقیقت میں اس طرح نہیں ہے۔ تحقیق کرنے پر وہ بھی اسی طرح نتیجے پر پہنچے کہ اس حرف کا صحیح تلفظ حضرت کے کہنے کے مطابق ہے ہاں ان علماء نے حضرت

کے منع کرنے کے باوجود بھی اس مسئلہ کو غیر معمولی طور پر اچھا لئے کی غیر ضروری کوششیں کیں۔

اس کے علاوہ ان گردی نشینوں کی وجہ سے عوام کے اندر جو توهات پھیل رہے تھے اور دین کی بنیادوں میں بدعتات کی ریت بھری جا رہی تھیں خصوصاً پٹھانوں کے دور دراز کے علاقوں میں صورت حال اور بھی نہایت قابل افسوس تھی خانقاہوں میں تربیت اور تزیین کیے کہ جگہ تعریز، گندے، ندزو نیاز اور خدا کی قدرت کی جگہ پیر کی قوت نے لے لی تھی۔

سیاسی حوالے سے حضرت کے مسلک پر ملارستم کا واقعہ صحیح روشنی ڈالتا ہے جو انھوں نے راقم الحروف سے بیان کیا تھا کہ میں ایک دن حضرت کی خدمت میں پولیس میں بھرتی ہونے کی اجازت مانگنے کیلئے حاضر ہوا تو حضرت نے یہ کہہ کر منع کیا کہ ”ہمارے ہاں انگریز کی ملازمت حرام ہے۔“ اس کا مقابل حضرت نے یہ تلاش کیا کہ اپنے ایک مرید کے نام سفارشی رقمہ دیا، بتا کہ وہ مجھے اپنی زمین کاشت کرنے کیلئے دیدے۔ اسی طرح تحریک آزادی کے عظیم رہنماء خان عبدالغفار خان صاحبؒ جب پیشالہ آتے تھے تو حضرت کا خصوصی نمائندہ ان سے ملنے کیلئے جایا کرتا تھا۔

خانقاہ پیشین زمی اور اسکے متعلقین کی طرف سے جب سیاسی اور مذہبی حوالے سے انگریز مخالف کردار نظر آنے لگا تو خیبر پختونخوا کے جنوبی اضلاع، بلوچستان اور افغانستان کے جنوب مشرقی اضلاع میں خانقاہ کے خلاف طوفان کھڑا کر دیا گیا۔ باد مخالف کی صرصراہی تو خانقاہ کے قیام کے وقت سے ہی محسوس ہو رہی تھی مگر سیاسی اور مذہبی حلقوں نے تو اس مخالفت کو ایک طوفان کی شکل دیدی مختلف مکاتب فکر کی جانب سے حروف کے تلفظ کی آڑ میں تعلیل اور عکیف کا وہ بازار گرم کر دیا گیا کہ الامان وال حفیظ۔

ان فتوؤں کی وجہ سے مساجد میں دیواریں کھڑی کر دی گئیں، خانقاہ سے متعلقہ لوگوں پر گزر گاہیں بند کر دی گئیں، ان کے ساتھ شادی بیاہ پر پابندی لگادی گئی، عید الاضحی کے موقع پر قربانی میں ان کا حصہ ملانے سے انکار کیا گیا۔ اس پروپیگنڈے کی وجہ سے گاؤں کے گاؤں خانقاہ سے کاٹے گئے مگر حضرت سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ نے حق کے راستے میں اس مذہبی جارحیت کی کوئی پرواہ نہیں کی اور اپنے اصولی مسلک پر آخری دم تک قائم رہے۔

حضرات اکابرین دیوبند سے تعارف:-

واضح رہے کہ اس وقت تک حضرات خانقاہ پیشین زمی کا باقاعدہ تعارف اکابر دیوبند کے ساتھ نہیں ہوا تھا [اگرچہ پچھے سے خانقاہ کے سلسلے کے بانی مبانی حضرت سید مہتر موسیٰ دوسلسلوں (۱۔ خواجہ محمد از خواجہ محمد علیم از شاہ عبدالرحیم دہلویؒ ۲۔ دوست محمد قندھاریؒ از خواجہ احمد سعیدؒ از شاہ عبدالعزیز دہلویؒ) سے علماء دیوبند کے اکابر یعنی سلسلہ ولی اللہی سے منسلک تھے]۔ بلکہ اس وقت بعض لوگ دیوبندیت کا تعارف وہابیت کے نام سے کر رہے تھے خدا بھلا کرے حضرت

مولانا غلام رسول صاحب[ؒ] (مروت) کا جو کہ مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دھلوی[ؒ] کے شاگرد تھے اور حضرت سید عبدالحليم شاہ صاحب[ؒ] کے مرید ہونے کے ساتھ ساتھ خانقاہ کے امام تھے اس طرح حضرت کے صاحزوادوں (قبلہ والدی اور دوسرے پچاؤں کے استاد بھی تھے) انہوں نے دیوبندیت کے خلاف پروپیگنڈے کو سبوتاڑ کیا، اس طرح نہ صرف بدگمانیاں ختم ہو گئیں بلکہ نام نہاد علماء کے اس حلقے کو بھی ختم کیا گیا جوان کے خلاف وہا بیت کا فتویٰ لگائے پھر رہا تھا اور یوں صاحبزادگان کا سلسلہ تعلیم دار العلوم دیوبند اور مدرسہ شاہی مراد آباد کے ساتھ وابستہ ہوا۔ جسکی برکت سے جنوبی اضلاع خیر پختونخواہ، بلوچستان اور افغانستان میں خانقاہ کی وجہ سے ولی اللہی مکتبہ فکر کیلئے راستے ہموار ہو گئے۔

شجرہ طوبی سے پرانا تعلق:-

یوں تو حضرت سید مہتر موسیٰ صاحب[ؒ]، حضرت دوست محمد قندھاری[ؒ] کے توسط سے حضرت احمد سعید مجددی فاروقی[ؒ] سے وابستہ تھے۔ جو کہ امام شاہ عبدالعزیز محدث دھلوی[ؒ] کے شاگرد تھے۔ اسی طرح صاحبزادہ عبدالحليم شاہ صاحب[ؒ]، حافظ عنایت اللہ خان صاحب را مپوری[ؒ] کے واسطے سے مولانا ارشاد حسین صاحب را مپوری[ؒ] کے تربیت یافتہ تھے۔ اور مولانا ارشاد حسین صاحب[ؒ] بھی حضرت احمد سعید مجددی فاروقی[ؒ] کی وساطت سے امام شاہ عبدالعزیز محدث دھلوی[ؒ] کے فیض یافتہ تھے۔ اس طرح سے خانقاہ لیسین زئی کا تعلق برعظیم کے اس علمی، روحانی اور انقلابی تحریک سے قائم ہو جاتا ہے جو شجرہ طوبی کی طرح ہے اور جس کی شاخیں برعظیم پاک و ہند کے گھر گھر میں پہنچ چکی ہیں۔

حضرت سید عبدالحليم شاہ صاحب[ؒ] کا طریقہ تربیت:-

حضرت سید عبدالحليم شاہ صاحب[ؒ] کی اپنے خلفاء کو وصیت تھی، کہ خانقاہ میں بیک وقت میں سے زیادہ مریدین کا اجتماع نہ کیا جائے، کیونکہ اس سے تربیت کا مقصد فوت ہو کر ریا کاری اور تکبر ہو جاتا ہے۔ وقت کے ایک بڑے قطب کی وفات پر سید عبدالحليم شاہ صاحب[ؒ] ان کی تعزیت کیلئے تشریف لے گئے، ان کی بیوہ نے حضرت کو اپنے شوہر کے بعض معمولات بتلانے چاہے مگر حضرت نے یہ کہہ کر انکار کیا کہ ہماری خانقاہ عملیات کی مرہون منت نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خانقاہ لیسین زئی میں تصوف کے معمولات کے علاوہ کوئی عمل ان حضرات نے اپنی طرف سے ایجاد نہیں کیا، مخصوص چلہ کشی، مستقل گوشہ نشینی، ترک جلالی و جمالی، خاص ساعات کے اعمال، توجہ اور تصرف باطنی سے کام نکالنا، کرامات کا ڈھنڈ و را پیٹنا، ان جیسی چیزوں سے ان حضرات نے مکمل اجتناب کیا۔ حضرت سید عبدالحليم شاہ صاحب[ؒ] کے

ہاں تربیت کا بجیب و غریب انتظام تھا۔ روحانی تربیت کے ساتھ ساتھ ذہنی اور نظریاتی تربیت سے بھی مریدین کو گزارا جاتا تھا۔ نام و نمود اور ریاستے ان کو دور رکھتے تھے۔ جس کیلئے ایسے طریقے اور حکمت، عملی اختیار کی جاتی تھی کہ خود بخود ان کو یقین ہو جاتا تھا کہ ان چیزوں کو ہٹائے بغیر مقصد کا حصول مشکل ہے۔

اس وقت کے خوانین جب حضرت کی محفل میں آتے تھے تو کسی کو اجازت نہیں تھی کہ ان سے تعظیم کے طور پر اٹھکر ملے۔ اس طرح سرمایہ پرستی کی ہوا سے بچانے کیلئے سرمایہ داروں کے ساتھ اپنے سلوک کو ان کے سامنے نمونے کے طور پر رکھتے تھے۔ تاکہ خلفاء حضرت کے عمل سے اپنے لیے راہ متعین کر سکیں۔

اس لئے حضرت نے اپنی زندگی میں کسی سرمایہ پرست کو مرید نہیں بنایا ان چیزوں نے حضرت کے خلفاء کو بھی ایک خاص رنگ میں رنگا اور یہی رنگ ان کے خلفائے میں بمقابلہ دوسرے ہم عصروں کے آخریک جھلکتا رہا۔ حتیٰ کہ حضرت کے ایک بہت بڑے خلیفہ، خلیفہ سید علی شاہ صاحبؒ نے تو ساری زندگی کسی کو خلافت بھی نہیں دی [مولانا محمد موسیٰ روحانی البازیؒ (شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور) ان کے مریدوں میں شامل تھے]۔ اس لئے کہ آج کل اکثر خلافتیں دوسرے کی خوشنودی حاصل کرنے اور اپنا ایک مقام بنانے کیلئے دی جاتی ہیں۔

حضرت سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ شہرت سے کتنا دور رہنا چاہتے تھے؟ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے جب مولوی محمد صاحبؒ جامع مسجد کلاں (ڈیرہ اسماعیل خان) والے ان کے پاس بیعت ہونے کیلئے آئے تو آپ نے فارسی میں کہا: ”از وجہ بیعت کردن شہماں مشہور میشوم واں امر مرا قبول نیست“، یعنی آپ چونکہ مشہور آدمی ہیں اس لئے آپ کو بیعت کر کے میں بھی مشہور ہو جاؤں گا جو کہ مجھے منظور نہیں ہے۔

شکل و شباهت:-

حضرت سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ درمیانی قد کے خوبصورت اور سرخ و سفید شخصیت کے حامل تھے۔ داڑھی مبارک بڑی اور گھنی تھی۔ بیٹوں میں صاحبزادہ محمد صاحبؒ ان سے کافی ملتے جلتے تھے۔

وفات حسرت آیات:-

وفات سے تین دن پہلے فقیر محمد اعظم صاحبؒ سدرہ والے زیارت کیلئے گئے، تو حضرت کی زبان پر حافظ شیرازی کا یہ شعر تھا۔

مارا بغزہ کشت قضا را بہانہ ساخت	خود سوئے ما ندید حیارا بہانہ سا خت
---------------------------------	------------------------------------

اس نے قصداً میری طرف نہیں دیکھا اور حیا کا بہانہ کیا	معشوق نے مجھے ناز وادا سے قتل کیا اور تقدیر کا بہانہ کیا
--	--

فقیر صاحب سدرہ کے کوئی آدمی اپنے ساتھ دعا کیلئے لے گئے تھے، فرمایا: ”نصیبہ ایشان درلوح محفوظ نبی پیغم من فقیر چہ کنم۔“

حضرت کی وفات کوہ شیخ بدین میں بر وقت نیم شب ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۵۲ھ بہ طابق 22 ستمبر 1935ء کو ہوئی تھیں خانقاہ میں ہوئی حضرت کے مزار کے کتبے پر صاحبزادہ محمود صاحبؒ کے مندرجہ ذیل اشعار قلم ہیں۔

مرقد	شیخ	طریقت	باہر	نامور
باکمال	شیخ	طریقت	کی قبر	حضرت سید عبدالحیم شاہ جو کہ مشہور تھے
سرگروہ	اویائے	باخبر	از شیوخ کاملان شد بہرہ در	
باعلم	اویاء	کی جماعت	جو کہ کامل شیوخ سے فیض یاب ہوئے	کے سردار

(۵۰)

خلافاء عظام حضرت سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ:-

بڑی تحقیق و تفییش کے بعد حضرت کے مندرجہ ذیل خلافاء کے اسماء اور حالات معلوم ہوئے ہیں۔

1. حضرت مولانا سید عبدالعزیز شاہ قدس سرہ العزیز المعروف بہ نایبنا شاہ صاحب (ان کے حالات اگلے باب میں ملاحظہ فرمائیں)

2. حضرت سید علی شاہ قدس سرہ، کٹھ خیل، ڈیرہ اسماعیل خان

3. حضرت فقیر احمد گل صاحب قدس سرہ، پہاڑ پور ڈیرہ اسماعیل خان

4. حضرت مولانا عبدالکریم صاحب قدس سرہ (مثالی)، ٹزوہ بلوچستان

5. حضرت مولانا سید سراج الدین صاحب قدس سرہ (پیشین زئی اخوند خیل)، دکی بلوچستان

6. حضرت مولانا مرید احمد شاہ صاحب قدس سرہ، بند کوراںی ڈیرہ اسماعیل خان

7. حضرت مولانا محمد عظیم صاحب قدس سرہ، سدرہ ڈیرہ اسماعیل خان

8. حضرت مولانا محمد پیشین صاحب قدس سرہ، وال پچھراں میانوالی

9. حضرت صاحبزادہ خواجہ محمد عارف صاحب قدس سرہ، مولیٰ زینی شریف ڈیرہ اسماعیل خان
10. حضرت مولانا محمد صاحب قدس سرہ، خطیب جامع مسجد کلاں ڈیرہ اسماعیل خان
11. حضرت خلیفہ محمد صدیق صاحب قدس سرہ (حضرت سید احمد گل صاحبؒ کے خلفاء میں ان کے حالات ملاحظہ فرمائیں)
12. حضرت فقیر نصل شاہ صاحب قدس سرہ، کوہ شیخ بدین ڈیرہ اسماعیل خان
13. حضرت ملا نصرت صاحب قدس سرہ (تور ناصر)
14. حضرت قاضی محمد یلیں صاحب قدس سرہ، شجاع آباد ملتان
15. حضرت قاری محمد چرانگ شاہ صاحب قدس سرہ، توران ضلع ٹانک
16. حضرت سید احمد جان صاحب قدس سرہ، ابن سید عبدالکریم صاحبؒ ابن سید مہتر موسیٰ صاحبؒ
17. حضرت سید محمد حسن صاحب قدس سرہ، ابن سید عبدالکریم صاحبؒ ابن سید مہتر موسیٰ صاحبؒ
18. حضرت مولانا سید شیر محمد صاحب قدس سرہ، ابن سید احمد گل صاحبؒ۔ (انکے حالات یادداشت میں ملاحظہ ہوں)

سے حضرت سید علی شاہ صاحبؒ:-

حضرت سید عبدالحکیم شاہ صاحبؒ کے اجل خلفاء میں سے تھے۔ بخاری سید تھے۔ اصل میں بھی مراد ضلع کی مردوت کے تھے۔ یہ خاندان اپنے اصلی تشخص کے ساتھ ضلع کی مردوت اور ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں آباد ہے۔ فقط کی تعلیم زنگی خیل ضلع کی مردوت میں مولانا عبد اللہ صاحبؒ زنگی حیلوی اور دیگر علماء سے حاصل کی۔ جو کچھ پڑھا تھا اسکے ساتھ میں عملاً اپنے آپ کو ڈالا تھا۔ اسکو دیکھنے سے ہی پہتہ چل جاتا تھا کہ کوئی اللہ والا ہے۔ رنگ سانوالا تھا مگر چہرے سے نور کی شعاعیں پھوٹتی تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ کسی وقت حضرت سید عبدالحکیم شاہ صاحبؒ کے پاس سارے خلفاء موجود تھے، کسی نے پوچھا کہ حضرت آج تو سارے طو طے آئے ہوئے ہیں مگر یہ بتلائیں کہ آپ کو کونسا طواز یادہ پیارا ہے۔ تو حضرت سید عبدالحکیم شاہ صاحبؒ نے آپ کا نام لیا۔ آپ بھی مرشد کی اتنی تعظیم کرتے تھے کہ شاید اسکی مثال اس زمانے میں مل سکے۔ مرشدزادوں کا واثق پرسوار کر کے آپ برہنہ پا ان کے ساتھ قصبه سے باہر تک رخصت کرنے کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔

قبلہ والدی صاحبزادہ محمود صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ خلیفہ صاحبؒ کا تصوف کتابی ہے۔ یعنی شریعت کے تابع ہے۔ آپ کی نماز بھی معراج مومن کا نمونہ تھی۔ ماسوال اللہ سے کٹ کر اللہ کے حضور میں اتنے غرق ہو جاتے تھے کہ دیکھنے والے کو خود بخود اندازہ ہو جاتا تھا کہ نماز اسکو کہا جاتا ہے۔

مرشدزادے بھی آپ کی از حد تعظیم کرتے تھے اور باقاعدہ طور پر چند دنوں تک خانقاہ میں قیام کرنے کے لئے ان کو بلاستے تھے۔ خلافت کے اصول چونکہ آپ نے نہایت سخت رکھے تھے اسلئے کسی کو خلافت نہیں دی۔

رقم الحروف نے حضرت سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ کے خلفاء میں خلیفہ صاحبؒ کو بہت ہی قریب سے دیکھا تھا۔ آج بھی جب اس کی کیفیت کو سوچتا ہوں تو عبد اللہ انصاریؒ کے اس شعر کا نقشہ آنکھوں کے سامنے گوم جاتا ہے

بازشما در مقام بندگی ایستادہ اند	روزہ باروزہ انشتہ اندر گوشہ
اور رات کو اللہ کا بندہ بن کر اللہ کے حضور کھڑے ہوتے ہیں	دن کو روزے کی حالت میں کسی گوشے میں بیٹھے ہوتے ہیں

آپ کے چار بیٹے ہیں۔ تین بیٹوں کا تو خانقاہ کے ساتھ بھر پر تعلق ہے اور خانقاہ کے حضرات سے خوشہ چین بھی رہے ہیں۔

حضرت فقیر احمد گل صاحبؒ پہاڑ پوری:-

حضرت سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ کے خلفاء میں جن کو سب سے زیادہ شہرت ملی اور سلسے کیلئے بہت زیادہ کام کیا وہ فقیر احمد گل صاحبؒ تھے۔ 1901ء میں حاجی محمد صالح صاحبؒ کے گھر پیدا ہوئے جن کا پیشہ تجارت کا تھا فقیر احمد گل صاحبؒ کے اپنے بیان کے مطابق قاضی محمد میں صاحب شجاع آبادی کے ساتھ جوان کے گھرے دوست تھے، حضرت سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہو گئے، اس وقت تک فقیر صاحبؒ صوفیوں کے قائل نہیں تھے مگر شاہ صاحبؒ کو دیکھتے ہی اپنے دوست سے کہنے لگے کہ مجھے شاہ صاحبؒ سے بیعت کراؤ۔ اس کے بعد تو اس کام میں ایسے منہک ہو گئے کہ مسلسل بارہ سال تک عشاء کی نماز پہاڑ پور میں اداء کرنے کے بعد شیخ سے ملنے کیلئے صحیح کی نماز انگی معیت میں خانقاہ میں ادا کرتے۔ دوران سفر ذکر و اذکار، مراقبات وغیرہ سواری پر ادا کرتے تھے۔ واپسی پر دیہا توں میں اور خانہ بدوش کڑیوں میں سامان تجارت کی خرید و فروخت کرتے ہوئے ظہر کی نماز اپنے گھر میں ادا کرتے۔ ظہر کے بعد اگلے دن کیلئے سوا دسلخ خرید کر عشاء تک تیاری کر لیتے اور عشاء کی نماز کے بعد پھر وہی سفر شروع ہو جاتا۔

بقول حضرت شیرازیؒ:

علی الصباح جو مردم بسوئے کارروند بلا کشان محبت بکوئے یاروند	صحیح جب لوگ اپنے کاموں پر جاتے ہیں تو محبت کے مارے محبوب کے کوچے میں جاتے ہیں
---	---

فقیر صاحب نے چند چیزوں کا ایسا التزام کیا، کہ موت تک کوئی چیزان میں سے نہیں چھوٹی۔

۱. رزق حلال جو کہ اپنی محنت مزدوری سے کماتے تھے مریدوں کے پاس جاتے تو بھی اپنے ساتھ اپنے گھر کا کھانا لے جاتے، فرماتے کہ پیر کیلئے مرید کا کھانا ٹھیک نہیں اگرچہ وہ حرام نہیں ہوتا مگر مشتبہ ہوتا ہے جبکہ مرید کیلئے پیر کا کھانا ٹھیک ہے۔

۲. اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنا حتیٰ کہ مریدوں کیلئے چائے، روٹی، بستر کا بندوبست خود کرتے تھے۔

۳. ذکر و اذکار، مراقبہ اور ختم خواجگان وغیرہ آخری وقت تک کرتے رہے۔

۴. سادگی اور وہ بھی ایسی کہ نوار دکو خود اس سے پوچھنا پڑتا تھا کہ یہاں کے فقیر صاحب سے ملاقات کس طرح ہو سکتی ہے۔

۵. غریب کو کرایہ اپنی جیب سے دیتے تھے۔ اتنا کہ نقد و حنس کی امداد غرباء و یواؤں کو ماہوار بھی دیتے تھے۔ آخری وقت تک جب اپنے شیخ کا نام سن لیتے تو روپڑتے۔ (۵۱) اپنے پیچھے چار بیٹے چھوڑے۔

(۱) فقیر محمد صادق صاحب[ؒ] جو کہ بیعت سید احمد صاحب[ؒ] سے تھے مگر خلافت فقیر صاحب نے خود دیدی۔ فقیر محمد صادق صاحب[ؒ] جلد وفات پا گئے۔ ان کی جگہ کوان کے فرزند فقیر محمد اشرف صاحب نے آباد کیا ہے۔

(۲) فقیر صاحب[ؒ] محمد صاحب، جو مرجاں مرنج طبیعت کے مالک ہیں۔ اور اپنے والد کے خلیفہ حاجی محمد سعید صاحب[ؒ] کے مجاز ہیں۔

(۳) فقیر محمد ابراہیم صاحب[ؒ]، جو کہ عین جوانی میں فوت ہو گئے۔

فقیر محمد معصوم صاحب جو اپنی خانقاہ میں فقراء کی خدمت کر رہے ہیں۔

فقیر احمد گل صاحب[ؒ] نے جہاں کثیر تعداد میں مریدین کو چھوڑا اور ہاں ان کی تربیت کیلئے درجنوں کے حساب سے خلفاً کو چھوڑا۔ ان کے چند مشہور خلفاء کا تعارف یہ ہے۔

(۱). حضرت فقیر محمد مسعود اوکاڑہ والے، جو بھی تک حیات ہیں اور جنکی سادگی اور گمنامی سے ان کے شیخ کی سادگی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

(2). حضرت حافظ احمد یار سری، جنہوں نے کل ول ضلع بھکر میں ایک شمع روشن کی ہوئی ہے، یہ دونوں راقم الحروف کے مہربانوں میں سے ہیں۔

(3). حضرت صوفی محمد قاسم صاحب[ؒ]۔

جنہوں نے ساری زندگی شادی نہیں کی اور شیخ کی خدمت کرتے رہے۔ بعد میں شیخ کی خانقاہ میں ان کی امانت کو طالبان ہدایت کے پہنچاتے رہے راقم الحروف نے مکمل دوسال تک ان سے استفادہ کیا ہے۔ فرماتے تھے کہ میرے پاس جو کچھ ہے، سب کی تھے اجازت ہے۔ اور سب کچھ تیرے حوالے ہیں۔ اتنی شفقت کرتے تھے کہ بہنوں کو اجازت میری وجہ سے دی۔ اپنے شیخ کی طرح تھی تھے اور چند ساعتوں میں مرحل طے کر دیتے تھے۔

(4). حضرت خلیفہ عبدالغفار صاحبؒ:-

ڈیرہ شہر میں برتوں کی دکان تھی۔ فقیر احمد گل صاحبؒ سے رابطہ ہوا۔ سلوو اور تانبہ فروشی کے ساتھ ساتھ دل سازی کا کام بھی شروع کیا۔ بعد میں ظفر آباد (مضائقات ڈیرہ شہر) میں جگہ لے لی۔ جہاں مسجد، مدرسہ اور خانقاہ قائم کی۔ ایک دفعہ لاہور اپنے کسی کام کے سلسلے میں گئے تھے، حضرت لاہوریؒ کی زیارت کے لئے چلے گئے۔ مصلحت کیلئے ہاتھ بڑھایا، تو حضرت لاہوریؒ نے ہاتھ تھام کر فرمایا جس نے بھی ما بھا ہے خوب ما بھا ہے۔ آج کل ان کے صاحبزادہ خلیفہ محمد طیب صاحب ان کی جگہ مصروف عمل ہیں۔

خلیفہ عبدالغفار صاحبؒ کے چند مشہور خلفاء کا تعارف یہ ہے۔

(۱) سید ابرار ہاشمی صاحبؒ مانسہروی ان کے اجل خلفاء میں سے تھے۔ جنہوں نے مانسہرہ میں خانقاہ قائم کر کے زنگ آلووہ دلوں کو ما بھا۔ ان کا فرزند پروفیسر اذکیاء ہاشمی صاحب اعلیٰ تعلیم یافتہ، ملنسار اور اللہ والے بندے ہیں۔ باقی فرزند بھی ماشاء اللہ اسی ذوق کے لوگ ہیں۔

(۲) قاضی نجم الدین صاحبؒ رنگ پور والے جو کالج میں پروفیسر تھے۔

(۳) پروفیسر ڈاکٹر عمر صاحب (بنوں)، پشاور یونیورسٹی میں اسلامیات ڈیپارمنٹ کے چیئر مین رہ چکے ہیں۔ منجان مرخ طبیعت کے مالک ہیں۔

(۴) مولوی عبداللہ جان صاحب، روڈھوالے۔

(۵) ماسٹر واحد بخش صاحب (لکی مرودت شہر)۔

(۶) مولانا انور صاحب (کوئٹہ)۔

(۷) مولوی حاجی محمد سلیمان صاحب (دریاخان)۔

(۸) مولوی عبد اللہ صاحب مرحوم (محلہ فقیر عبداللہ ڈی آئی خان)۔

(۹) عزیز الرحمن صاحب مرحوم۔

(۱۱) عبد الرشید لغماني صاحب (بفہ نامہ ہر حال مقیم امریکہ)۔ (۵۲)

(۵) حضرت حاجی محمد سعید صاحبؒ:-

حاجی صاحبؒ کی پیدائش 25 دسمبر 1930ء کو ہوئی۔ میڑک امتحان ڈی آئی خان سے پاس کیا۔ جو اس وقت لاہور بورڈ کے ساتھ تھا۔ بعد میں ایکسائز اور ڈی سی او آفس میں بطور ہیڈ کلرک کے کام کرتے رہے۔ 1960ء کے لگ بھگ حافظ محمد اللہ صاحبؒ ان فقیر احمد گل صاحبؒ کے پاس لے گئے حاجی سعید صاحبؒ کی فرمائش یہ تھی کہ میں اس پیروں سے بیعت کروں گا جو مریدوں کے جو تے خود سید ہے کرے۔ پہلی ملاقات کے دوران جب فقیر احمد گل صاحبؒ گھر سے نکل کر مجلس میں آئے تو حاجی سعید خان صاحبؒ کے جو تے سید ہے کر کے کہنے لگے کہ لو حاجی صاحبؒ آپ کو اپنی پسند کے مطابق پیر مل گیا۔ اٹھارہ سال تک مسلسل آپ پہاڑ پور جاتے رہے۔ 1978ء میں خلافت مل گئی۔ فقیر صاحبؒ کی وفات کے بعد ان کے اکثر مریدوں کی آپ نے تربیت کی۔ آپ نے پانچ خلفاء چھوڑے۔

(۱) حاجی الطاف حسین صاحب آف ملتان:

حاجی محمد سعید خان صاحبؒ کے خلفاء میں سے الطاف حسین صاحب جو کہ حیات ہیں اور جوان عمر ہیں، اللہ کا نام بڑی مستعدی کے ساتھ سکھا رہے ہیں۔ ان کے خلفاء میں (۱) عنایت اللہ سیال مرحوم (۲) حاجی محمد رفیق ولد حاجی سعید خان صاحبؒ اور (۳) حاجی عبدالوہاب صاحب ہیں۔ حاجی عبدالوہاب صاحب بھی ماشاء اللہ نسبت کو آگے منتقل کر رہے ہیں۔

(۲) رفیق چشتی صاحب۔

(۳) غلام دشمنگیر صاحب، ملتان۔

(۴) فقیر صالح محمد صاحب، جو کہ حضرت فقیر احمد گل صاحبؒ کے فرزند ہیں۔

(۵) عبدالغفور حقانی سواتی۔ (۵۳)

(۶). حضرت فقیر تصور حسین صاحبؒ، جو کہ ایک صوفی شاعر بھی تھے۔ رنگپور کے رہنے والے تھے۔ فقیر احمد گل صاحبؒ سے مجاز تھے۔ اپنی امانت کو اپنے خلیفہ فقیر محمد احق کے حوالے کیا۔

(۷). حضرت صوفی محمد ابراہیم صاحبؒ درزی، فقیر احمد گل صاحبؒ کے خلیفہ تھے۔ جنہوں نے اپنی امانت حافظ محمد امین صاحب کے حوالے کی اور وہ مندرہ کلاں میں بیٹھ کر اللہ کا نام سکھا رہے ہیں۔ اسی طرح محبوب سجھانی صاحب حلہ فروش موضع کو کار میں بیٹھ کر ان کی خلافت کا حق ادا کر رہے ہیں۔

(8). حضرت نقیر شاہ محمد غوث صاحب[ؒ]، ضلع خانیوال میں کچا کھوہ نامی جگہ میں خانقاہ آباد کر کے اب پرداز فرمائے ہیں۔ ان کے بیٹے اب شاہانہ کروفر کے ساتھ بھی لیگ اور کبھی پیپلز پارٹی سے صوبائی اسمبلی کے ممبر نامزد ہوتے ہیں۔

(9). حضرت مولانا محمد ابو بکر غزنوی صاحب[ؒ]، مسلمان اہل حدیث تھے۔ مگر تصوف کے اس باق مکمل کر کے فقیر احمد گل صاحب[ؒ] سے خلاف حاصل کی۔ آج بھی ان کے پوتے مولانا محمد جنید غزنوی صاحب صوفیاء کے معمولات پر عمل پیرا ہیں۔ لاہور شیش محل میں تقویہ الایمان نامی مدرسہ بھی چلا رہے ہیں۔ ان کے دادا مرhom، مولانا محمد داؤد غزنوی صاحب[ؒ] علماء حق کے ساتھ سارے ارجمندان مخالفت میں پیش پیش تھے۔ آج کے اہل حدیث طبقہ کیلئے ان جیسے علماء کا کردار مشعل راہ ہے

(10). ڈاکٹر غلام مرتضی صاحب[ؒ] (لاہور)، ریڈیو پاکستان اوری وی پر پروگرامات پیش کرتے تھے۔ اسلئے میدیا سے متعلق طبقے میں کافی مشہور تھے۔ حضرت الامام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی[ؒ] کے فلسفے پر چھوٹے چھوٹے رسائل بھی لکھے ہیں۔ اصل میں مولانا محمد ابو بکر غزنوی صاحب[ؒ] کے مرید تھے۔ مگر اجازت حضرت فقیر احمد گل صاحب[ؒ] نے دی تھی۔

(11). محترم جناب سعد اللہ باغھی والا، ڈیرہ اسماعیل خان کے باشندے ہیں۔ حکمہ تعلیم سے ریٹائر ہو چکے ہیں۔ آج کل سلسلہ چلانے میں مصروف ہیں۔ (۵۲)

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب[ؒ] (مطہی):-

مولانا عبدالکریم صاحب[ؒ] کا تعلق مٹائے قوم سے تھا۔ ابتدائی تعلیم افغانستان میں ہلگر نامی جگہ میں خدو خیل کے مولوی صاحب[ؒ] سے حاصل کی۔ مولانا حسین علی صاحب (واں پچھراں) سے دورہ تفسیر پڑھا تھا۔ جملہ علوم از قبیل اصول اور نحو پڑھاتے تھے۔ مگر زیادہ مہارت فارسی نظم میں تھی۔ حضرت سید عبدالحیم شاہ صاحب[ؒ] سے خلاف حاصل کی۔ اختلافی مسائل میں شدت کی طرف مائل تھے۔ جس سے بعض اوقات فرقہ واریت بھی پیدا ہو جاتی تھی۔ حضرت سید عبدالحیم شاہ صاحب[ؒ] انکی اس بات سے شاکی بھی تھے، مگر انکے مزاج میں تبدیلی ناممکن تھی۔ ایک دفعہ سرہند شریف سے واپسی پر حکیم اشرف فیصل آباد والے کی دکان پر دوائی لینے کئے اس نے اصرار کیا کہ مجھے کوئی چیز دیو۔ آپ نے مراتبے کے بعد اسکو بیعت کیا۔ مگر بعد میں وہ جماعت اسلامی سے وابستہ ہوئے اسلئے یہ ان سے بیزار ہو گئے۔

سو سال سے اوپر عمر پائی۔ حکمت کے بڑے عجیب و غریب نسخہ رکھتے تھے۔ ایک دفعہ کسی سیدزادے کی توہین کی جو کہ اللہ والے تھے۔ خواب میں سخت تنبیہ ہوئی اسلئے معافی مانگنے کیلئے ان کے پاس گئے اس نے معاف کرنے کی صورت یہ بتلائی کہ جو دوائی میں کھانے کیلئے دوں گا اس سے لطیفہ قلب اور لطیفہ روح پر سرخ گوشت پیدا ہو جائیگا۔

آپ کے بیٹے مولانا رشید احمد صاحب کا بیان ہے کہ وہ گوشت آخوند مک قائم رہا اور سخت سے سخت بیماری میں اس جگہ کو رکھنے سے وہ گوشت پھول جاتا تھا جس سے وہ بیماری ختم ہو جاتی تھی۔ آخری بیماری میں چونکہ وہ گوشت بیجان پذیر نہیں ہوا تھا اس لئے مولانا عبد الکریم صاحب[ؒ] نے اپنے معالج اگر یہ رسول سرجن سے کہا کہ میرااب بچنا مشکل ہے۔ لہذا اسی بیماری میں فوت ہوئے اور ژوب میں دفن ہوئے۔

اپنے پیچھے چار بیٹے مولوی شیر محمد صاحب[ؒ]، مولوی رشید احمد صاحب، نذری احمد صاحب اور حسین احمد صاحب[ؒ] چھوڑے۔ جن میں سے مولوی رشید احمد صاحب اور نذری احمد صاحب حیات ہیں۔ مولوی رشید احمد صاحب ژوب کے اکثر علماء کے استاد ہیں۔ (۵۵)

حضرت مولانا اخونزادہ سید سراج الدین صاحب[ؒ]:

حضرت سید حیدر شاہ صاحب[ؒ] اخوند خیل پیشین زئی، حضرت سید مہتر موسیٰ صاحب[ؒ] کے بھانجے تھے اور زبردست عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت خواجہ دوست محمد قندھاری[ؒ] کے خلیفہ تھے حضرت دوست محمد قندھاری[ؒ] نے اپنے پیر و مرشد خواجہ احمد سعید صاحب[ؒ] کے نام اپنے خلفاء کے حوالے سے جو خط لکھا ہے اس میں حضرت سید حیدر شاہ صاحب[ؒ] کا تعارف زبردست الفاظ میں کیا ہے، ایک طویل خط میں اپنے خلفاء کا تذکرہ اس طرح شروع کرتے ہیں

”بعض یاران سلسلہ کا حال یوں ہے۔ دستگاہ حلقائق و معارف آگاہ سید حیدر شاہ صاحب عالم جلیل القدر ہیں علوم عقلیہ میں سے ہر فن میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ چند سال فقیر کی صحبت میں کسب طریقہ کیا اور شرف اجازت سے مشرف ہوئے۔ اب طالبینِ الہی کی خدمت اور تدریس علم ظاہری میں مشغول ہیں۔“ (۵۶)

حضرت سید حیدر شاہ کا بیٹا سید مزل شاہ سلسلہ قلندریہ میں لعل شہباز قلندر سے اویسی طریقے میں بیعت اور مجاز تھے۔ قلندر صاحب کے مزار پر بارہ سال گزارنے کے بعد خواب میں انکو واپس جانے اور شادی کرنے کا حکم ملا۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ مولانا سید سراج الدین[ؒ] اور سید بہاء الدین[ؒ]۔

مولانا سید سراج الدین صاحب[ؒ] جو کہ سید عبدالحیم شاہ صاحب[ؒ] کے خلیفہ تھے، کے ۵ بیٹے تھے۔ (۱) سید عبد الحکیم[ؒ] (لاولد) (۲) سید عبد الرحیم[ؒ] (لاولد) (۳) سید عبد الحق[ؒ] (۴) سید عبد الرشید اور (۵) سید ابراہیم[ؒ]۔ سید ابراہیم کا بیٹا مولانا سید عبد السلام صاحب ہے جو کہ صاحبزادہ محمود صاحب[ؒ] کے خلیفہ ہیں۔ سید عبد الرشید صاحب ابھی تک حیات ہیں۔ یہ خاندان دکی ضلع لورالائی میں آباد ہے۔ اور پرانی روایات کے مطابق خدمت مخلوق میں مصروف ہے۔

پیشین زئی قوم کی اخوند خیل شاخ میں علماء حضرات بہت زیادہ گزرے ہیں۔ حضرت سید حیدر شاہ صاحب[ؒ] کے ایک

پوتے مولانا محمد اخوندزادہ صاحبؒ جو ماضی قریب میں گزرے ہیں زبردست عالم دین تھے۔ بلوچستان اور مشرقی افغانستان کے اکثر علماء انکے شاگرد تھے۔ اسی طرح اخوندزادہ عبد اللہ صاحبؒ کے فرزند مولانا سید سراج الدین شہیدؒ اخوند خیل، جو کہ قبلہ والد صاحب کے بھانجے تھے، تمام علوم و فنون میں ماہر تھے، اور سالہا سال تک صحابہ کی ساری کتابیں پڑھاتے رہے۔ (۵۷)

حضرت مولانا سید مرید احمد شاہ صاحبؒ (بند کورائی) :-

سید خادم حسین شاہ صاحبؒ کے فرزند تھے۔ اس خاندان کا تعلق بخاری سادات کے جدا مجدد حضرت جلال الدین بخاریؒ اور شریف والے کے ساتھ بواسطہ حضرت شاہ عیسیٰ صاحبؒ بلوٹ شریف والے کے ہے۔ مولانا سید مرید احمد شاہ صاحبؒ تھیں میں گھر کے ماحول سے بدلت ہو کر کلور کوٹ چلے گئے۔ وہاں سے میانوالی چلے گئے، جہاں سے پھر وہ دہلی چلے گئے۔ دہلی کے جامعہ امینیہ میں مفتی اعظم ہند مولانا کفایت اللہ صاحب دہلویؒ کے ہاں داخلہ لینے گئے۔ مفتی صاحب نے نسب کا پوچھا۔ آپ نے بتایا کہ میں سید ہوں تو حضرت مفتی صاحبؒ نے داخلے میں نرمی کی۔ وہاں پہنچنے کے بعد اپنے چھوٹے بھائی سید جعفر شاہ صاحبؒ کو بھی ساتھ لے گئے۔ فارغ التحصیل ہو کر واپس آئے تو نانا کے ہاں تھلہ تھا اسلئے گھر میں داخل ہونے سے انکار کیا۔ اس نے تھلے کو ہموار کیا تو شاہ صاحب گھر میں داخل ہو گئے۔ مروجہ رسم و بدعات کے مخالف تھے۔ بلکہ باطن میں فطرت کی صفائی اللہ تعالیٰ نے اتنی دی تھی کہ غلط کام کو دیکھ کر بھڑک اٹھتے تھے۔ فقیر احمد گل صاحبؒ کے ساتھ حضرت سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ کی خدمت میں گئے، تو سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ فقیر صاحبؒ نے عرض کیا کہ یہ ہمارے علاقے کے سید ہیں۔ حضرت سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ دیر تک ان کو دیکھتے رہے۔ بعد میں گھر جا کر ان کیلئے دس روپے لے آئے۔ سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ سے بعد میں بیعت ہو کر مجاز بن گئے۔ کسی کو مرید نہیں بناتے تھے مگر شاذ و نادر۔

شاہ صاحب مجلس احرار کے سرگرم رکن تھے، جس کی وجہ سے بند کورائی ایک عرصے تک مجلس احرار کی سرگرمیوں کا مرکز بنا رہا۔ بعد میں مولانا مرید احمد شاہ صاحبؒ، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے ساتھ، شیخ الفقیر مولانا حسین علی صاحبؒ کے پاس جانے لگے، جو تفسیر میں ان کے استاد بھی تھے۔ کتابوں کے بہت شوقيں تھے۔ حتیٰ کہ مصر سے بھی کتابیں منگوائی تھیں۔ رقم الحروف نے ان کا کتب خانہ دیکھا تو جیران رہ گیا کہ اس جنگل میں یہ منگل بنانے والا کون ہو سکتا ہے؟ بعد میں پتہ چلا کہ یہ کارنامہ ان کا ہے۔ کسی آدمی سے سحری کے وقت کھانا لانے کیلئے کہا جب سحری کے وقت دہ آیا دیکھا تو اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے تھے جو مسجد میں بکھرے پڑے تھے، وہ آدمی جیران بھی ہوا اور پریشان

بھی کہ کس دشمن خدا نے قتل کیا ہو گا حالانکہ شاہ صاحبؒ کی توکسی کے ساتھ دشمنی نہیں تھی۔ بعد میں جب شاہ صاحبؒ اصل حالت پر آگئے تو اس شخص سے قسم لی کہ یہ واقعہ میری حیات میں کسی سے بیان نہیں کرنا۔ اس شخص نے شاہ صاحبؒ کی وفات کے بعد آپ کے خاندان والوں سے بیان کیا۔ شاہ صاحبؒ کا خاندان آج بھی بند کو رائی میں اپنے امتیاز کے ساتھ مختلف جہات سے دین کی خدمت میں معروف ہے۔ اللہ تعالیٰ ان میں برکت رکھے۔ (۵۸)

حضرت فقیر خلیفہ محمد اعظم صاحبؒ آف سدرہ شریف:-

آپ کے آبا اور اجداد بغداد سے علویوں پر مظالم ڈھانے کے باعث ہجرت کر کے کنٹرا فغانستان منتقل ہوئے۔ جہاں سے وہ کورائی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں آ کر آباد ہوئے۔ آپ کے جدا علی صدیق محمد صاحب قادریؒ نے مستقل خانقاہی نظام قائم کیا تھا۔ حضرت خواجہ دوست محمد قندھاریؒ نے انگریز کے مظالم سے رہائی کیلئے آپ کی خدمت میں دعا کرانے کیلئے آدمی بھیجا تھا۔ رہائی کے بعد حضرت قندھاری صاحبؒ نے فرمایا کہ صدیق محمد کی حیات میں میں اسکے علاقے کے کسی آدمی کو نہ بیعت کروں گا، اور نہ مجاز بناوں گا۔ اسلئے فقیر محمد اعظم صاحبؒ کو ابتداء سے تصوف کے ساتھ لگا ڈھنا۔ پہلی بیعت حضرت خواجہ سراج الدین صاحبؒ سے تھی۔ ان کی وفات کے بعد حضرت سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ کی طرف رجوع کیا۔ کافی مجاہدوں کے بعد خلافت سے سرفراز فرمایا۔ ہمدردی، سخاوت اور گمنامی جیسے اوصاف حمیدہ سے مالا مال تھے۔ لوگوں کو ہمیشہ اپنے مرشد کی درگاہ فیض رسال کی ترغیب دیتے تھے۔ جمیعت علماء ہند کے سرگرم کارکن تھے۔ ہندوؤں کے پیشواؤں سے بھی تعلق رکھتے تھے، تاکہ ان کو اسلام کی طرف راغب کریں۔ اس لئے تقسیم ہند کے وقت اس خاندان کی تحریک کی وجہ سے اکثر ہندوؤں کے نجگانے سے بچ گئے اور کئی ہندوؤں نے اسلام بھی قبول کر لیا۔

تین بیویوں میں بڑا بیٹا فیض احمد صاحبؒ لا ولد رہا۔ دوسرا بیٹا مولانا حافظ غلام احمد صاحبؒ زبردست عالم تھے۔ ڈا بھیل سے فارغ ہو کر حضرت مدینیؒ سے بیعت ہوئے۔ تیسرا فرزند مولانا نذریاحمد صاحبؒ قاسم العلوم ملتان سے فارغ التحصیل تھے اور حکمت میں بھی کافی دسترس حاصل تھی۔ فقیر صاحب کے پوتے بھی علم سے شغف رکھنے کے ساتھ ساتھ تصوف سے بھی لگا ڈرکھتے ہیں۔ (۵۹)

حضرت مولانا محمد پیشین صاحبؒ وال پچھروی:-

آپ کی پیدائش 1895ء میں ہوئی، جبکہ وفات 1960ء میں ہوئی۔ اکثر تعلیم ہندوستان کے بڑے بڑے معقولی علماء سے حاصل کی جن میں مولانا محمد حسین احمد صاحب اجمیریؒ مقرر اعظم، حکیم برکات احمد ٹونکویؒ منطقی اور

مولانا احمد سعید صاحب[ؒ] وزیر بھوپال جیسے عالم دین شامل تھے۔ درود حديث دارالعلوم دیوبند میں حضرت علامہ محمد انور شاہ صاحب[ؒ] سے پڑھ کر واپس ہندوستان جا کر مولانا برکات احمد صاحب[ؒ] سے معقولات پڑھیں۔ 1939ء میں جنگ عظیم کے دوران حج پر تشریف لے گئے۔ اس زمانے میں حاجیوں کو باقاعدہ پندرہ دن کی جنگی ٹریننگ دی جاتی تھی۔ دارالعلوم دیوبند میں داخلے کے وقت حضرت علامہ محمد انور شاہ صاحب[ؒ] نے امتحان کیلئے حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب[ؒ] مہتمم دارالعلوم کے پاس بھیجا، اس وقت قاری صاحب[ؒ] کی داڑھی نئی نئی آرہی تھی۔ قاری صاحب[ؒ] نے ہدایت میں امتحان لینے کے بعد کہا کہ تم تو مدرس لگ رہے ہو، جبکہ میں تو شرح تہذیب کا ساری رات مطالعہ کر کے صحیح پڑھاتا ہوں۔ مولانا محمد میسین صاحب[ؒ] نے قاری صاحب[ؒ] سے سوال کیا کہ ان حضرات کی موجودگی میں آپ کس طرح نماز پڑھاتے ہیں؟ تو قاری صاحب[ؒ] نے کہا کہ اپنے آپ کو شرم دلانے کیلئے ان حضرات کی موجودگی میں پڑھاتا ہوں تاکہ متین بن جاؤں۔

مولانا محمد میسین صاحب[ؒ] فرماتے تھے کہ میں نے حضرت سید عبدالحکیم شاہ صاحب[ؒ] کی خدمت میں عرض کیا کہ میں مدرس آدمی ہوں اسلئے جلدی سلوک طے کر دو حضرت نے توجہ دی جس سے میں بے ہوش ہو کر تڑپنے لگا۔ میرے ساتھی نے شکایت کی کہ اس طرح تو میر اساتھی مر جائیگا۔ فرماتے تھے کہ وہ لطف جو اس توجہ میں محسوس ہوا ساری زندگی پھر میسر نہیں ہوا۔ ان کوہدا یہ کی شرح فتح القدری کی عبارت کے کئی کئی صفات از بریاد تھے جو زبانی سناتے تھے۔

ان کے بیٹے مولانا خلیل احمد صاحب جو معقولات کے ساتھ ساتھ حدیث کی کتابیں بھی پڑھاتے ہیں۔ اپنے علاقے میں سلف کا نمونہ ہیں۔ خانقاہ کے ساتھ ابھی تک تعلق قائم رکھے ہوئے ہیں۔ (۶۰)

حضرت صاحبزادہ خواجہ محمد عارف صاحب[ؒ]:-

صاحبزادہ خواجہ محمد عارف صاحب[ؒ]، حضرت خواجہ سراج الدین صاحب (خانقاہ موسیٰ زئی شریف) کے فرزند تھے۔ جو محتاج تعارف نہیں ہے خانقاہ موسیٰ زئی شریف کے بانی و مؤسس حضرت دوست محمد قندھاری صاحب[ؒ] تھے جو حضرت سید مہتر موسیٰ[ؒ] کے مرشد تھے جس کا ذکر انہوں نے ایک بسیط خط میں کیا ہے جو انہوں نے اپنے شیخ مرشد حضرت خواجہ احمد سعید صاحب[ؒ] لوکھا ہے اس طرح سید مہتر موسیٰ[ؒ] کے بھانجے حضرت سید حیدر شاہ صاحب[ؒ] کا ذکر بھی اپنے خلفاء میں ایک جید عالم دین کے ناطے سے کیا ہے خانقاہ موسیٰ زئی شریف کے ساتھ خانقاہ میسین زئی والوں کے تعلقات آج تک احترام اور عقیدت پرستی ہیں۔

حضرت مولانا محمد صاحبؒ:-

جامع مسجد کلاں ڈیرہ اسماعیل خان کے امام و خطیب تھے۔ مولانا محمد صاحبؒ کی وفات 62 سال کی عمر میں ہوئی۔ اُنکے دادا جان مولانا شہاب الدین قریبی بغداد سے آئے تھے۔ بہت بڑے عالم، مجاہد اور نذر آدمی تھے۔ انگریز کے خلاف تحریک میں پیش پیش تھے۔ مولانا محمد صاحبؒ اسی ماحول میں پھلے پھولے۔ طبیعت میں غیرت اور خوداری کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد مولانا احمد صاحبؒ سے حاصل کی، (جو کہ حضرت خواجہ سراج الدین صاحبؒ کے خلیفہ تھے)۔ دورہ حدیث دارالعلوم دیوبند میں حضرت علامہ مولانا محمد انور شاہ صاحبؒ سے کیا۔ صاحب مطالعہ تھے اور فقہ پر کافی عبور تھا۔ مونج میں آکر فرماتے تھے کہ اگرچہ بڑے بڑے علماء موجود ہیں مگر میں اسلام کے مزاج کو خوب سمجھتا ہوں۔

حضرت سید عبدالحکیم شاہ صاحب سے اپنی بیعت کا واقعہ یوں سناتے تھے کہ جب میں خانقاہ بیسین زئی میں وارد ہوا تو حضرت نے پوچھا۔ چرا آمدہ ای؟ (کس لئے آئے ہو) میں نے جواب دیا براۓ بیعت شدن آمدہ ام (میں بیعت ہونے کیلئے آیا ہوں) فرمایا کہ خیلے مشکل است کہ از بیعت کردن شما شہرت مامی شود (تمہیں بیعت کرنا مشکل ہے اسلئے کہ اس سے میری شہرت ہو جائیگی) کہ مولوی محمد جیسا آدمی حضرت کا مرید بن گیا۔ صحیح ہوئی تو بلا کر فرمایا کہ آؤ تا کہ بیعت کرلوں، کیونکہ رات مجھے حکم ملا ہے کہ شہرت سے مت گھبراؤ۔

صاحبزادہ محمود صاحبؒ جب ڈیرہ اسماعیل خان میں مدرس تھے تو مولانا محمد صاحبؒ نے اپنی مسجد کے قریب ان کو مکان دلوایا اور نماز میں ان کو آگے کر کے فرماتے تھے کہ اب محمود آگے اور محمد پیچے۔ قاضی جنم الدین صاحبؒ (کلائی) ، پیر عبداللطیف زکوڑی صاحبؒ اور مولانا سراج الدین صاحبؒ ان کے شاگردوں میں سے تھے۔ (۲۱)

حضرت سید فضل شاہ صاحب گیلانیؒ:-

سید فضل شاہ گیلانیؒ صاحب، سید محبوب شاہ صاحب گیلانی کے فرزند تھے۔ سید محبوب شاہ صاحب گیلانیؒ المعروف بے فقیر بہاؤ الدین 1837ء میں 35 سال کی عمر میں کوہ نیلا جو کہ آج کل کوہ شیخ بدین کے نام سے مشہور ہے، میں علاقہ سوپور مقبوضہ کشمیر سے آ کر آباد ہو گئے۔ موصوف کا تعلق گیلانی سادات سے ہے۔ مستند مدرسہ سے فارغ التحصیل نہ تھے۔ مگر قلب کی بیداری کی وجہ سے حدیث و قرآن سے کافی واقف تھے۔ پچپن سے وہ ایک خواب دیکھا کرتے تھے، کہ اے میرے فرزند تم جا کر میرے ممبر کو سنبھالو۔ نشانی کے طور پر شیخ بدین کا منظر دکھایا جاتا تھا۔

10,8 سال کی عمر میں اپنے آبائی قصبہ سوپور سے رخت سفر باندھا اور کشمیر علاقہ سری گنگر، مظفر آباد، گردھی جبیب اللہ، مانسہرہ اور مارگلہ سے براستہ خٹک پہاڑ آتے ہوئے موجودہ ضلع کی مردمت کے قصبہ ابا خیل میں وارد ہوئے۔ اس عرصے میں آپ کی عمر 30، 35 سال تک پہنچ گئی تھی۔ آپ کے خاندان والوں کی روایت کے مطابق تہجد کی نماز سے ایک صبح جب فارغ ہوئے تو آواز آئی کہ منزل سامنے ہے اب دیر کس بات کی ہے اجالا ہوتے ہی کوہ شیخ بدین کی جانب روانہ ہوئے۔ شیخ بدین کے پہاڑ کو دیکھ کر خواب کی تعبیر سامنے آگئی۔ اور اس لق و دق پہاڑ میں یادِ الہی میں مصروف ہو گئے۔ جہاں آبادی کا نام و نشان بھی نہیں تھا، حتیٰ کہ انگریز بھی اس وقت تک اس پہاڑ کی چوٹی تک نہیں پہنچتے تھے۔ صرف بہلوں دا نا اور شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانیٰ نے ایک ایک چلہ اس پہاڑ پر کاٹا تھا۔ حضرت شیخ بہاؤ الدین ملتانیٰ کے نام پر اس پہاڑ کا نام بھی شیخ بدین پڑ گیا۔ جنگلی حیات کے اندوں اور پہاڑ کے زیتوں کے پھل پر اپنا گزر اوقات کرتے تھے۔ موصوف نے اس علاقے میں سکھ گردی کے خلاف بھی اپنا تعمیری کردار ادا کیا۔ حضرت الامام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے قبیعین کے ساتھ مل کر تبلیغ دین کا کام کیا۔ چار پانچ سال کے بعد ایک درویش نے بطور خلیفہ آپ کے ساتھ رہائش اختیار کی۔

ایک دفعہ افغانستان کے ایک نیازی خاندان نے کوچی توب کے دوران موضع کالی وانڈہ (نژد چنڈہ) میں پڑا وڈا لاتھا، کہ ان کی ایک لڑکی سخت بیمار ہوئی، کافی علاج معالجہ کیا مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ کسی نے مشورہ دیا کہ پہاڑ کے اوپر ایک درویش رہتا ہے شاید ان کے دم سے افاقہ ہو جائے۔ نیازی خاندان آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا مدععا پیش کیا۔ ایک رات کے قیام کے بعد انہوں نے افاقہ محسوس کیا تو اسی لڑکی کو شاہ صاحبؒ کے کاخ میں داخل کیا جس سے ایک بچہ اور بچی پیدا ہوئے بچے کا نام سید فضل شاہ رکھا گیا۔ بعد میں انہوں نے دوسری شادی فقیر کلی کی ایک نیک سیرت خاتون سے کی جس سے تین بیٹے پیدا ہوئے۔

آج موصوف کی چوٹی پشت تمام ترقانوں ملکیت کے ساتھ شیخ بدین کے پہاڑ پر آباد ہے۔ نہایت فیاض خاندان ہے۔ گرمیوں کے موسم میں آنے والے مہمانوں کی خاطر مدارات کرنا اپنا فریضہ سمجھتے ہیں۔ (۶۲)

سید محبوب شاہ صاحب گیلانیؒ کے بڑے بیٹے محترم سید فضل شاہ صاحبؒ، حضرت عبدالحکیم شاہ صاحبؒ کے مجاز تھے۔ اسکے متعلق مشہور ہے کہ صبح سوریے شیخ بدین پہاڑ سے روانہ ہو کر حضرت سید عبدالحکیم شاہ صاحبؒ کی خدمت میں خاقانہ میں حاضر ہوتے تھے منشوی مولائے روم کا سبق لیکر دوبارہ پہاڑ پر تشریف یجاتے تھے۔ یہ سارا سفر 28 کلومیٹر کے برابر ہوتا ہے۔

حضرت مولانا ملانصرت صاحبؒ:-

صلع غزنی کی تخلیق جنڈا میں موضع رستہ کے باشندہ تھے۔ قوم کے لحاظ سے تور (کالا) ناصر تھے۔ افغانستان میں علم حاصل کیا تھا۔ پاؤندہ یعنی کوچی تھے۔ متداولہ کتابوں کی تدریس کے ساتھ ساتھ کافی کتابیں رکھتے تھے۔ حج سے واپسی پر کسی نے پوچھا کہ اب تمہیں حاجی کہیں یا مولوی۔ کہنے لگے کہ علم حاصل کرنے میں 35 سال لگائے ہیں جبکہ حاداً کرنے میں چند مہینے لگ گئے ہیں۔ معاشرتی فیصلوں میں بہت مہارت رکھتے تھے۔ ان کے بیٹے لورالائی کے نزدیک شیرن میں رہتے ہیں۔ (۶۳)

حضرت مولانا قاضی محمد میسین صاحبؒ:-

قاضی محمد میسین صاحبؒ شجاع آباد کے رہنے والے تھے۔ فقیر احمد گل صاحبؒ پہاڑ پوروالے کو بھی یا اپنے ساتھ پنیالہ لائے تھے جو پہلے تصوف کے منکر تھے۔ قاضی محمد میسین صاحبؒ جب حضرت سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ کے پاس پہلی دفعہ آئے تو پہلی توجہ میں لوٹ پھوٹ ہونے لگے ہوش میں آئے تو کہنے لگے حضرت مجھے بیعت کرو مگر سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ ان کاموں میں جلدی نہیں ہونی چاہئے۔ صحیح دوبارہ درخواست پیش کی تو بیعت فرمایا۔

حضرت قاری سید محمد چراغ شاہ صاحبؒ:-

سید محمد چراغ شاہ صاحبؒ (توران صلع ٹاک) ڈیرہ شہر ڈیال کے نزدیک شیعوں کی ایک بستی میں رہتے تھے۔ کسی سنی کے شیعہ ہونے کی وجہ سے محمد چراغ شاہ صاحبؒ کے والد محترم نور شاہ صاحبؒ اپنی بستی چھوڑ کر توران صلع ٹاک کے قریب بستی کا ہو میں منتقل ہو گئے۔ محمد چراغ شاہ صاحبؒ کا تعلق حضرت سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ سے بن گیا۔ پیچھے کچھ کے علاقے میں محمد چراغ شاہ صاحبؒ کا کوئی زمین کا مقدمہ بھی چل رہا تھا۔ حضرت نے فرمایا مقدمہ چھوڑ دو میں دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ تمہارے خاندان میں قرآن کا درس جاری کر دیں گے دعا قبول ہو گئی اور آج تک اس وائی تیہہ میں شاہ صاحب کی خانقاہ کے ساتھ متحقہ درس قرآن بھی جاری ہے۔ محمد چراغ شاہ صاحبؒ ۱۵۰۵ء کی عمر میں فوت ہو کر اپنے والد کے قریب موضع کا ہو میں وہی دفن ہیں۔ موجودہ خانقاہ کی بنیاد حضرت سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ نے علاقے کے لوگوں کو بلا کر رکھی۔

محمد چراغ شاہ صاحبؒ کے تین بیٹے تھے۔ 1. غلام ہادی شاہ، جو کہ سید عبدالعزیز شاہ صاحبؒ کے خلیفہ تھے۔ 2. غلام محمد شاہ، جو عبد الوالی شاہ کے والد تھے۔ 3. غلام احمد شاہ، مولانا صاحب محمد تواریخ کے شاگرد تھے اور غلام محمد شاہ،

محمود احسن شاہ اور عطاء اللہ شاہ کے والد تھے۔

حضرت مولانا عبد الحق دامانیؒ:-

ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کے موضع شیر و کہنہ کے رہنے والے تھے، پہلے حضرت سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ سے بیعت تھے۔ کافی اسباق طے کیے تھے، مگر حضرت سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ کی وفات کی وجہ سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔ بعد میں دیوبند جا کر حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدینیؒ سے بیعت ہوئے۔ بقایا ساری زندگی وہاں گزاری۔ حضرت مدینیؒ نے مجاز بھی بنایا۔

حضرت مولانا شاہ عالم صاحب عباسی پنیوالیؒ:-

علاقہ کلورکٹ پنجاب کے باشندے تھے۔ آج بھی وہاں عباسی خاندان آباد ہے۔ وہاں سے آپ پنیوالہ آگئے۔ دیوبند جا کر حضرت شیخ الہند مولانا محمود احسن قدس سرہ سے دورہ حدیث پڑھا۔ والپی پر حضرت سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ سے بیعت ہو گئے۔ اور پنیوالہ کی جامع مسجد، جو اس زمانہ میں ایک ہی تھی اور سارے شہروں والے متفقہ طور پر وہاں جمعہ اور عیدین کی نماز ادا کرتے تھے، میں حضرت عبدالحیم شاہ صاحبؒ کے خطیب و امام بن گئے۔

تقریر میں یہ طولی رکھتے تھے۔ مسلسل چار پانچ بیٹیے جوانی میں فوت ہو گئے۔ اسلئے تین دفعہ براستہ: سمبئی حج پر تشریف لئے گئے، تاکہ حج کی برکت سے اللہ تعالیٰ اولاد زینہ زندہ رکھے۔ ایک دفعہ جہاز میں ایک ایسے آدمی کی ضرورت پڑ گئی جو بیک وقت حج کے مسائل لوگوں کو عربی، فارسی، اردو اور پشتو میں سمجھا سکے تو آپ نے یہ ذمہ داری احسان طریقے سے نبھائی۔ جہاز کے عملے نے آپ کو اپنے پاس رکھنے کی پیش کش کی۔ مگر آپ نے انکار کیا۔ قبلہ والدی صاحبزادہ محمود صاحبؒ کے دارالعلوم دیوبند سے آنے تک آپ اسی مسجد کے خطیب رہے۔ ۱۹۵۰ء کے قریب انتقال ہوا۔ آپ کا خاندان ابھی تک پنیوالہ میں آباد ہے۔ خانقاہ کے ساتھ قریبی تعلقات رکھتا ہے۔ آپؒ کے ایک پوتے استاد عبد الواحد صاحب، قبلہ والدی صاحبزادہ محمود صاحبؒ کے مجاز بھی ہیں۔ (۶۲)

تعارف مجمع البحرين

حضرت سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ نے اپنے شیخ و مرشد سے جو سلسلہ عالیہ معصومیہ طے کیا تھا، اس کے اسباق آپ نے پشتو زبان میں تحریر کیے تھے۔ اس طرح سلسلہ عالیہ بانوریہ کے اسباق بھی احاطہ تحریر میں لا کر دونوں کو مجمع البحرين کے نام سے موسوم کیا۔ جس میں ضرورت سلوک، آداب شیخ اور بیان جواز مخالفت شیخ جیسے مسائل سے لیکر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ

مجددیہ بانویہ کے اسباق، مراقبات، طریقہ نفی و اثبات، اسی طرح سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ مخصوصیہ کے اسباق، مراقبات، اقسام خطرات اور ان کا علاج، تخلی کی اقسام، توحید و جودی اور توحید شہودی پر مختصر مگر جامع انداز میں گفتگو فرمائی ہے۔

عجیب اتفاق سمجھیے کہ آپ کے مرشدزادوں نے بعد میں ان اسباق اور فوائد کو مقامات ارشادیہ کے نام سے 1941ء میں جمع کیا۔ جس کا ترجمہ اردو زبان میں معارف عنایتیہ کے نام سے ہوا۔ ادھر حضرت سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ کی کتاب مجمع البحرين کا ترجمہ محترم حاجی سعید خان صاحبؒ نے زاد الطیف شیخین کے نام سے اردو میں کیا۔ دونوں تراجم کے تقابلی مطالعہ سے صرف جملوں کی ساخت اور ہیئت ترکیبی میں اختلاف سامنے آتا ہے، باقی مضمون ایک ہی ہے۔

باب دوم

حضرت سید عبدالعزیز شاہؒ تا حضرت سید محمود شاہؒ
(ایک تعارف)

باب دوم: حضرت سید عبدالعزیز شاہ تا حضرت سید محمود شاہ

(ایک تعارف)

حضرت سید عبدالعزیز شاہ صاحبؒ:-

حضرت سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ کے خلفاء میں سب سے بڑے خلیفہ ان کے چھوٹے بھائی سید عبدالعزیز شاہ صاحبؒ تھے۔ آپ ۲۱ ربیع الاول ۱۳۰۲ھ کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی عمر میں بینائی ختم ہونے کی وجہ سے نایبنا شاہ صاحبؒ کے نام سے مشہور ہوئے۔ ابتدائی تعلیم خانقاہ میں حاصل کی۔ بعد میں معقولات اور دوسرا کتابیں پڑھنے کیلئے گل امام ضلع ٹانک چلے گئے۔ وہاں سے واپسی پر خانقاہ میں سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ کو شافیہ جیسی کتاب پڑھائی۔ نحو میں بہت ہی کمال حاصل تھا۔ نایبنا ہونے کی وجہ سے علماء سے تفسیر کشاف سنتے تھے۔ مگر وہ بیچارے اعراب کی غلطی کی وجہ سے عاجز آ جاتے تھے۔ جو طالب علم ان سے کافیہ پڑھ لیتا تھا تو اس کو شرح جامی پڑھنے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ مولانا عبد الغفور صاحب ترکی، جو مراد آباد شاہی مدرسے میں مدرس تھے۔ ان کے خصوصی شاگردوں میں سے تھا کثیر علماء جو خانقاہ کے ساتھ متعلق تھے ان کے شاگرد تھے۔ قبلہ والد صاحبزادہ محمود صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے سید عبدالعزیز شاہ صاحبؒ کو علم بھی اپنے ہم نام امام شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کی طرح دیا تھا۔ اس طرح تخل اور برداری بھی اس جیسی دی تھی۔

شاہ صاحبؒ نے ابتدائی بیعت اپنے والد محترم حضرت سید احمد گل صاحبؒ سے سلسلہ بنوریہ میں کی تھی۔ چھ لٹائیں ان سے لئے تھے کہ اتنے میں والد ماجد کی وفات ہو گئی۔ اس کے بعد اپنے بھائی سے بیعت ہو گئے دونوں سلسلوں میں کمال حاصل کیا۔ یاد رہے کہ خانقاہ شیخ زئی والے اجازت چاروں سلسلوں میں دیتے ہیں، مگر عملاً صرف بنوریہ اور مجددیہ مخصوصیہ کو چلاتے ہیں۔ اپنے بھائی حضرت سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ کی حیات ہی میں اپنے والد اور داد جان کے مریدین کا ایک حلقة چلاتے رہے۔

ظاہری بینائی سے تو محروم تھے مگر باطنی بینائی اتنی تھی کہ راستہ چلتے چلتے اگر کوئی کھڈہ آ جاتا تو فوراً رک جاتے تھے۔ عبدالرحمٰن خان نیازیؒ کا بیان ہے کہ شاہ صاحبؒ ہمارے گھر تشریف لے آئے کمرے کے اندر کوئی تصویر لٹک رہی تھی ہم نے اسکو لٹا کر کے اسپر کپڑا بھی ڈالا۔ نایبنا شاہ صاحبؒ اندر داخل ہوئے تو فوراً کہا کہ پہلے اس تصویر کو باہر نکال لو۔ حضرت سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ سے ان کے مریدوں نے جو کہ ابا خیل ضلع کی مردوں میں تھے ایک بھائی مانگا تو انہوں

نے سید عبدالعزیز شاہ صاحبؒ گوان کے ہاں بھیج دیا۔ بھائی کی وفات کے بعد وہ خانقاہ میں زمینی کے سرپرست تادم حیات رہے۔ آپ کی قبر کی تختی پر حملک اللہ آن گھٹ لاؤاھاً تلاءُ اللقرآن (اللہ تیرے اوپر حمل کرے بے شک تو نرم دل اور قرآن حکیم کا زیادہ تلاوت کرنے والا تھا) رقم ہے۔ جسکی تائید اس واقعے سے بھی ہوتی ہے کہ رمضان المبارک میں جب ۲۹ تاریخ کو چاند نظر نہیں آیا تو انہوں نے بہت ہی خوش ہو کر فرمایا کہ اللہ نے ہمیں ایک اور رات عبادت کے لئے دے دی، یہ کہہ کر اندر چلے گئے اور ساری رات تلاوت کرتے رہے یہاں تک کہ سحری تک قرآن شریف کا ختم کیا۔

صاحبزادہ سید عبدالعزیز شاہ صاحبؒ نے اپنے پیچھے پانچ بیٹے چھوڑ دیے۔

حضرت صاحبزادہ سید جان محمد صاحبؒ:-

سب سے بڑے مولانا سید جان محمد صاحبؒ تھے۔ جو کہ دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل تھے۔ اور اپنی زندگی کا بیشتر حصہ تدریس میں گزارا۔ بعد میں اپنے آبائی گاؤں اباخیل ضلع لکھ مروٹ میں آ کر لوگوں کے دلوں کو یادِ الہی سے معمور کرتے رہے۔ بدعتات کے سخت مخالف تھے۔ اکثر وقت مطالعہ کتب اور ذکرِ الہی میں گزارتے تھے 89 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ آپ کے بڑے فرزند کے بقول آپ نے کسی کو خلافت نہیں دی۔

حضرت صاحبزادہ سید عبدالرحیم شاہ صاحبؒ:-

دوسرے فرزند مولانا سید عبدالرحیم شاہ صاحبؒ تھے۔ فارغ التحصیل ہونے کے ساتھ ایسے حافظ تھے کہ نہ تو اپنے پیچھے تراویح میں کبھی سامع کی ضرورت محسوس کی اور نہ کبھی کوئی غلطی کی۔ اپنے والد محترم کے متولین کی تربیت میں ساری زندگی ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک بستی سے دوسری بستی سفر کرنے میں گزاری۔

حضرت صاحبزادہ سید عبدالرحمان شاہ صاحبؒ:-

تیسرا فرزند مولانا سید عبدالرحمان شاہ صاحبؒ تھے۔ جنہوں نے اکثر وقت علم حدیث کی تدریس میں گزارا۔ عربی زبان پر کافی عبور کھنے کی وجہ سے عربی میں شاعری بھی کرتے تھے۔ دو کتابیں بھی انہوں نے تصنیف کی ہیں۔

حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف شاہ صاحبؒ:-

چوتھے فرزند مولانا سید عبداللطیف شاہ صاحبؒ تھے۔ کتب بینی کے شغل کے ساتھ ساتھ دوسرے اشغال سے بھی سروکار رکھتے تھے۔ شوگر کے مریض ہونے کی وجہ سے جلدی دارفانی سے داربنا کی طرف رحلت کر گئے۔

حضرت صاحبزادہ عبدالکریم شاہ صاحب:-

پانچویں فرزند مولانا سید عبدالکریم شاہ صاحب ہیں۔ جو کہ ابھی تک علوم دینیہ کی تدریس میں مصروف ہیں۔
دارالعلوم فیصل آباد میں شیخ الحدیث ہیں۔ اکثر بیمار رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ صحت کاملہ نصیب فرمائے۔ آمین

حضرت صاحبزادہ عبدالباقي شاہ صاحب:-

صاحبزادہ سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ کے ایک بھائی، جوان سے عمر میں چھوٹے تھے اور ان سے پہلے انتقال کر گئے، سید نور محمد صاحبؒ تھے۔ انہوں نے اپنے پیچھے ایک فرزند سید عبدالباقي صاحبؒ کو چھوڑا۔ انہوں نے علوم دینیہ دوسرے صاحبزادہ گان پیشین زئی کے ساتھ حضرت سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ کی سرپرستی میں حاصل کر کیے۔ بہت ہی ذاکر و شاغل شخصیت کے حامل تھے۔ سید عبدالعزیز شاہ صاحبؒ کے داماد اور خلیفہ تھے۔ 1977ء میں وفات پا گئے۔

حضرت سید عبدالعزیز شاہ صاحب کے خلفاء عظام:-

- (۱) حضرت مولانا صاحبزادہ جان محمد صاحبؒ۔
- (۲) حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالرحیم صاحبؒ۔
- (۳) حضرت صاحبزادہ سید احمد صاحبؒ ولد حضرت سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ۔
- (۴) حضرت صاحبزادہ محمد صاحبؒ ولد حضرت سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ۔
- (۵) حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالحمید صاحبؒ ولد حضرت سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ۔
- (۶) حضرت مولانا صاحبزادہ محمود صاحبؒ ولد حضرت سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ۔
- (۷) حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالحمید صاحبؒ قندھاری ولد حضرت صاحبزادہ سید شیر محمد صاحبؒ۔
- (۸) حضرت صاحبزادہ عبدالباقي صاحبؒ ولد حضرت صاحبزادہ سید نور محمد صاحبؒ، خانقاہ پیشین زئی۔
پہلے دو حضرات حضرت سید عبدالعزیز شاہ صاحبؒ کے صاحبزادے اور باقی بھی تھے۔
- (۹) حضرت خلیفہ نور محمد صاحبؒ ناصر کمال خیل، کافی عرصہ پہلے افغانستان سے ان کے آباد و اجداد نے ہجرت کر کے پنیوالہ میں سکونت اختیار کی تھی۔ حبیب اللہ خان پچھے سقہ کے خلاف لڑائی میں بھی انہوں نے حصہ لیا تھا۔ اس علاقے میں حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدینیؒ کے سب سے پرانے شاگرد تھے۔
- (۱۰) حضرت عبدالکریم شاہ صاحبؒ، ملنگ والے۔

- (۱۱) محترم ماسٹر عزیز الرحمن، اکبری والے۔
- (۱۲) حضرت حاجی غلام محمد نیازیؒ المعروف بہ حاجی گام عیسیٰ خیل والے۔ جو کہ ایک سو پانچ سال کی عمر میں فوت ہو گئے۔ اپنے مرشد سے ملنے کیلئے پیدل عیسیٰ خیل سے ابا خیل آکر مہنپوں تک قیام کرتے تھے۔ جس کے متعلق سیال شریف والے حضرات عیسیٰ خیل سے وہاں جانے والوں کو کہا کرتے تھے، کہ جب تک حاجی گام زندہ ہے اس وقت تک دعا کیلئے یہاں تھمارے آنے کی ضرورت نہیں ہے۔
- (۱۳) حضرت غلام ہادی شاہ صاحبؒ توران والے، چراغ شاہ صاحبؒ کے فرزند تھے۔ 1919ء کے قریب پیدائش ہوئی جبکہ وفات 1986ء میں ہو گئی۔ نہایت پرہیز گاراً دمی تھے۔ لاولد تھے۔ نہایت کم عمری میں اپنے والد کے ساتھ حضرت سید عبدالحکیم شاہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر قرآن مجید سناتے تھے۔ پہلی بیعت اسی زمانے میں سید عبدالحکیم شاہ صاحبؒ سے ہوئی تھی۔
- (۱۴) حضرت مولانا عبداللہ صاحبؒ اخونزادہ، پیشین زئی قبلی کی اخوند خیل شاخ سے تعلق تھا۔ حضرت سید عبدالحکیم شاہ صاحبؒ کے داماد تھے۔ اچھے عالم ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے سمجھدار تھے۔
- (۱۵) حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ ٹاک والے۔
- (۱۶) حضرت مولانا محمود صاحبؒ، جو بعد میں مولانا مفتی محمود صاحبؒ کے نام سے مشہور ہو گئے۔ جن کی پیدائش پنیوالہ شہر میں 1919ء میں ہوئی اور بعد میں اپنے خاندان والوں کے ساتھ خانقاہ میں منتقل ہو گئے۔ حضرت سید عبدالعزیز شاہ صاحبؒ نے ان کو اپنے بیٹے اور بھتیجوں کے ساتھ مدرسہ شاہی مراد آباد پڑھنے کیلئے بھیجا۔ اس وقت تک بڑے حضرت، سید عبدالحکیم شاہ صاحبؒ انتقال فرمائے گئے تھے۔ اسلئے سارا خرچ سید عبدالعزیز شاہ صاحبؒ ہی تقریباً برداشت کرتے رہے۔ فراغت کے بعد خانقاہ والوں نے امامت کیلئے عبد خیل بھیج دیا۔ جبکہ اسکے بعد مفتی صاحب عیسیٰ خیل اور پھر مدرسہ قاسم العلوم ملتان تدریس کیلئے چلے گئے۔ جہاں انہوں نے سیاسی کام شروع کیا یہ دور حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کا تھا۔ جمیعۃ علماء ہند سے تعلق رکھنے والے حضرت مولانا سید گل بادشاہ صاحبؒ اور حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ جیسے لوگ حیات تھے۔ ان حضرات کی راہنمائی میں مفتی صاحبؒ نے جمیعت کی پلیٹ فارم سے بحیثیت ناظم اعلیٰ کے اچھے اقدامات بھی کیے، خصوصاً ۱۹۶۸-۱۹۷۹ء میں جب پیپلز پارٹی نے سو شلزم کا نام لیکر روٹی کپڑا اور مکان دینے کا وعدہ کرنا شروع کیا تو مسلم لیگی علماء نے ان پر کفر کا فتویٰ لگانا شروع کیا۔ اس وقت جمیعۃ علماء اسلام کی پلیٹ فارم سے اس فتویٰ کی تردید ہوئی بلکہ مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور مولانا مفتی محمود صاحبؒ نے ترجمان اسلام کے ذریعے اس

پروپیگنڈے کی دھمکیاں بکھر دیں۔

حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ ترجمان اسلام کے ادارے میں لکھتے ہیں
”امریکی ایجنسیوں نے ملک میں سو شلزم کا شور مچا کر یہود و امریکہ سے توجہ ہٹانے کی پلید کوشش شروع کر رکھی ہے۔“
(۲۵)

اسی رنگ کا مفتی صاحبؒ کا بیان ملاحظہ کیجئے
”اس وقت جو پاکستان میں سیاسی جنگ لڑی جا رہی ہے اسلام اور کفر کی جنگ نہیں سرمایہ دار اور غریب کی جنگ ہے۔“
(۲۶)

اس طرح کا ایک اور بیان ہے کہ
”اسلام صرف جائز ضرورت کیلئے مال کی اجازت دیتا ہے اور باقی سب اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینے کا حکم دیتا ہے۔“
(۲۷)

اسی لئے مشرقی اور مغربی پاکستان کے مختلف مکتبہ فکر دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث، شیعہ اثناعشریہ علماء نے متفقہ فتویٰ کے عنوان سے سو شلزم کے خلاف کفر کا فتویٰ لگا کر ان علماء کیلئے عوام میں جانے کے راستے مسدود کرنے کی کوشش کی۔ اسی طرح کا ایک اور کارنامہ پاکستان لیبر پارٹی جس کے کنوینیر مسٹر بشیر بختیار تھے کے ساتھ مفتی صاحب کالا ہور کے ایک ہوٹل میں ۱۹۶۹ء کی شام کو ایک معاملہ کرنا تھا جس کا خلاصہ یہ ہے
کہ دونوں محنت کشوں کو اٹھانے، بڑھانے اور اسلام کو چلانے چکانے میں ایک دوسرے کے معاون ہونگے۔

اس طرح مصر میں جب حریت پسند و اسلام پسند رہنماء جمال عبد الناصرؓ نے سامراج مخالف حکومت قائم کی تو جماعت اسلامی اور اس کے پھوؤں نے آسمان سر پاٹھا یا۔ ایسے وقت میں حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور مولانا مفتی صاحبؒ نے جمیعت کے پلیٹ فارم سے جمال عبد الناصرؓ کے حق میں آواز اٹھائی اور ان کے خلاف زہر آسود پر و پیگنڈے کو سبوتاڑ کیا اور خود مصر جا کر ان کے ساتھ کانفرنسوں میں شرکت کر کے وہاں کے چشم دید حالات بیہاں آکر بیان کئے۔ اسی طرح دسمبر ۱۹۶۹ء میں سرگودھا میں جمیعت علماء اسلام کا جو متفقہ منشور بنایا گیا اس میں بھی بنیادی صنعتوں کو قومی ملکیت میں لینے کی اور مزدور کسان کے حقوق کی بات کی گئی تھی۔ واضح رہے کہ اس منشور کی تیاری میں حضرت مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ (جو بعد میں خاقہ عالیہ رحمیہ رائے پور کے چوتھے منڈشین ہوئے) کا بھی اہم کردار تھا۔ لیکن بعد میں سرکاری مولویوں کے مسلسل دباؤ کی وجہ سے جمیعت والوں نے مصالحت کا راستہ مناسب

سمجھا، کیونکہ عملی سیاست میں ووٹ حاصل کرنے کی خاطر سب کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ تاہم آج بھی جمعیت کیلئے اس وقت کے فضائلے مشعل راہ بن سکتے ہیں۔

(۱۷) حضرت خلیفہ مولوی محمد صاحب[ؒ]، مولانا مفتی محمود صاحب[ؒ] کے چھوٹے بھائی تھے۔ حضرت سید عبدالعزیز شاہ صاحب[ؒ] کے خلیفہ تھے۔ اپنے والد محترم خلیفہ محمد صدیق صاحب[ؒ] کی طرح آپ بھی خلیفہ کے نام سے معروف تھے۔

(۱۸) حضرت سید عبدالکریم شاہ صاحب[ؒ] ملنگ والے، سید عبدالکریم شاہ ولد سید حبیب شاہ ملنگ جیسے علاقے میں آباد تھے۔ جہاں کی نہ صرف زمین سخت ہے بلکہ لوگ بھی تندخو ہیں۔ مگر تجھے ہے کہ ریشم پر تلوار بھی بے اثر ہو جاتی ہے۔ شاہ صاحب[ؒ] جیسے نرم مزانج شخص ہی کا کام تھا کہ جس نے ان لوگوں کو اپنا گرویدہ بنایا۔ سید حبیب شاہ صاحب[ؒ] کے بھائی سید لعل شاہ صاحب[ؒ] پہلے پہل کنڑ (افغانستان) سے یہاں آگئے تھے۔ وفات کے وقت وصیت کی کہ اگر میرا بھائی مجھے لینے کیلئے آجائے تو ان سے کہہ دو کہ وہ بھی یہاں آباد ہو جائے۔ چنانچہ سید حبیب شاہ صاحب[ؒ] اپنے بھائی کو جب ملنے آگئے تو ان کی وصیت کے مطابق یہاں رہ گئے۔ ان کا تعلق پیر بابا کے خاندان سے ہے۔ جن کا شجرہ نسب مشہور و معروف ہے۔ سید عبدالکریم شاہ صاحب[ؒ] نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقے کے علماء سے حاصل کی بعد میں وال پچھراں گئے، جہاں مولانا عبد الجید صاحب[ؒ] سے کتابیں پڑھیں۔ سید عبدالکریم شاہ صاحب[ؒ]، حضرت سید عبدالعزیز شاہ صاحب[ؒ] کے بہت چھیتے مرید تھے۔ خانقاہ لیلين زئی کے کتب خانے کی اکثر کتابیں ان کی مجلد کی ہوئی ہیں، ان کے فرزند ابراہیم شاہ صاحب انکے جانشین ہیں۔ باقی بیٹے بھی تعلیم یافتہ ہیں اور اچھے مناصب پر ہیں۔ (۶۸)

حضرت مولانا صدیق احمد صاحب[ؒ]، مولانا صاحب[ؒ] کی ولادت ۱۹۱۹ء میں گل امام ضلع ٹانک میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم مولانا خیر محمد صاحب[ؒ]، حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن[ؒ] کے شاگرد اور حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدھی[ؒ] کے ہم درس تھے۔ حضرت مدھی[ؒ] نے بعد میں انکے نام خطوط بھی بھیجے۔ آپ خود حضرت مدھی[ؒ] کے شاگرد تھے۔ خوشاب، وال پچھراں اور سرگودھا میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۲۵ء میں دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث میں تیسرے نمبر پر آئے۔ ۱۹۵۸ء میں اپنے گاؤں میں اشرف المدارس کی بنیاد رکھی۔ جسکا سنگ بنیاد مولانا سید گل بادشاہ صاحب[ؒ] اور مولانا غلام غوث ہزاروی[ؒ] جیسے علماء حق نے رکھا۔ طالب علمی کے زمانے میں بھور شریف تحصیل عیسیٰ خیل میں ایک فقیر تھے جن کا نام فتح محمد تھا اور عمر سو سال تھی، جو کہ مولانا جان محمد صاحب[ؒ] میں شریف والے کے خلیفہ تھے مولانا صدیق احمد صاحب[ؒ] ان کے پاس جایا کرتے تھے۔ ایک رات خواب دیکھا کہ ایک بغلہ ہے جہاں میں چوکیدار کی اجازت کے بغیر داخل ہوا اور حضرت خواجہ سراج الدین صاحب[ؒ] شریف فرماتھے۔ انہوں نے گود میں لیکر دبایا

اور یہ کہا کہ چوکیدار سے اجازت لینی پڑتی ہے۔ اس سے ان کے حالات تبدیل ہو گئے۔ پھر ایک دن نقیر قطب محمد صاحب ” سے بیعت ہونے کیلئے کہا انہوں نے گھور کر کہا کہ تو مرید ہو چکا ہے۔ بعد میں سید عبدالعزیز شاہ صاحب ” سے مرید ہو گئے۔ ایک دن شاہ صاحب ” کے ہاں ابا خلیل میں مراقبہ میں شریک تھے۔ مراقبہ کے بعد شاہ صاحب ” نے کہا کہ بیٹی بڑی باعث برکت ہوتی ہے۔ گھر آیا تو پہنچا کہ بیٹی پیدا ہو گئی ہے۔

مولانا صدیق احمد صاحب ” بعد میں صاحبزادہ سید جان محمد صاحب ” اور صاحبزادہ محمود صاحب ” نے خلافت دیدی۔ واضح رہے کہ ان کے والد محترم مولانا خیر محمد صاحب ” سے سید عبدالعزیز شاہ صاحب ” نے کچھ کتابیں بھی پڑھی ہیں۔ مولانا خیر محمد صاحب ” حضرت خواجہ سراج الدین صاحب ” منڈشین خانقاہ موسیٰ زئی شریف کے مرید تھے۔ (۶۹)

حضرت صاحبزادہ سید احمد صاحب ”:

حضرت سید عبدالحیم شاہ صاحب ” کے بعد ان کے بڑے فرزند سید احمد صاحب ” جانشین بنے۔ ان کی پیدائش ۱۳۱۷ء میں ہوتی۔ جنہوں نے ۱۹۸۵ء تک خانقاہ کو چلا�ا۔ ابتدائی تعلیم خانقاہ میں موجود علماء سے حاصل کی۔ والد محترم کی وفات کی وجہ سے تعلیم مکمل نہ کر سکے۔ تاہم فقہہ کی کتابیں جید فقہاء سے پڑھیں۔ والد محترم کی وفات کے وقت چھوٹے تھے، اس لئے بعد میں سلوک اپنے چچا حضرت سید عبدالعزیز شاہ صاحب ” سے طے کیا۔

صاحبزادہ سید احمد صاحب ” بڑے صاحب جذب و جلال تھے۔ ان کے رعب اور دبرے کی وجہ سے ان پر قادری کا گمان ہوتا تھا۔ مسلسل ان کی توجہ کا مرجع بنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں تھی۔ بڑے سے بڑا آدمی ان کے سامنے آتا تھا، تو اس پر لرزہ طاری ہوتا تھا۔ مختلفین پیٹھ پیچھے انہیں بہت کچھ کہہ جاتے تھے۔ مگر ان کے سامنے آنے کی ہمت نہیں کر سکتے تھے۔ مزاج شناس اور مردم شناس حد درج کے تھے۔ دوسرے لوگ کسی کو سال ہا سال آزمائے کے بعد جو رائے قائم کرتے تھے صاحبزادہ سید احمد صاحب ” پہلی نظر میں وہ رائے قائم کر لیتے تھے۔ قیافہ شناس تھے، بیٹے کو دیکھنے کے بعد اس کا باپ معلوم کرنا اور باپ کو دیکھنے کے بعد اس کا بیٹا جاننا ان کیلئے اتنا آسان تھا کہ بعض لوگوں نے ان سے شکایت کی کہ کہیں اس طرح ہمارا راز فاش نہ ہو جائے۔

حضرت صاحبزادہ سید احمد صاحب ” کے زمانے تک سماجی حالات پرانے ڈگر پر چل رہے تھے۔ لوگوں کے اندر وقار، شرم اور حیا کا مادہ کسی حد تک موجود تھا۔ نئی سیاست اور نئے لیڈوں نے نئے فتنے ابھی تک کھڑے نہیں کیے تھے۔ اس لیے ان کو اور خانقاہ کو آزمائشوں سے نہیں گزرنا پڑا۔

صاحبزادہ سید احمد صاحبؒ کے خلفاء کرام:-

صاحبزادہ سید احمد صاحبؒ خلافت کے معاملے میں بہت ہی سخت گیر تھے۔ اس لئے انہوں نے چند ہی لوگوں کو خلافت سے نوازا۔

(1) مولانا صاحبزادہ سید محمد محسن شاہ صاحب شہید، جوان کے اکلوتے بیٹے تھے اور بڑے سخت حالات میں اس کی تربیت کی تھی۔ ڈل تک تعلیم خانقاہ میں حاصل کی اس وقت تک خانقاہ میں باقاعدہ گورنمنٹ سکول نہیں تھا بلکہ پرائیویٹ طور پر کوئی ٹیچر پڑھایا کرتا تھا اسکے بعد دینی تعلیم اپنے پچھا صاحبزادہ محمود صاحبؒ سے حاصل کرتے رہے۔ بہت دلیر اور نتائج سے بے پرواہ ہو کر خطرات میں گھسنے والے تھے۔ بعد میں اکوڑہ خلک علم حاصل کرنے کیلئے گئے وہاں سے فراغت حاصل کرنے کے بعد درہ پیزو ضلع کی مردوں میں جامعہ حلیمیہ کے نام سے مدرسہ قائم کیا۔ جس نے بہت جلد ترقی کی۔ مگر افسوس کہ سید محمد محسن شاہ صاحبؒ موجودہ دہشت گردی کے زد میں آگئے اور اپنے مدرسہ ہی میں آدھی رات کو نامعلوم افراد نے خفیہ طریقے سے شہید کیا۔ آپ کے بعد آپ کے بیٹوں نے آپ کے کام کو سنپھالا ہوا ہے۔

(2) سید صابر شاہ صاحبؒ ابا شہید والے، ڈیرہ اسماعیل خان سے چھوٹی میل مغرب کی طرف ابا شہید کے نام پر سادات کی ایک چھوٹی سی بستی ہے۔ سید صابر شاہ صاحبؒ کا تعلق اسی بستی کے ساتھ تھا۔ نہایت ہی شریف اور پروقار آدمی تھے۔ تبلیغ میں فنا کے مقام پر تھے۔ بعد میں قبلہ والدی صاحبزادہ محمود صاحبؒ سے استفادہ کرتے رہے۔ خانقاہ کے ساتھ تعلق کو آخر تک نجاہیا۔ جوانی میں موت سے ہم آغوش ہوئے۔

(3) مولانا احمد سعید شاہ صاحب، سید علی شاہ صاحبؒ خلیفہ اجل حضرت سید عبدالحکیم شاہ صاحبؒ کے بڑے بیٹے ہیں۔ والد ماجد کی وفات کے بعد صاحبزادہ سید احمد صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر مجاز ہوئے۔ آجکل والد ماجد کی جگہ پر بیٹھ کر دین کی خدمت کر رہے ہیں۔

(4) محترم عبدالقیوم صاحب عرف ملک عبدالخیل کا باشندہ ہے۔ سلسلہ بنوریہ اور سلسلہ معصومیہ دونوں میں مجاز ہیں۔

حضرت صاحبزادہ محمد صاحبؒ اور ان کے خلفاء:-

صاحبزادہ سید عبدالحکیم شاہ صاحبؒ کے دوسرے فرزند تھے۔ 1917ء میں خانقاہ میں پیدائش ہوئی۔ حضرت سید احمد صاحبؒ اور حضرت سید محمد صاحبؒ کے اساتذہ تقریباً ایک ہی تھے۔ ابتدائی تعلیم خانقاہ کے علماء سے حاصل کی جن میں کلی مردوں کے مشہور عالم، مولانا عبد اللہ صاحبؒ زگن حیلوی سے صرف اور فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ موصوف اگر

چہ فقہ کے اصل اور بنیادی مآخذ سے زیادہ وابستہ نہیں تھے مگر کتاب کے متن سے زیادہ لگاؤ کی وجہ سے جزئیات از بر ہوتی تھیں اسلئے اختلافی مسائل میں شدت سے کام لیتے تھے۔ جسکی وجہ سے مناظروں کا بازار گرم رہتا تھا۔ حضروں سفر میں فتاویٰ ساتھ رکھتے تھے۔ ان کے دوسرے استاد حافظ غلام لیسین صاحب قوم کندی (یارک) تھے۔ جن سے انہوں قرآن حکیم پڑھاتھا۔ حافظ غلام لیسین صاحب، حضرت سید عبدالحیم صاحبؒ کے ساتھ قدم ہار کے سفر میں بطور امام رہا کرتے تھے۔ بعد میں صاحبزادہ سید محمد صاحبؒ نے وال پھر اس میں اپنے والد محترم کے خلیفہ مولانا محمد لیسین صاحبؒ سے باقی کتب پڑھیں۔ فقہ کی جزئیات از بر یاد تھیں۔ حضروں سفر میں عزیمت پر عمل پیرا رہتے تھے۔ خاندانی روایات کے امین تھے۔

صاحبزادہ سید احمد صاحبؒ کے ساتھ معاون کے طور پر خانقاہ کو سنبھالے ہوئے تھے۔ باہر کے امور آپ کے ذمے ہوتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد خانقاہ کے جانشین بن گئے۔ پہلے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدینی سے بیعت ہوئے تھے۔ کافی اس باق طے کیے تھے مگر تقسیم ہند کی وجہ سے انڈیا آنا جانا موقوف ہو گیا۔ حضرت مدینی کی وفات کے بعد اپنے چچا سید عبدالعزیز شاہ صاحبؒ سے بیعت ہوئے۔ تھوڑی محنت کے بعد منزل مراد کو پہنچ گئے۔ بلڈ پریشر کی شکایت ابتداء سے تھی۔ جسکی وجہ سے بعد میں فائج کا حملہ ہوا اور مستقل صاحب فراش بن گئے۔ 19 اگست 1990ء کو وفات پا گئے۔

مولانا شیر محمد صاحب پنیوالی جو کہ آجکل جامعہ خیر المدارس ملتان میں استاذ الحدیث ہیں، کو صاحبزادہ محمد صاحبؒ نے خلافت دی تھی۔ مولانا شیر محمد صاحب خلیفہ نور محمد صاحبؒ کے فرزند ہیں۔ جو کہ سید عبدالعزیز شاہ صاحبؒ کے خلیفہ تھے۔

حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالحمید صاحبؒ اور ان کے خلفاء:-

صاحبزادہ سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ کے تیرے فرزند تھے۔ 1919ء میں پیدائش ہوئی۔ وال پھر اس وغیرہ میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد صاحبزادگان لیسین زئی کے اس گروپ میں شامل تھے جو سب سے پہلے مراد آباد چلا گیا۔ مراد آباد کچھ عرصہ پڑھنے کے بعد دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ اور وہاں سے سند فراجت حاصل کی۔ مشہور اساتذہ میں سے شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدینی، شیخ الحدیث حضرت مولانا فخر الدین صاحبؒ، حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ، استاد الادب مولانا اعزاز علی صاحبؒ، مولانا عبدالخالق صاحبؒ، شیخ الحدیث مولانا عبد الحق صاحبؒ، مولانا عبد الحق نافع گل صاحبؒ کا خیل اور مولانا عبد اسیع صاحبؒ شامل ہیں۔

جھیر الصوت نہ ہونے کے باوجود بہت ہی عمدہ قرآن حکیم پڑھتے تھے۔ استاد القراء قاری عبداللہ صاحب مراد آبادی سے تجوید پڑھی تھی۔ اکثر بیمار رہتے تھے۔ کتب بنی کے بے حد شوqین تھے۔ بڑی عمر میں قرآن شریف پا دیکیا تھا۔ اکثر وقت تلاوت قرآن میں گزارتے تھے۔ خاموش طبع اور منكسر المزاج ہونے کے ساتھ خوش طبع تھے۔ صاجزادہ محمد صاحبؒ کی وفات کے بعد آپ خانقاہ کے جانشین بن گئے۔ 1995ء میں وفات پا گئے۔

(1) مولانا محمد یوسف صاحب، متوفی موضع معظم ان کے خلیفہ ہیں۔ جنکا پہلے خلیفہ سید علی شاہ صاحبؒ سے بیعت کا تعلق تھا۔ ان کی وفات کے بعد صاجزادہ عبدالحمید صاحبؒ کی طرف رجوع کیا۔ مولانا محمد یوسف صاحب خود بھی اسلاف کی نشانی ہیں۔ تقریباً انوے سال عمر ہے۔ بڑے خلیق اور صابر و شاکران انسان ہیں۔ خانقاہ لیسین زئی کے ساتھ عشق کے درجے کا تعلق ہے۔ ان کے والد حاجی چہارگل صاحبؒ نے خانقاہ کی بہت زیادہ خدمت کی تھی۔ جو کہ صاجزادہ محمود صاحبؒ کے سر بھی تھے۔

(2) اس طرح حاجی محمد رمضانؒ استاد پنیوالہ والے جس نے پہلے صاجزادہ احمد صاحبؒ سے کچھ اسبق لیے تھے۔ بعد میں صاجزادہ عبدالحمید صاحبؒ سے بیعت ہو کر مجاز بن گئے۔

(3) مولانا صاجزادہ عطاء الرحمن شاہ صاحبؒ بھی اپنے والد حضرت صاجزادہ عبدالحمید صاحبؒ کے خلفاء میں سے ہیں۔

(4) مولانا محمد اختر صاحبؒ، (مدرس جامعہ امینیہ دہلی)، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان موضع معظم کے باشندے تھے۔ مولانا صاجزادہ عبدالحمید صاحبؒ کے ساتھ دارالعلوم دیوبند میں ہم درس بھی رہے تھے۔ تقسیم ہند کے وقت آپ انڈیا میں رہے، وہاں سے شادی کی اور پھر جامعہ امینیہ میں تا دم حیات مدرس رہے۔ بعد میں صاجزادہ عبدالحمید صاحبؒ کے ساتھ بیعت کا تعلق بھی قائم کیا۔ اس لئے تقریباً ہر دوسرے سال انڈیا سے اپنے رشتہ داروں کو ملنے اور خانقاہ پر حاضری دینے کیلئے تشریف لاتے تھے۔

حضرت صاجزادہ سید محمود شاہ صاحبؒ:-

صاجزادہ سید احمد صاحبؒ کی وفات کے بعد جو 1985ء میں ہوئی۔ خانقاہ کا سارا بوجھ عملًا صاجزادہ محمود صاحبؒ پر آن پڑا۔ کیونکہ صاجزادہ محمد صاحبؒ اور صاجزادہ عبدالحمید صاحبؒ دونوں اکثر بیمار رہتے تھے۔ صاجزادہ محمود صاحبؒ کی ولادت ۱۲ جمادی الاولی ۹۳۳ھ بمقابل 22 جنوری ۱۹۲۱ء میں ہوئی۔

تعلیم و تعلّم:-

ابتدائی تعلیم خانقاہ میں حاصل کی۔ بعد میں دوسرے بھائیوں کے ساتھ وال مچھر ان اور پھروہاں سے مدرسہ شاہی مراد آباد تشریف لے گئے۔ درمیان میں کچھ عرصہ افغانستان میں رہے۔ آخر میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ موقوف علیہ وہاں سے کیا۔ اس دوران اساتذہ میں محنت کی وجہ سے مشہور و مقبول تھے۔ طالب علمی کے دوران اکثر نصابی کتابیں اپنے طور پر خریدیں۔ جن پر اپنے ہاتھ سے نوش اور حواشی لکھے۔ فراغت کے بعد کچھ عرصے تک سبی اور ڈیرہ شہر میں تدریس کی۔ قرآن شریف کے ساتھ خاص شغف تھا۔ مکمل پچاس سال تک پنیوالہ کی جامع مسجد میں جمعہ، خانقاہ کی مسجد میں اذان و امامت اور تراویح میں قرآن سنانا ان کی ایسی مستقل مصروفیت تھی، کہ ان کے موجود ہوتے ہوئے شاید یہ کوئی ثابت کر سکے کہ ان میں سے کوئی ذمہ داری رہ گئی ہو۔ قرآن کریم کی تلاوت کے ساتھ خاص شغف تھا۔ اکثر ایک دن میں ختم قرآن کر لیتے تھے۔ خصوصاً سفر کے دوران قرآن حکیم ختم کرنا ان کا معمول تھا۔ یاد رہے کہ صاحزادہ محمود صاحبؒ نے موقوف علیہ پڑھنے کے بعد چونکہ تقسیم ہند کی وجہ سے ایک سال گھر پر گزارا اسی دوران انہوں نے نومہینوں میں اپنے طور پر قرآن حکیم حفظ کر لیا اس حوالے سے آپ ایک واقعہ بھی سنایا کرتے تھے کہ مجھ سے پہلے مفتی محمود صاحبؒ ہندوستان سے پڑھ کر آگئے تو انہوں نے خانقاہ میں بیٹھ کر حفظ شروع کیا چند پارے یاد کر کے ہمت ہار گئے اور حفظ کرنا چھوڑ دیا بعد میں میں آگیا تو حفظ کرنا شروع کیا اور اللہ کے فضل سے کامیاب ہو گیا۔ مجھے دیکھ کر بڑے بھائی صاحزادہ عبدالحمید صاحبؒ کو شوق ہوا انہوں نے بھی اپنے طور پر حفظ کرنا شروع کیا اور یاد کر کے حافظ بن گئے۔

تلاوت میں آپکا ایک خاص انداز تھا۔ صرف جلدی جلدی خالی تلاوت نہیں کرتے تھے۔ بلکہ معانی اور مطالب کو سامنے رکھتے ہوئے تلاوت کرتے تھے۔ دوران تلاوت نکات بھی نکالتے تھے اور کوئی آیت زیادہ متوجہ کرتی تو اسکو اوپھی آواز میں خوش الحانی کے ساتھ ساتھ بار بار پڑھتے تھے۔ زیادہ جذب میں آکر ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مارتے جاتے تھے اور ہم کلامی کے انداز میں اس پر تبصرہ بھی کرتے تھے۔ اس میں خلوت اور جلوت ان کے لئے ایک جیسے ہوتے تھے، بعد میں اخذ شدہ نکات کے متعلق اپنے متعلقین سے پوچھتے رہتے تھے۔ علماء حضرات پر اکثر اس لئے برستے تھے کہ قرآن کے ظاہری معنی سے بھی بے خبر رہتے ہیں۔ چہ جائیکہ سیاق و سبق، شان نزول اور آیت کے مطالب سے باخبر ہوں۔

حضرت الامام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور انکی جماعت کی تعلیمات اور تشریحات سے بڑا گاؤ تھا۔ خصوصاً حضرت شیخ الحنفی مولانا محمود الحسن گاترجمہ جس پر سمجھویت کرنے کیلئے وہ کسی قیمت پر بھی تیار نہیں ہوتے تھے۔

ایک دفعہ راقم الحروف سے آیت لو کان من عند غير الله لو جدو فيه اختلافاً كثيراً (النساء: ٨٢) پر جو ظاہری اعتراض وارد ہوتا ہے کہ متعلق پوچھا راقم الحروف نے جلالین کے حوالہ سے کوئی تاویل ذکر کی تو فرمایا کہ چھوڑ جلالین والا کون ہوتا ہے؟ حضرت شیخ الہند کو دیکھو وہ کیا کہتا ہے۔ نماز کے دوران کوئی نیا کوئی یا نئی سورت تلاوت ہوتی تو بیٹوں اور بھیجوں کی شامت آجاتی، اس لئے کہ سب سے اس کے ترجمے اور تفسیر کی بابت استفسار ہوتا۔ تلاوت میں انکو بلا کا استحضار حاصل تھا۔ مرض الموت کے دوران جب راولپنڈی شفت کر رہے تھے تو اس سے ایک دن پہلے راقم سے پوچھا کہ ”صیاصی“ کا کیا معنی ہے۔ میں نے سیاق و سباق کا پوچھا تو فوراً اکیسوں پارے کی متعلقہ آیت پڑھی، میں نے قلعے کے ساتھ ترجمہ کیا تو فرمایا کہ یہ حاصل معنی ہے اصل معنی بتلا دو۔

جماعہ کی نماز انہوں نے تقریباً پچاس سال پڑھائی اس دوران وہ قرآن کریم کا ترجمہ ہی تقریر کی شکل میں کرتے تھے اور وہ تفسیر القرآن بالقرآن کے طرز پر اس انداز و ادا کے ساتھ کہ گویا قرآن ابھی نازل ہو رہا ہے اور وہ وضاحت کرتے جاتے ہیں۔ زیادہ فلسفیانہ اور مدققانہ انداز سے گریز کرتے تھے۔ جس نے ایک دفعہ ان کا وعظ سناؤہ ان کا گرویدہ ہوا۔ اخلاص اور للہیت کے پیکر تھے، اس لئے تقریر کو معاش کا ذریعہ بنایا اور نہ ہی اپنی شہرت کا۔ بس جہاں اتفاق سے گئے اور ضرورت محسوس کی تو تقریر فرمائی۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ گلستان اور بوستان میں ایسا فضیح اور واعظانہ انداز ہے کہ جی چاہتا ہے کہ بستی بستی پھر دوں اور یہ پندو نصیحت بیان کرتا جاؤں۔ ابتداء میں دس بارہ سال تک مختلف مدارس میں تدریس کرتے رہے۔ درس میں طریق کارکنوی رکھا یعنی عام طالب علموں کے ذہنوں کو سامنے رکھتے ہوئے مسئلے کا خلاصہ پیش کرتے تھے۔ سوال پر سوال قائم کرنا انکی عادت نہیں تھی ہاں طالب علم میں مطالعہ کی عادت ڈالنے اور کتاب کو حل کرنے کی استعداد پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

درسی کتابوں کے مضامین آخر تک مختصر تھے۔ طالب علم کو اس حوالے سے معاف کرنے کے قائل نہیں تھے۔ متعلقہ کتاب کے متعلق فوراً سوالات شروع کرتے تھے۔ شروع کے زمانے میں خانقاہ میں بھی طالب علموں کو پڑھاتے تھے۔ پڑھانے کے معاملے میں سخت گیر بلکہ نسبتاً سخت گو تھے۔ گزشتہ سبق کی باز پرس میں کسی کی رو رعایت نہیں کرتے تھے۔ صرف، خواہ تخت اللفظ تفسیر میں کمال حاصل تھا۔ اس طرح فارسیات، گلستان، بوستان، حافظ شیرازی، مشنواری مولانا روم وغیرہ میں بہت ہی یہ طولی رکھتے تھے۔

حافظ شیرازی کے کہے ہوئے مغلق اشعار خود بھی بڑے شوق سے حل کرنے کی کوشش کرتے تھے اور دوسروں کیلئے بھی امتحان گاہ بناتے تھے۔ مشنواری کو شریعت کے ترازوں میں تول کر پڑھتے تھے، جس قصے یا واقعے سے اختلاف ہوتا تھا۔ اس کا

بر ملا اظہار کرتے تھے ”ہست قرآن در زبان پہلوی“ کے مصرع پر بڑے تعجب کا اظہار کرتے تھے۔

حافظ شیرازی کے طرز پر ”حافظ“، تخلص رکھتے ہوئے شعر کہا کرتے تھے۔ وفات سے سال دو سال پہلے اپنی موت کے حوالے سے جوا شعار کہے تھے انکو اپنے سامنے آؤزیں رکھتے تھے۔ جکو انکی قبر کی تختی پر بھی رقم کیا گیا ہے۔ اشعار

درج ذیل ہیں:

صرف ہازم اللذات کہ ہست انتظار آں	شد حافظا مراحل دنیا ہمہ تمام
صرف لذتوں کو نکلے کرنے والی موت باقی ہے، جسکا انتظار ہے	اے حافظ دنیا کے تمام مرحلے ختم ہو گئے
در جنت فردوس خدايت دہد مقام	آن ہم بغسل او برسد تابا ختم
اور جنت فردوس میں خدا تمہیں مقام دے دیگا	وہ مرحلہ بھی اللہ کے فضل سے ختم ہو جائیگا

(۷۰)

ولی اللہی جماعت کے اکابرین کے ساتھ والہانہ عقیدت:-

ولی اللہی جماعت سے چونکہ والہانہ عقیدت تھی۔ اس لئے اپنے اشعار میں انکے کردار، خدمات اور اوصاف حمیدہ کا تذکرہ بہت بی عمدہ انداز میں کرتے تھے مثلاً مندرجہ ذیل عنوان کے تحت فرماتے ہیں۔

درشان مقام حضرات اکابرین مشائخ دیوبند حبہم اللہ گوید

شہان بے کمر و خسروان بے کلمہ اند	چہ گویست ز مقام مشائخ دیوبند
بغیر پلکہ باندھے بادشاہ ہیں اور بغیر کلمہ پہنچے سردار ہیں	میں تجھے مشائخ دیوبند کے متعلق کیا کہوں
منار ملت بیضاء ہداۃ بے مثل اند	رشید و قاسم و امداد انجم غبرا
ملت بیضاء کے بیnar اور بے مثال ہادی ہیں	رشید احمد گنگوہی، مجید قاسم نانو توی، امداد اللہ مہاجر کی زمین کے تارے ہیں
زمین مالٹہ وجاز گواہ عادلہ اند	زشخ ہند چہ گویم نظیر خویش نداشت
مالٹا اور جاز کی زمین اس پر عادل گواہ ہیں	شش الہند کے متعلق کیا کہوں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے
محابس و منا بر شہود صادقه اند	زنگوش کہ حسین است ہند رونق یافت
جیل خانے اور ممبراس پر سچے گواہ ہیں	ان کے نائب حسین احمد مدحی سے ہندوستان نے رونق پائی

عبدیہ و انور شبیر باکفایت فخر	یگان یگان ہمین جمع شمع انجمن اند
عبداللہ سندھی، انور شاہ کشمیری، کفایت اللہ دہلوی، مولانا فخر الدین	یہ سارے اکیلے اکیلے اس انجمن کی شمع ہیں
لسان غیب میمین علوم حکمت دین	تحانوی است کہ انفاس ا و طلاء زرند
غیب کی زبان، دین کی حکمت کے علوم کے پیان کرنے والے اشرف علی تحانوی ہیں جن کی باتیں سونے کی طلاء ہیں	
سمیٰ والد یوسف چہ گویت کہ چہ بود	رموز ملت آقا علیہ السلام رہیں کشف وی اند
حضرت یوسف کے والد کے ہم نام (مولانا محمد یعقوب) کا میں کیا کہوں ہیں	حضور علیہ السلام کی ملت کے رموز اس کے کشف کے مرہون ہیں
خلیل راچہ ستایم کہ شد خلیل خلیل	کتاب بذل و مہند زبذل جہد وی اند
خلیل احمد سہار پوری کی تعریف کروں، جو حضرت ابراهیم کے دوست تھے	البذل لجمحو دارالمہند علی المفتخر مجسی کتابیں ان کی کاوشوں کا نتیجہ ہیں

(۷۱)

اسی طرح حضرت شاہ اسماعیل شہید کی منقبت میں بھی اشعار کہے جنکو تختی پر کندا کرانے اور ان کی قبر پر لگانے کیلئے ایک دوست کے حوالے کیے تھے، مگر افسوس کہ اس نے طاق نسیان کے حوالے کیے۔ شاہ صاحبؒ کے حوالے سے فرماتے ہیں:

چہ پاک طینت مردم ازین فنا ر فتنہ	زدست غدر زمانہ رہ بقا ر فتنہ
کتنے پاک فطرت والے لوگ اس دنیا سے رخصت ہوئے	الل زمانہ کے دھوکہ کے ہاتھوں ہمیشہ رہنے والے جہاں میں چلے گئے
چہ حُرثا دندایاں ملت بیضاء	زدست دشمن اسلام درثرا فتنہ
دین اسلام کے کتنے حریت پسندہ نماء	اسلام دشمنوں کے ہاتھوں شہید ہوئے
فغان زغدر خوائین قوم افغانان	چہ بطل لشکر اسلام ازمیاں رفتنہ
افغان قوم کے خوائین کے دھوکے سے شکایت ہے	لشکر اسلام کے کتنے بہادران کے دھوکے کا شکار ہوئے

(۷۲)

حضرت صاحبزادہ صاحبؒ ویسے تو سب دیوبندی اکابر کے مارج تھے اور اکثر کو انہوں نے دیکھا بھی تھا۔ چنانچہ حضرت مولانا اشرف علی تحانوی، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا حسین احمد مدینی، حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی، حضرت مولانا شاہ عبدال قادر رائے پوری اور حضرت مولانا عبد اللہ سندھی کو انہوں نے قریب سے دیکھا تھا اور

اکثر ان کے واقعات بھی سناتے تھے۔ مگر سیاسی مسلک میں حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدینی اور حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ کے بڑے گرویدہ تھے۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ملفوظات کے مطالعے کے دوران اگر کسی سیاسی مسئلہ پر حضرت تھانویؒ کی گفتگو سامنے آتی تو بڑے فاتحانہ انداز میں فرماتے کہ حضرت تھانویؒ کا سیاست کے میدان سے کوئی تعلق ہی نہیں اس میدان میں تو حضرت مدینیؒ کی کیابات ہے۔

صاحبزادہ محمود صاحبؒ ہمت، استقامت اور خود اعتمادی کے پیکر تھے۔ جو معمول، سوچ، خیال اور روایہ پہلے دن سے تھا، اس پر اتنا اعتناد رہا کہ زمانے اور حالات کی سیکھی اور لوگوں کی کہا کہی سے اس میں ذرہ بھر تبدیلی بھی گوارہ نہیں کی۔ اسی سے کسی کی للہیت کا پتہ بھی چلتا ہے۔ کہ اس وصف کا آدمی ریا، نمود اور مفادات سے دور ہنے کی وجہ سے عزم بالجزم کا مینار ہوتا ہے، جس چیز کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس کی فطرت کے قریب ہو جاتا ہے اور مخلوق خدا کی نسبت خدا کو مقدم رکھتا ہے۔ دنیاوی مفادات، لوگوں کا جمگھٹا، عزٗت اور شہرت وغیرہ چیزیں آڑنے نہیں آتیں۔

خانقاہ لیسین زئی کے خلاف دوسری سازش:-

امتحنات اور آزمائشیں حضرات انیاءؑ سے شروع ہوئی ہیں۔ ماضی قریب میں حضرت الامام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا خاندان اور انگی جماعت تو مسلسل انہی آزمائشوں سے گزرتے رہے۔ صاحبزادہ صاحبؒ اپنے خاندان کے ساتھ اس قسم کی آزمائش کا شکار بنائے گئے۔ پہلے تو اپنے بزرگوں کی عادت کے مطابق اس آزمائش میں فریق بننے سے گریز کرتے رہے۔ مخالفین کو عقل اور نقل اور ہر دلیل سے سمجھانے کی کوشش کی۔ مگر جب انہوں نے ضد کی بنیاد پر حالات کو خراب کرنا چاہا تو صحیح موقف سے وقت کی بڑی طاقت بھی انکونہ ہٹا سکی۔ اپنی ساری زندگی جماعت علماء کے ساتھ گزاری۔ اپنی نجی، انفرادی، علمی، خانقاہی اور اجتماعی زندگی ان کے شیرازہ کو مجتمع کرنے میں صرف کی۔ مگر علماء کی شیرازہ بندی کیا ہوتی؟ شیرازہ بندی کا نام لینے والوں نے اپنی ذاتی فائدے لینے کی پالیسی پر گامزن ہوتے ہوئے علماء کی جمعیت کو پارہ کر دیا۔ اکابر کا نام استعمال کر کے اپنے آپ کو تقدس کا ایسا البادہ پہنادیا، کہ بچارے عام علماء جو تاریخ، نظریہ، بزرگوں کے پروگرام وغیرہ سے نا آشنا تھے فرعونی سیاست کے ایک پہلو "فاستخف قومہ" (اس نے اپنی قوم کو ہلکا بنادیا) کا منظر پیش کرتے ہوئے "فاطاعوہ" کے مرحلے سے گزرتے ہوئے "انهم کانوا قوما گاسقین (الزخرف: ۵۳)" کے گھرے کھڈے میں جا گرے۔ حالانکہ بات صرف اتنی سی تھی کہ اکابر حضرات علماء ہند کے جانشین، ولی للہی علوم و ادکار کے وارث و امین، شیخ تزکیہ و طریقت، رہبر سیاست و عزیمت اور داعی شعور و حکمت حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری وزیر اسلام مرقده نے جب اکابر علماء ہند کے پروگرام کی روشنی میں موجودہ

فرسودہ، ظالمانہ اور سرمایہ دارانہ نظام کی مخالفت، باقاعدہ ایک تحریک کی شکل میں شروع کی تو اس سے نہ صرف سامراجی حقوق میں بھلکدڑیج گئی بلکہ ان کے حواریین ”جو کہ مختلف مذہبی حیلوں کے ساتھ عام علماء اور عوام کا استھنال کر رہے تھے“، بھی برافروختہ ہو گئے کیونکہ ان کو اپنا مستقبل تاریک ہوتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریٰ نے تو اسلام کے عالمگیر اور آفاقی تعلیمات کی روشنی میں سماجی انصاف، انسانیت کی حریت و آزادی اور معاشری عدل و مساوات کی بات کی۔ جس پر بخاری شریف کی مشہور حدیث بھی گواہ ہے۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے، ثلث من جمعهنّ فقد جمع الایمان الانصاف من نفسك وبذل السلام للعالم والاتفاق من الاختار۔ (۷۳)

مگر مشہور زمانہ علماء جنہوں نے شیخ الاسلام، مفتی اعظم اور امام انقلاب کی تختیاں ماتھوں پر سجائی تھیں، علمی اور شعوری جواب دینے کی بجائے بدتریزی پر اتر آئے اور ان طبقوں پر جب زمین اپنی وسعت کے باوجود نگ اور تاریک ہوتی ہوئی محسوس ہونے لگی تو انہوں نے فتویٰ بازی میں ایک طرف الزام تراشی کا سہارا لیتے ہوئے انکار جنت و دوزخ اور رزش نمازوں وغیرہ جیسے جھوٹ منسوب کرنے شروع کیے اور دوسری طرف جوش میں آتے ہوئے عوام سے ان کا تعلق کاٹنے کے لئے کفر اور زندیقت کے فتوے لگا کر نفرت اور دشمنی کے آخری حدود کو بھی پاماں کر دیا۔ ایسے وقت میں جس نے بھی مصنوعی تقدیس کے اس لباس کو پھاڑنے اور اکابر کے صحیح مشن کو ظاہر کرنے کی کوشش کی تو اس فرعونی سیاست نے اپنے حواریین کو مخاطب کرتے ہوئے قالَ لِلْمُلِّا حَوْلَهُ أَنَّ هَذَا السَّحْرُ عَلِيْمٌ (ashrae: ۳۲) کا نقشہ دھرا یا۔ عام علماء تو عوام کے درجے تک پہنچائے گئے اور خواص علماء جو مختلف القابات اور خلصات سے نوازے گئے تھے سیاسی انعامات سے بھی نوازے گئے۔ ان کی رگڑ سے اللہ دین کے چراغ کی رگڑ کی طرح مختلف سیاسی اور مذہبی تنظیمیں وجود میں آنے لگیں جو دیکھتے دیکھتے سارے ملک میں پھیلیتیں۔ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی کے مصدق نہ قوم کے مسائل حل ہوئے۔ نہ کسی کو امن و سکون مل گیا۔ سیاسی اور مذہبی جماعتیں باہم آدمیختہ ہو کر ایک دوسرے کو ذمہ دار ٹھہرانے لگے۔

ہاں اسلام کے دعویداروں کی تجوریاں بھر گئیں۔ بڑے بڑے علماء اسی رونمیں بہہ گئے۔ کسی نے زیادہ حق گوئی کا مظاہرہ کیا تو بس یہی کہا کہ اس طوفان کا مقابلہ ہم سے نہیں ہو سکتا۔ اور اکابر حق کے نام لیواں پر تبر ابازی، فتویٰ بازی کے ہم میں کچھ صاحبان جب و دستار بہہ گئے اور کچھ نگ ہو گئے۔

ایسے وقت میں حضرت صاحبزادہ صاحب خاموش نہیں رہ سکے پہلے تو ان کو بھی پروپیگنڈے سے رام کرنے کی کوشش کی گئی مگر تباکے؟ آخر کار حق ظاہر ہو گیا انہوں نے غالشی کا کردار ادا کرنا چاہا مگر تکبر کی ناک نے اس طرح رگڑ اکھانے سے انکار کیا پھر انہوں نے بڑے بڑے علماء کے نام خطوط لکھے۔ نرمی سے ان کو سمجھانا شروع کیا۔ عاقب اور

نتارج سے ڈرایا گمراہوں نے تجاذل عارفانہ سے کام لینا شروع کیا۔

صاحبزادہ صاحب جب اس طبقے سے مایوس ہو گئے تو عام اجتماعات میں نہ صرف ان سے باز پس شروع کی۔ بلکہ ان کی عوام کش پالیسی کا پرداہ بھی چاک کیا۔ انکو عوام کے حقوق جتلادیے۔ اپنی حیثیت ان کو یادداہی۔ ان کے بلند بانگ دعوے ائمہ آئے کر دیے۔ مگر پہ مادری ^{لشیں نقش بر تسبیح} کی طرح بے سورہ ہیں اور آخر میں وہ اس نتیجے پر پہنچے۔ کہ ان علماء سے بھائی کی توقع رکھنا بے حد ہے۔ اسلئے اکثر فرماتے رہتے تھے کہ اب معلوم ہوتا ہے کہ قرآن حکیم نے مشرکین کی نسبت یہودیوں کی مخالفت زیادہ کیوں کی ہے؟

علماء سے شکوہ کے امداد میں صاحبزادہ صاحب کا خطاب :-

عنوان درج ذیل ہے

در شکوہ از علماء و شیوخ الحدیث و عوائد جمیعۃ العلماء، کہ فتویٰ کفر بر جماعت فکروںی اللہی کردہ گوید، والی اللہ لمشتکی

در حیر تم رظلہ زبان تو مولوی	بسیار بے گناہ بہ دیں تنقیش کشته تی
اے مولوی تیری زبان کی ظلم پر میں حیران ہوں	بہت سے بے گناہوں کو تو نے اس توار سے قتل کیا ہے
ہر کس کہ باسیاست تو کر دے رخی	بمب ار کفر والخاد بر دین او کنی
جس نے بھی تیری سیاست سے رخ موڑا	اس کے دین پکفر والخاد کے فتوے داغے
صماصام تو چہ کنداست در کفر راضی	اما بہ کفر مسلم صالح چہ سان زدی
تیری کاٹنے والی توار تور ارضی کے کفر کیلئے کند ہے	مگر صالح مسلمان کے کفر کو ثابت کرنے کیلئے اسکو تو کس طرح استعمال کرتا ہے
ازیاد تو برفت مگر ہول رستیز	در بارگاہ صدق جو اب ش چہ مید ہی
معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کا خوف تیرے دل سے رخصت ہو چکا ہے	سچائی کے دربار اپنے اس مفاداتی کردار کا کیا جواب دو گے

(۷۲)

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

زین پیشتر عجب شنوواز بخت صاحبان مولوی	تکفیر شان بکرد بصد شان
ان حضرات کی تکفیر مولوی صاحب نے سو طریقوں سے کر لی	ان صاحبو کے متعلق عجب بات سنو
دیروز بود پیر طریقت	امروز گشت ملحوظے دین و بدعتی

(مگر جو نبی سیاسی اختلافات شروع ہو گئے) تو آج ان کو بے دین اور مخد کے نام سے یاد کرنے لگے	کل تک تو (اپنے ماہنماں میں) ان کو (حضرت رائے پوری کو) اپنا راہنماء و پیر طریقت لکھتے رہے
---	--

(۷۵)

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے ساتھ ربط و تعلق:

حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کا حضرت اقدس شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے ساتھ بہت گہرا ربط و تعلق رہا۔ اس لئے جب بھی حضرت اقدس کا دورہ اس علاقہ (بنوں، ڈیرہ) کا ہوتا۔ دورے کے شیڈوں میں خانقاہ لیسین زئی کے لئے باقاعدہ وقت مخصوص ہوتا۔ ان ملاقاتوں میں نسل نو کے عزم اور جذبہ کا بہت کچھ سامان ہوتا جب بظاہر دو عمر سیدہ شخصیات ولی اللہی تحریک کے سرکردہ بزرگوں کو یاد کرتے اور مستقبل کی کامیابی کے لئے اکابر علماء حق کی جدوجہد اور پروگرام کو ایک نمونہ کے طور پر پیش کرتے۔ حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ اور آپ کا یہی احترام و اعتماد کا تعلق تھا جسکی وجہ سے 1997ء میں سب سے پہلے حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ اور آپ کی قائم کردہ جماعت، تنظیم فکر و ایصالی (پاکستان) کے خلاف جب بعض حلقوں نے اپنے مخصوص مفادات کی بدولت طوفانِ بد نیزی برپا کیا تو اس سلسلے میں آپ کی رائے معلوم کی گئی جس پر آپ نے مندرجہ ذیل الفاظ میں اپنا نقطہ نظر بیان کرتے ہوئے حضرت اقدسؒ اور آپ کی جماعت پر بھر پورا نداز میں نہ صرف اظہار اعتماد کیا بلکہ فریق مخالف کے بے بنیاد موقوف کو ظلم قرار دیا۔ آپ کا جواب ملاحظہ ہو:

”السلام عليکم۔ مجھے تو اس فتویٰ کو دیکھنے سے بہت تجھب اور دکھ ہوا۔ ایسے اکابرین عماائدین کے بارے میں اگر ہم ایسے بے سرو پا الزامات لگا کر فتویٰ صادر کریں تو ماشاء اللہ پھر دین اور حاملین دین کی خیر نہیں۔ رہا حضرت شاہ صاحب دامت برکاتہم کو تو میں خوب جانتا ہوں، خصوصاً اس فتویٰ کے بارے میں میں نے خود حضرت سے بات کی تو آپ نے ان عماائد سے برأت ظاہر فرمایا۔ اب اس کے بعد مولوی صاحبان کو اپنے بے بنیاد فتوؤں سے رجوع نہ کرنا ظلم ہے اور کیا۔ والله الہادی الیٰ سواء الطریق۔

محمود عفانعہ، خانقاہ لیسین زئی پنیوالہ ” (۷۶)

اس طرح جب کچھ مقامی شرائیگزروں نے ان بے بنیاد فتوؤں کو ہوادینے کی کوشش کی تو آپ نے پورے علاقے کا دورہ کیا اور تقریباً ہر گاؤں میں خطاب کر کے عوام کو ان فتنہ انگیزوں کے سحر سے نکالا۔

فتاویٰ اور اتهامات کے اسی سلسلے کو جب جامعہ فاروقیہ کراچی کے ماہنامہ الفاروق میں دھرا یا گیا تو اس سلسلے میں آپ نے مدرسہ فاروقیہ کے مہتمم مولانا سلیم اللہ خان کو درج ذیل طویل مکتوب تحریر کیا (اصل مکتوب فارسی میں ہے)

محترم المقاصد مولانا سلیم اللہ خان صاحب زید مجدم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ خیریت طرفین مطلوب

گزشتہ دنوں تنظیم فکر ولی اللہی (پاکستان) کے بارے میں آپ کا فتویٰ دیکھ کر حیران ہو گیا اسلئے کہ تنظیم فکر ولی اللہی کے بانی مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری کے میری خانقاہ (خانقاہ بیسین زئی پنیوالہ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان) کے ساتھ اچھے مراسم ہیں۔ اور کبھی بھی تشریف بھی لاتے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ یہ بات کس حد تک صحیح ہے۔ انہوں نے سختی سے انکار کیا اور کہا کہ میں بھی یہ عقائد کفر کے عقائد سمجھتا ہوں اور جو کوئی بھی میرے ساتھ بات کرنا چاہے تمہاری اس خانقاہ میں تمہاری موجودگی میں دلائل سے میرے ساتھ بات کر کے ثابت کرے، میں از سر نو اسلام کا کلمہ پڑھ لوں گا۔ میں نے یہی بیان شیخ معز الحق صاحب (شیخ الحدیث دارالعلوم عربیٗ ضلع ہنگو) کو لکھا۔ انہوں کفر کا فتویٰ لگایا ہے، لیکن انہوں نے مناظرہ اور بات کرنے سے انکار کیا۔ مولوی امام اللہ صاحب (شیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم سراج الاسلام، کاہی ضلع ہنگو) کو لکھا انہوں نے بات کرنے سے انکار کیا۔ مولوی شیر علی شاہ صاحب (شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ کوڑہ خٹک ضلع نو شہر) سے کہا انہوں نے بھی انکار کیا۔ اس بات پر میں حیران ہوں کہ یہ کیا ماجرا ہے کہ یہ لوگ کفر کا حکم لگانے میں تو اس قدر سختی کرتے ہیں لیکن کفر کو ثابت کرنے سے گریز کرتے ہیں۔

جناب! آپ سے بھی عرض کر رہا ہوں کہ کسی پر صرف دعویٰ کرنے سے ثبوتِ دعویٰ نہیں ہو جاتا، جب تک دعویٰ کے لئے دلیل نہ لائی جائے۔ اور دعویٰ بھی کفر کا دعویٰ ہے اس کے لئے دلیل تو ضروری ہے۔ آخر وہ اقوال جنکی وجہ سے آپ نے ان پر کفر کا حکم لگایا ہے مل لانداز میں پیش کیجئے۔ میں بھی آپ کے ساتھ ہونگا اور میں بھی انکو بُری نظر سے دیکھوں گا، لیکن صرف یہ بات کہ فلاں نے یوں کہا، فلاں نے یوں کہا اس سے کام نہیں چلے گا۔ ہمارے اسلاف رحمہ اللہ مسلمان پر کفر کا حکم لگانے میں بہت زیادہ محتاط تھے۔ میں نے خود حضرت مدینی (شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدینی) سے سنا ہے کہ ہمارے اسلاف نے مولانا احمد رضا خان کے گروہ پر کفر کا حکم نہیں لگایا۔ تم لوگوں نے جب کفر کا پروپیگنڈہ ہر طرف پھیلا دیا، اب میدان میں آئیے اور اسکو روز روشن کی طرح ثابت کیجئے۔ آپ کراچی سے تشریف لائیں اور میں مولانا سعید احمد رائے پوری صاحب کو لے آؤں گا، اور میری خانقاہ میں ان سے اس بارے میں مل لگنگو کریں۔ اس نیت کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نصیب فرمائے اگر وہ گمراہ ہیں یا مجھے غلط فہمی سے نکالے اگر میں غلط فہمی میں پڑا

ہوا ہوں۔ مناظرہ کی نیت سے بات نہ ہو کیونکہ مناظرہ اللہ تعالیٰ کا قہر ہے جیسا کہ امام غزالی نے فرمایا ہے۔ آخر میں ایک دفعہ پھر عرض کرتا ہوں کہ ان اشتہارات اور اخبارات و رسائل کے ان فتوؤں سے اسلام کو بدنام کر کے عام مسلمانوں کو جیرانی و پریشانی میں ڈالنا، علماء حق کا یہ کام نہیں ہے۔

والسلام

محمود عفاف عنہ، خانقاہ میسین زئی پنجاہ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان

(جوابی لغافہ: پھج رہا ہوں اخلاقاً جواب کا حق رکھتا ہوں) ۱۹ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ

مولانا سلیم اللہ خان کا جواب: ”میرا سمجھا ہوا کسی پرجت نہیں“ (۷۷)

تنظيم فکر ولی اللہی، ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ ٹرست لاہور اور شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام ۲۰۱۸ء میں جب پورے ملک میں شاہ ولی اللہ سیمینارز ہوئے تو ان میں ایک سیمینار ۱۴۲۰پریل ۲۰۱۸ء کو بنوں میں بھی ہوا۔ جس کی صدارت حضرت صاحبزادہ صاحب نے فرمائی۔

اس سیمینار کے صدارتی تاثرات میں نوجوانوں کو مخاطب بناتے ہوئے فرمایا کہ ”تنظيم فکر ولی اللہی کی باتوں کو سین، سمجھیں اور اس پر عمل کی کوشش اور جدوجہد کریں“۔ (۷۸)

اس طرح اپریل ۲۰۰۸ء میں جب حضرت اقدس کا دورہ بنوں، ڈیرہ زون ہوا۔ تو ڈیرہ اسماعیل خان تنظیم نے ایک عمومی سیمینار کا اہتمام کیا تھا۔ جس کی صدارت بھی صاحبزادہ صاحب نے فرمائی۔ اس سیمینار میں بھی آپ نے اپنے صدارتی کلمات میں تنظیم فکر ولی اللہی کے پروگرام کو نہ صرف سراہا بلکہ نوجوانوں کو حضرت اقدس کی معیت اور صحبت اختیار کرنے کی تلقین فرمائی۔ (۷۹)

اس سلسلے میں آپ کا وہ صدارتی خطاب پڑھنے اور سننے کے لائق ہے، جو آپ نے ۱۲۸ اگست ۲۰۱۸ء کو جامعہ حلیمیہ درہ پیز و ضلع کی مرمت کے سالانہ تقریب نتم بخاری شریف کے موقع پر اپنی افتاد طبع کے بر عکس اس وقت کیا جب مولانا شیخ حسن جان (شیخ الحدیث جامع مسجد درویش پشاور) نے آخری حدیث کے درس میں تنظیم فکر ولی اللہی پر ناجائز تقدیم کی۔ آپ کا خطاب (اصل خطاب پشتو زبان میں ہے) ملاحظہ ہو:

”یہ مدرسہ بہت کام کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قائم و دائم رکھے۔ میرا بھی اس مدرسہ میں حصہ ہے۔ تم لوگ مجھے نہیں جانتے ہو تگے میں ایک گوشہ نشین فرد ہوں، اس مدرسہ میں، میں نے تین سال

تک مفت پڑھایا ہے، یہ باتیں ایک دوسری اہم بات کے لئے تمہید ہیں۔ اصل میں یہ باتیں مقصد کی نہیں ہیں، ان باتوں سے میرا کیا تعلق؟ مگر مجھے یہاں بلا یا گیا ہے،
لوگو! میرا درد سنو!

اس وعظ میں (آخری حدیث مبارکہ کے درس میں) حضرت شیخ (مولانا حسن جان) نے معتزلہ کی بحث میں تنظیم فکروں کے بارے میں کہا۔ میں دس سالوں سے علماء سے یہ بات کرتے کرتے تھک گیا، کہ تنظیم فکروں کی والوں سے بات کریں۔ ایک جگہ ان کے ساتھ بیٹھ جائیں۔ اگر یہ لوگ کافر ہیں تو میرا بیٹھا سب سے پہلے اس تنظیم میں ہے، خدا کی قسم اسکا بائیکاٹ کرلوں گا، باتیں کڑوی ہیں

در مجلسِ خود را ہ مہ دھچوں منے را	افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را
اپنی محفل میں ہم جیسے غمگین لوگوں کو مت بلائیے	کیونکہ افسردہ دل پوری محفل کو افسردہ بنا دیتا ہے

کافر کو بھی حق حاصل ہوتا ہے کہ اسکے ساتھ بات کی جائے اور اس کے شبہات کو دور کیا جائے۔ میں نے ان علماء سے بات کی، تین چار علماء (مولانا معز الحق، مولانا امان اللہ، مولانا شیر علی شاہ، مولانا سلیم اللہ خان) کو خطوط بھیجے ہیں، کہ ان لوگوں کے ساتھ بات کریں۔ اب ایک دفعہ پھر سارے علماء سے درخواست کرتا ہوں، کہ خدا کے لئے آئیے! مقابل (تنظیم فکروں کی والوں کوئی لے آؤں گا اور آپ بھی کسی کو لے آئیے، مناظرہ کی نیت سے نہیں، کیونکہ مناظرہ بدجتنی ہے، افہام و تفہیم کے لئے۔ کہ اگر واقعی یہ لوگ بے دین ہیں، میرا بیٹھا بھی اس تنظیم میں ہے۔ میں اپنے بیٹھے سے بیزار ہو جاؤ نگا۔ اور اگر بے دین نہیں ہیں تو اس طرح کا ظلم نہ کریں۔ بہت بڑا ظلم ہے، بہت بڑا ظلم ہے۔

یہ مولوی فضل الرحمن صاحب (امیر جمیعۃ علماء اسلام) سامنے بیٹھے ہیں۔ ان کو میں نے کہا ہے ابھی بھی آرزومند ہوں اور دعویٰ رکھتا ہوں، کہ اگر یہ لوگ غلطی پر ہیں اور جگہ جگہ تم لوگ ان کیخلاف باتیں کرتے ہو تو آئیے ان کے ساتھ بات کریں۔ ہاتوا برهانکم ان کنتقم صادقین (اگر سچے ہو تو دلیل لاو) اور اگر ویسے ہی باتیں ہیں کہ میرے کہنے سے تم کافر ہو گئے بغیر دلیل کے، پھر تو اللہ خیر کرے، اسکا تو کوئی جواب میرے پاس نہیں ہے، میں خدا کی قسم! اخلاص سے باتیں کر رہا ہوں، کوئی اور بات میرے دل میں نہیں ہے۔۔۔۔۔ (۸۰)

(واضح رہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کی ان باتوں کو مجلس میں موجود علماء سر جھکا کر سنتے رہے اور کسی نے بھی اپنی مخالفانہ رائے ظاہر نہیں کی۔)

اسی احترام و اعتماد کی بدولت جب بھی تنظیم کے مرکزی احباب میں سے کسی کا ڈیرہ، بنوں کا دورہ ہوتا۔ تو حضرت صاحبزادہ صاحب کی اپنا بیت ان کو ضرور خانقاہ میسین زئی کی حاضری پر مجبور کرتی۔ جہاں صاحبزادہ صاحب، حضرت اقدس کو سلام و دعا کے علاوہ ضرور کسی تھفے سے یاد فرمایا کر سنت بنویں کو زندہ فرماتے۔ حضرت اقدس اور تنظیم کے مرکزی احباب اپنی ہر ملاقات میں صاحبزادہ صاحب کو ادارہ رحمیہ علوم قرآنیہ ٹرست لا ہور کی دعوت دیتے۔ اور صاحبزادہ صاحب ہر دفعہ ان سے آنے کا وعدہ فرماتے۔ لیکن آخری عمر میں چونکہ کئی سالوں سے مسلسل مختلف بیماریوں کے حملے ہوتے رہے اس لئے عمر کی زیادتی اور بیماری کی وجہ سے لا ہور کا باقاعدہ سفر کرنا ممکن نہیں تو مشکل ضرور تھا۔

آخری بیماری کے دوران جب علاج کیلئے لا ہور چلے گئے، تو وہاں ادارہ رحمیہ علوم قرآنیہ بھی تشریف لے گئے حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ اس وقت انڈیا تشریف لے گئے تھے مگر حضرت کے متعلقین میں سے علماء کرام اور دوسرے سینئر حضرات حاضر خدمت ہو گئے۔ وہاں انہوں نے ایک جانب تنظیمی ساتھیوں کی نقل و حرکت، نشست و برخاست اکابر کے پروگرام کے ساتھ دابستگی اور تربیت کی نوعیت کو دیکھا تو بڑے خوش ہوئے۔ اور واپسی پر مختلف محلوں میں فرمایا کہ اکابر کا مشن تو یہ لوگوں چلا رہے ہیں، ہم نے تو یوں ہی وقت گزارا۔ ہمارے موجودہ علماء نے تو اکابر کے مشن کے حوالے سے لوگوں کو کچھ بھی نہیں دیا۔ اور دوسری جانب وہاں ادارے میں باوجود نقاہت اور بیماری کے تقریب کرتے ہوئے فرمایا کہ ”اصل کام تو حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ نے کیا۔ جنہوں نے کالج کے نوجوانوں کو اکھٹا کر کے اکابر کے پروگرام کیلئے ذریعہ بنایا۔“

اس طرح حضرت صاحبزادہ صاحبؒ نے ساری زندگی حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ اور ان کی قائم کردہ جماعت، تنظیم فکر ولی اللہی کے حوالے سے بھر پور لسانی اور قلمی جہاد، نظم اور نشر دونوں پیراؤں میں کرتے ہوئے اپنے آپ کے صاحب ہمت و عزیت ہونے کا واضح اور بین ثبوت دیا۔ اور علماء حق کے عصر حاضر کی جماعت حق کے خلاف ہونے والے سازشوں کا بھر پور مقابلہ کرتے ہوئے اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں سرخ و نہضہ رہے۔

حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کا علمی ذوق:-

ڈیرہ اسماعیل خان میں ہماری معلومات کے مطابق کتب خانہ خانقاہ موسیٰ زئی کے بعد دوسرابڑا کتب خانہ خانقاہ

لیں زمینی کا ہے جس کو کتب خانہ حلبیہ کے نام سے موسم سے کیا جاتا ہے۔ جو کہ ۱۳۲۰ھ میں باقاعدہ قائم کیا گیا۔ کتب خانہ حلبیہ کی ساری کتابیں الف سے لیکر یاء تک صاحبزادہ صاحب[ؒ] نے مطالعہ کی ہیں اور کہیں کہیں طویل حوالے بھی درج ہیں۔

اکثر علماء کو مطالعہ کتب کی طرف متوجہ کرتے تھے اور اکثر مریدین سے ان کے مطالعے کے لئے ان سے کتابیں بھی خریدی تھیں۔ علم صرف کتب بینی کا نام نہیں ہے۔ بلکہ دوسروں تک پہنچانے کا جذبہ بھی اس میں شامل ہے۔ حضرت کا یہ جذبہ قابل دید تھا اپنے خاندان کے سارے بچوں کو جوانی میں پڑھاتے رہے۔ اور مر و جہ مدارس کے علماء کی طرح اس میں چھوٹی کتابوں کو نظر انداز نہیں کیا۔ بلکہ بغدادی قاعدہ بھی اس ذوق شوق سے پڑھاتے رہے جس جذبے سے ہدایہ پڑھایا۔ اور آخری عمر میں گھر کی عورتوں تک تعلیم کو محدود کیا۔ ترجمہ قرآن مجید اور ہاشمی زیور کو خاص توجہ کا مرکز بنایا۔

عصا سے میک لگائے ہوئے صحیح کی نماز کے بعد مسجد سے گھر جارہے ہیں۔ دائیں بائیں پوتے اور نواسے جارہے ہیں ان کے ہاتھوں میں بیخ گنج ہے وہ یاد سے شعر پڑھ کر ترجمہ کرتے جارہے ہیں اور بچوں نے کتابیں سامنے پکڑی ہوئی ہیں جو کہ اندر ہیرے کی وجہ سے صحیح نظر بھی نہیں آ رہی۔ اس عمل میں جمعہ کے دن بھی ناغہ نہیں ہو پاتا۔ جو بیٹے، پوتے اور نواسے جمعہ کے دن مدرسہ سے چھٹی کر کے گھر آتے ہیں ہر ایک سے اس کی متعلقہ کتب، اس کے اساتذہ اور روزانہ کے سبق کے متعلق پوچھتے ہیں۔

حضرت صاحبزادہ صاحب[ؒ] کا طریقہ تربیت:-

صاحبزادہ صاحب[ؒ] ہر آنے والے سے اسکے گھر کی ضروریات، مسائل، وسائل معيشت اور بچوں کے متعلق پوچھتے تھے۔ آج کل چونکہ ہر آدمی اپنی اولاد سے گریہ کنال ہے اسلئے ملنے والوں کو نصیحت یہ کرتے تھے۔ کہ بچوں کی تربیت نرمی سے کرنی چاہیے جس طرح بھی ہوا پنے آپ سے جوڑنا چاہیے۔ خود اپنے بچوں کے معاملے میں سخت گیر بھی تھے اور دل گیر بھی تھے۔ پہلے ڈانٹ ڈپٹ سے بچوں کا ٹیٹھا پن نکال کر پھر تسلی دیتے تھے اور بعد میں یہ احساس نہیں ہونے دیتے تھے کہ کچھ ہوا ہے یا نہیں۔ یہی سلوک اپنے مریدین اور متعلقین کے ساتھ روا رکھتے تھے۔ نہ تو ان پر بالکل اس طرح انحصار کرتے تھے کہ وہ خود زغمی میں بنتا ہو جائیں۔ اور نہ اپنے آپ سے دور رکھتے تھے۔ زیادہ تر میل جوں غراء کے ساتھ رکھتے تھے۔

کتابوں میں اکثر پڑھا ہے کہ فلاں بزرگ کے متعلق ہر ایک کا یہ گمان رہا ہے کہ وہ مجھ پر سب سے زیادہ شفیق ہیں۔ مگر اس کی عملی صورت سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ قبلہ والد صاحب[ؒ] کی وفات کے بعد اکثر متعلقین سے یہی سنتا رہا ہوں کہ

حضرت کو سب سے زیادہ محبت مجھ سے تھی۔

بیعت کرنے کے بعد اکثر پیروں کے ہاں تو براۓ نام بیعت کے سوا کچھ ہوتا بھی نہیں۔ چند مدد و دے حضرات کے پاس اگر کچھ ہے تو وہ بھی، خوابوں، اطائف انکی روشنیوں، خاص قسم کی پابندیوں، فنا فی الشیخ کا تذکرہ وغیرہ تک مدد و دے ہے۔ مگر صاحبزادہ صاحب[ؒ] نے ان چیزوں کی طرف مطلق توجہ ہی نہیں دی۔ بعض اوقات تو یہ گمان گزرتا تھا کہ شاید وہ ان چیزوں کو جانتے ہی نہیں ہیں۔ مگر ان کی توجہ اصل میں ان اخلاق اور اوصاف حمیدہ کی طرف تھی جو تصوف کا ممہما نظر ہیں۔ کسی میں ضروری علم اور دینداری کے ساتھ ان اخلاق کی طرف شوق، قصد اور سلوک دیکھتے تو بلا تا مل اسکو مجاز بھی کرتے تھے۔ وہ خلافت کے معاملے میں بھل سے کام نہیں لیتے تھے۔ فضول مجلس اور فضول دوست رکھنے کے سخت مخالف تھے۔ اکثر فرماتے تھے کہ آدمی اپنے دوستوں سے پہچانا جاتا ہے۔ دیندار لوگوں سے اکثر اس بات پر نالاں تھے کہ سارا وقت فضول گپوں اور فضول دوستوں میں گزارتے ہیں۔

صاحبزادہ صاحب[ؒ] پر انخباء حال کا اتنا غلبہ تھا کہ کبھی بھی اپنے آپ کو پیر کے حوالے سے پیش نہیں کیا۔ مریدیں کا تعارف بھی دوستوں کے حوالے سے کرتے تھے۔ ذیرہ اسماعیل خان کے شہر کے مریدوں کا باقاعدہ اصرار تھا کہ یہاں باقاعدہ حلقات کا اہتمام ہو۔ جسمیں اپنے متعلقین اور انکی دیکھا دیکھی دوسرے لوگ بھی شرکت کریں گے۔ مگر صاحبزادہ صاحب[ؒ] کو اس کے برعکس یہ اصرار تھا کہ کسی مرید کے مکان سے مسجد تک جاتے ہوئے بھی دوست پیچھے پیچھے نہ آئیں۔ کیونکہ اس طرح لوگوں کی نظریں ہماری طرف اٹھیں گی۔ خانقاہ پر اگر چلوگوں کا تابع بند ہارہتا تھا مگر باقاعدہ دعوت کے ذریعے لوگوں کو اکھٹا نہیں کیا گیا۔ اور کوشش یہی کی جاتی تھی کہ لوگ جلد از جلد واپس ہو سکیں تاکہ نمودور یا کا پہلو سامنے نہ آئے اور یہ طریقہ خانقاہ کے قیام کے دن سے خانقاہ کے بزرگوں کا معمول رہا ہے۔

لچپاں کا لفظ ان پر اتنا صادق آتا تھا۔ کہ وفات سے کچھ عرصہ پہلے ان کا ایک پیارا دوست کا لے یرقان کا شکار ہو کر شفاء ہسپتال را ولپنڈی میں داخل ہوا۔ صاحبزادہ صاحب[ؒ] فوراً عیادت کیلئے خود مرضیں ہوتے ہوئے پہنچ گئے۔ اس دوست نے بعد میں مجھے فون پر بتایا کہ مجھے یقین نہیں آ رہا کہ وہ کیسے پہنچ آئے۔ بعد میں جب وہ دوست فوت ہوئے تو صاحبزادہ صاحب[ؒ] چونکہ خود تشریف نہیں لے جاسکتے تھے اسلئے پنڈی سی ایم ایچ میں داخل ہونے کے دوران ان کے گھر تعریت کیلئے چلے گئے۔ اس طرح کسی مخلص دوست پر اگر کچھ بن آتا تھا تو تسلی دینے کیلئے فوراً روانہ ہو جاتے تھے۔ خانقاہ میں رہتے ہوئے ایسے لوگوں کو بھرئے مجمع میں یاد کر کے دعائیں دیتے تھا اکثر غم زدہ لوگ ان کی دعائیں لینے کے بعد اپنا غم بھول جاتے تھے۔

حساب و کتاب کار کھنا:-

صاحبزادہ صاحب^ر کی ایک اور خصوصیت باقاعدہ حساب کتاب رکھنے کی تھی۔ سفر ہو یا حضر گھر ہو یا پردیس ہر جگہ اور ہر اجتماع میں وہ مشترکہ کھاتہ حساب سے چلاتے تھے۔ 1972ء میں وہ براستہ افغانستان بس کے ذریعہ حج پر گئے ان کے ساتھیوں کا کہنا تھا کہ ساتھیوں کے خرچے کا سارا حساب وہ اپنے پاس رکھتے تھے۔ اور اس میں وہ ذرہ برابر بھی فرق نہیں آنے دیتے تھے گھر میں اگر بچوں سے کوئی سودا منگواتے تھے تو بھی ان سے حساب لیتے تھے اور یہ کہا کرتے تھے کہ حساب دینے کے بعد اگر کچھ پیسے تمہارے ذمے رہ گئے تو خیر ہے وہ میں معاف کر سکتا ہوں مگر حساب ضرور دینا ہوگا۔ اس طرح وہ آخری وقت تک خانقاہ اور جامع مسجد کے اخراجات کا حساب اپنے پاس رکھتے تھے۔

سن ہجری کا استعمال:-

اس طرح وہ اپنی تاریخ کو سن ہجری کے مطابق رکھتے تھے۔ اور اس میں وہ اتنا التزام کرتے تھے کہ انکے دوستوں کو بھی اسکی وجہ سے سن ہجری کا خیال رکھنا پڑتا تھا۔ آجکل تحقیق سے بھی یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ سن ہجری میں ہزاروں سال میں بھی کوئی ذرہ برابر فرق نہیں آتا جبکہ سن عیسوی میں ہر چار سال کے بعد ایک دن فروری میں بڑھانا پڑتا ہے۔

شعر و شاعری:-

صاحبزادہ صاحب اپنی شعر و شاعری کرتے تھے مگر ان کی شاعری انکے اندر کی آواز تھی جب بھی طبیعت میں حالات کی وجہ سے تقاضا پیدا ہوا تو اسی تقاضے کو شاعری کے روپ میں ڈال دیتے تھے۔ شاعری کو انہوں نے شہرت، کمائی اور جملگئے کا ذریعہ نہیں بنایا۔ انکی شاعری تصنیع اور تکلف سے پاک تھی۔ زیادہ تر حمد باری تعالیٰ، نعمت رسول مقبول ﷺ اور مرثیہ گوئی جیسے موضوعات کو بیان کرتے تھے۔ کوئی علمی نکتہ یا دوست کی ملاقات یا اس قسم کی کوئی چیز پسند آئی تو اس کو اپنے اشعار میں بیان کر لیتے تھے۔

حضرت صاحبزادہ محمود صاحب^ر کے اساتذہ:-

صاحبزادہ محمود صاحب^ر نے ہندوستان، موجودہ پاکستان اور افغانستان میں تعلیم حاصل کی تھی۔ اس لئے کافی علماء سے فیض حاصل کیا تھا۔ والد محترم کی وفات کے وقت آپ کی عمر گیارہ سال کی تھی۔ ابتدائی تعلیم خانقاہ میں مولانا غلام رسول صاحب^ر سے حاصل کی۔ اس کے بعد ۱۵ سال کی عمر میں مدرسہ شاہی مراد آباد میں داخلہ لیا، جہاں پر

آپ کے بڑے بھائی مولانا صاحبزادہ عبدالحمید صاحب[ؒ] پہلے سے زیر تعلیم تھے۔ مدرسہ شاہی مراد آباد میں تین سال (شوال ۱۳۵۴ھ تا رمضان المبارک ۱۳۶۰ھ) تک رہے۔ جہاں حضرت مولانا عجب نور صاحب[ؒ]، حضرت مولانا عبدالغفور صاحب[ؒ] ترکی، حضرت مولانا انصار الحق صاحب[ؒ]، حضرت مولانا خداۓ داد صاحب[ؒ] اور دیگر علماء سے کسب فیض کیا۔ پھر دو سال (شوال ۱۳۶۰ھ اور رمضان المبارک ۱۳۶۲ھ) وال پھر اس میں حضرت مولانا محمد یعنی صاحب[ؒ] کے پاس پڑھتے رہے۔ اس کے بعد ایک سال (شوال ۱۳۶۲ھ تا رمضان ۱۳۶۳ھ) افغانستان میں رہے۔ اس کے بعد میں دارالعلوم دیوبند میں تین سال (شوال ۱۳۶۳ھ تا رمضان المبارک ۱۳۶۴ھ) تک رہے۔ جہاں مختلف اساتذہ سے علم حاصل کیا۔ جن میں حضرت مولانا عبد الحق نافع گل صاحب[ؒ]، حضرت مولانا عبد الحق صاحب[ؒ] (اکوڑہ خٹک)، حضرت مولانا محمد شریف صاحب[ؒ]، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب[ؒ]، حضرت مولانا عبدالشکور صاحب[ؒ]، حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب[ؒ]، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب[ؒ]، حضرت مولانا عبد الخالق صاحب[ؒ]، حضرت مولانا بشیر احمد صاحب[ؒ]، حضرت مولانا فخر الحسن صاحب[ؒ]، حضرت مولانا نور محمد صاحب[ؒ] (عیسیٰ خیل) اور حضرت مولانا قاری شیق الرحمن صاحب[ؒ] مشہور ہیں۔

حضرت قاری محمد عبداللہ صاحب[ؒ]:-

مدرسہ شاہی مراد آباد کے شعبہ تجوید و قراءت کے مدرس تھے۔ قبلہ والد صاحب[ؒ] ان کے علم و فن اور مزانج شناسی کے بڑے مدراج تھے۔ اس کے ساتھ وہ سیاسی بصیرت کے حامل بھی تھے۔ سنا ہے کہ بعض مسائل تجوید میں حضرت تھانوی[ؒ] نے بھی ان سے استفادہ کیا تھا۔ اگرچہ ان کے فتاویٰ سے اب یہ بات حذف کر دی گئی ہے۔

حضرت مولانا عجب نور صاحب[ؒ]:-

مولانا عجب نور صاحب[ؒ] بنوں کے رہنمے والے تھیم و شیم اور خوبصورت آدمی تھے۔ ریاست بھوپال جو علوم عقلیہ کی وجہ سے طلباء میں مشہور تھی، سے علوم حاصل کیے تھے۔ فلکلیات میں بہت ماہر تھے۔ اکثر کتب کے متون اور حواشی از بر یاد تھے۔ تعلیم کے دوران تعلیم و تدریس میں مصرف رہتے تھے۔ مگر چھٹی کے دوران طلبائے میں اس طرح گھل مل جاتے تھے۔ کہ ان پر استاد کا گمان مشکل سے ہوتا تھا۔ ان دونوں مراد آباد میں شمس الدین نامی کوئی مجدوب رہتا تھا۔ والد صاحب فرماتے تھے، کہ جب طلباء کھیل کو دے و اپس ہوتے تو مجدوب شور مچاتا کہ، مولوی عجب نور کے کتنے آگئے مولانا عبدالغفور ترکی غزنوی[ؒ] بھی ان کے شاگردوں میں سے تھے۔

حضرت مولانا عبدالمنان صاحبؒ:-

مولانا عبدالمنان صاحبؒ میانی قوم سے تھے۔ اکثر کتابیں خانقاہ میں ہی سید عبدالعزیز شاہ صاحبؒ سے پڑھی تھیں۔ اچھے قاری تھے۔ ساتھ ساتھ دوسرے صاحبزادگان بیشوں صاحبزادہ محمود صاحبؒ کو پڑھاتے تھے۔ ان کا بیٹا بھی اچھا عالم دین اور اچھا قاری ہے۔

حضرت مولانا عبدالغفور صاحب ترکیؒ:-

غزنی کے رہنے والے تھے۔ ان کا خاندان بھی خانقاہ پیشین کے متولیین میں سے تھا۔ حضرت سید عبدالعزیز شاہ صاحبؒ کے شاگرد تھے۔ راقم الحروف نے خود ان سے سنا تھا (جب وہ آخری دفعہ علاج کیلئے تشریف لائے تھے، اور تقریباً دو مہینے خانقاہ میں رہے تھے) کہ میں نے کافیہ شاہ صاحبؒ سے پڑھی اور دارالعلوم دیوبند جا کر شرح جامی کا امتحان دیا جس میں کامیاب رہا۔

والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ مولانا عبدالغفور صاحبؒ خانقاہ سے متسلٰ ہونے کی وجہ سے ہماری بڑی سخت نگرانی کیا کرتے تھے۔ اور کہیں کھیل کو دکیلئے نہیں جانے دیتے تھے۔

آخری دفعہ خانقاہ میں آنے کے بعد کافی پرانے واقعات سنایا کرتے تھے۔ امیر امان اللہ خان کے خلاف انگریزوں نے کس طرح علماء اور بیپروں کو استعمال کیا؟ یہ تفصیلات وہ اپنی زبانی بتلایا کرتے تھے۔ کسی فقہی مسئلہ کی تحقیق کے سلسلے میں انہوں نے راقم الحروف سے ہدایت کی عبارت بھی پڑھائی تھی جس پر انہوں نے تصویب بھی فرمائی تھی۔

حضرت مولانا خداۓداد صاحبؒ:-

مولانا عبدالغفور صاحبؒ کے بڑے بھائی تھے۔ کافی عرصہ خانقاہ میں رہے تھے۔ مدرسہ شاہی مراد آباد میں مدرس تھے حضرت والد ماجد نے ان سے قدوری اور کافیہ پڑھی تھیں۔

حضرت مولانا غلام رسول صاحبؒ:-

مولانا غلام رسول صاحبؒ اعصر خیل ضلع کی مروت کے رہنے والے تھے۔ ابتدائی کتب اپنے علاقے ہی میں پڑھی تھیں۔ جامعہ امینیہ میں مفتی اعظم ہند مولانا کفایت اللہ صاحب دہلویؒ کے خصوصی شاگرد رہے تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں بھی مدرس تھے۔ وہاں سے فراغت کے بعد خانقاہ میں درس و تدریس کی خدمات سر انجام دیتے رہے۔ علمائے دیوبند کے خلاف منقی پروپیگنڈے کو انہوں نے سبوتاڑ کیا۔ خانقاہ کے حضرات ویسے بھی مر وجہ رسوم و بدعتات سے کنارہ

کش تھے اور جب حضرات علمائے دیوبند کے خلاف شکوہ و شبہات ختم ہو گئے تو اس سے اگلے مرحلے میں صاحبزادہ گان نے دیوبند اور اس سے متعلقہ مدارس کی طرف رخ کیا۔ ایک دفعہ جبکہ والد صاحب ہمیں کافیہ پڑھا رہے تھے وہ تشریف لے آئے اور والد صاحب سے حی علی الصلوٰۃ کے کلمہ میں مختلف لغات کے حوالے سے پوچھتے رہے۔ والد صاحب نے مجھے شرح مائیہ عامل لانے کیلئے کہا جس میں مختلف لغات کا تذکرہ تھا۔

تحریک خلافت میں بھی حصہ لیا تھا۔ افغانستان بھارت بھی کر گئے تھے۔ مگر راستے سے واپس کیے گئے۔ جامعہ امینیہ میں چار سال پڑھانے کے بعد دس سال تک دارالعلوم دیوبند میں پڑھاتے رہے۔ اس کے بعد خانقاہ میں امام اور مدرس رہے۔ تقریباً ۱۹۸۲ء میں انتقال فرمائے۔ (۸۱)

وفات حسرت آیات:-

اپنے رشتہداروں اور دوستوں کا غم سہتے سہتے بظاہروہ صحت مند نظر آتے تھے، مگر اندر اندر سے بیماریوں نے دیک کی طرح چاٹنا شروع کیا تھا۔ جسکی وجہ سے وہ اچانک بستر پر آگئے۔ بہتیر اعلان کرنے کے باوجود چار مہینوں کے اندر ۲۹ شوال ۱۴۲۹ھ بمقابلہ 30 اکتوبر 2008ء کو صبح 08:50 بجکر 05 منٹ پر دارفانی سے رخصت ہو گئے۔ صاحبزادہ محمود صاحب بظاہر اس دارفانی سے دار بقا کی طرف انتقال کر گئے۔ مگر اپنے پیچھے چودہ بیٹے چھوڑ گئے۔ جن کے نام انہوں نے حضرات اکابر علماء حق سے معنوں کئے ہیں، ان میں حضرت مولانا شیداحمد گنگوہی، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری، حضرت مولانا حسین احمد مدینی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجری، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، حضرت مولانا احمد علی لاہوری، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی، حضرت مولانا عبد اللہ سندھی، حضرت مولانا محمد الیاس دہلوی، حضرت مولانا محمد زکریا کانڈھلوی، حضرت مولانا عبدالرحمن امر وہوی اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی شامل ہیں۔ (فہرست میں ترتیب صاحبزادوں کے لحاظ سے ہے) خود ان کا نام حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن سے ممتاز رکھتا ہے۔ سارے بیٹے ماشاء اللہ جدید و قدیم تعلیم سے آرائستہ ہونے کے ساتھ حضرت الامام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان کے مشن کے بزرگوں سے نہ صرف وابستہ ہیں۔ بلکہ اس تحریک کے متحرک کا رکن بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کو اتفاق و اتحاد کیسا تھر کئے تاکہ ایک طرف وہ خانقاہی مشن کو آگے بڑھائیں اور دوسری جانب ولی اللہ تعالیٰ تحریک کے قافلے کے سپاہی بن کر انسانیت کی خدمت کر سکیں۔

– آمین یار ب العلمین۔

حضرت صاحبزادہ محمود صاحبؒ کے خلفاء:-

صاحبزادہ محمود صاحبؒ نے خلافت کا معیار تقوی، علم و سنت، ظاہری ٹیپ ٹاپ سے اجتناب کے ساتھ ساتھ ذکر اور اصحاب ذکر کے ساتھ مناسب قسم کی مناسبت پر رکھا۔ مندرجہ ذیل حضرات کو انہوں خلافت دی تھی۔

(۱) حاجی محمد رضا صاحب، ڈیرہ شہر کے رہنے والے ہیں۔ پہلے سعودی عرب میں رہتے تھے۔ چڑے کا کار و بار کرتے تھے۔ آجکل ذکر و اذکار کے ساتھ شغف ہے۔

(۲) حافظ محمد فیق صاحب، خجہ خاندان سے تعلق ہے۔ حضرت کی بڑی خدمت کی ہے۔ سارا خاندان شرافت کے ساتھ مشہور ہے۔ ان کے خاندان کے چھوٹے بڑے مردوں صاحبزادہ صاحبؒ سے بیعت تھے۔

(۳) فقیر محمد ادریس صاحب، حضرت فقیر احمد گل صاحبؒ اور حضرت حاجی عبدالغفار صاحبؒ سے تعلق تھا۔ پھر صاحبزادہ صاحبؒ سے تعلق قائم کیا۔ ریڈ یوپا کستان میں کام کرتے ہیں۔

(۴) محترم عزیز الرحمن صاحبؒ، پہلے جناب ابراہیم شاہی صاحب سے تعلق تھا۔ صاحبزادہ صاحب کے پاس آئے تو فنا فی الشیخ ہو گئے۔ درود شریف کے ساتھ خاص محبت تھی۔ جوانی میں شیخ کی حیات میں فوت ہو گئے۔

(۵) حاجی عبدالرحمن صاحب، اصل میں موئی زئی شریف کے رہائشی ہیں۔ آجکل ڈیرہ شہر میں سکونت پذیر ہیں۔ صاحبزادہ صاحبؒ کے منظور نظر تھے۔ نمازِ جمعہ کے بعد خصوصی اجتماع میں خلافت دی۔

(۶) مولانا عبدالغفور صاحب، گل امام ضلع ٹانک کے رہائشی اور مولانا صدیق احمد صاحبؒ کے فرزند ارجمند ہیں۔ اپنے والد مرحوم اور داد مولانا خیر محمد صاحبؒ کے بھی جائشیں ہیں۔ ماشاء اللہ ذکر و اذکار کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے۔ شہر کے ساتھ سڑک کے کنارے خانقاہ محمودیہ کے نام سے اپنے شیخ کی امانت کو منتقل کر رہے ہیں۔

(۷) مولانا عبدالسلام صاحب لیلين زئی، دکی شہر ضلع لورالائی کے رہنے والا ہیں۔ مولانا سراج الدین صاحبؒ کے پوتے ہیں، جو کہ حضرت سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ کے خلیفہ تھے۔ شوگر کا مریض ہونے کے باوجود ذکر و اذکار کا سلسلہ استقامت کے ساتھ جاری رکھے ہوئے ہیں۔

(۸) محترم عتیق الرحمن وزیر، بڑی محنت کے بعد شیخ کی توجہ اپنی طرف مبذول کی تھی۔ مگر آج کل عملیات کا سودا سر میں سما یا ہوا ہے جس کا نتیجہ خسaran کے سوا کچھ بھی نہیں۔

(۹) حاجی محمد اسلم راجپوت، شریف انفس انسان ہیں۔ آدمی زندگی تبلیغ میں لگائی ہے۔ رائے و نظر میں مقیم رہتے ہیں۔

(۱۰) راقم الحروف کو بھی قبلہ والدی سے بالکل ابتدائی ایام میں جبکہ انکے ہاں ذکر و اذکار کا یہ سلسلہ اتنا تحرک نہیں تھا

اجازت ملی ہے۔

- (۱۱) مولانا صاحبزادہ محمد قاسم شاہ صاحب بھی اپنے والد محترم کے مجاز ہیں۔
- (۱۲) مولانا صاحبزادہ محمد یعقوب شاہ صاحب کو بھی اپنے والد محترم سے سلسلہ بوریہ میں اجازت ملی ہے۔
- (۱۳) خلیفہ عبدالاحد صاحب[ؒ]، خلیفہ سید علی شاہ صاحب[ؒ] کے داماد، مرید اور بھانجے تھے۔ ان کی وفات کے کافی عرصے کے بعد صاحبزادہ محمود صاحب[ؒ] سے رجوع کیا اور خلافت سے سرفراز ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے دادا سے حاصل کی تھی۔ جو بہت بڑے فقیہ تھے۔ خلیفہ صاحب بڑے زیرک اور سنجدہ آدمی تھے۔ 2011ء میں وفات پائی۔
- (۱۴) مولانا احمد سعید شاہ صاحب، مولانا عبد العزیز شاہ صاحب، مولانا عبد الماجد شاہ صاحب، تینوں حضرات خلیفہ سید علی شاہ صاحب[ؒ] کے بیٹے ہیں۔ مولانا احمد سعید شاہ صاحب تو صاحبزادہ احمد صاحب[ؒ] کے بھی مجاز ہیں۔ اپنے والد محترم کی گدی سنبحالی ہوئی ہے۔ صاحبزادہ صاحب سب پر خصوصی شفقت فرماتے تھے۔
- (۱۵) خلیفہ مولانا صدیق احمد صاحب[ؒ]، گل امام کے رہنے والے تھے۔ حضرت سید عبد العزیز شاہ صاحب[ؒ] کے مرید تھے۔ مولانا سید جان محمد صاحب[ؒ] فرزند سید عبد العزیز شاہ صاحب[ؒ] اور صاحبزادہ محمود صاحب[ؒ] دونوں نے خلافت سے سرفراز کیا۔
- (۱۶) مولانا سید عبد العزیز شاہ، مندرہ کلاں کے رہنے والے ہیں۔ جو کہ طالب علمی کے زمانے میں اپنے تھیمال والوں (توران کے شاہ صاحبان) کے ہاں سید عبد العزیز شاہ صاحب سے بیعت ہوئے تھے۔ بعد میں خلافت صاحبزادہ محمود صاحب[ؒ] نے دیدی۔ شوگر کے مریض ہیں مگر اپنی خانقاہ اور مدرسہ چلا رہے ہیں۔
- (۱۷) محترم جہانزیب صاحب[ؒ]، اپنی ہستی کو اپنی حیات ہی میں مٹایا تھا۔ پہلے صاحبزادہ احمد صاحب[ؒ] کے پاس کافی عرصہ آتے رہے بعد میں صاحبزادہ محمود صاحب[ؒ] سے اجازت حاصل کر لی۔ پرانچہ خاندان سے تعلق تھا۔ کچھ عرصہ پہلے اللہ کو پیارے ہوئے۔
- (۱۸) محترم عالم زیب صاحب، جہانزیب صاحب[ؒ] کے بھائی ہیں۔ آجکل راولپنڈی میں قیام ہے۔ کاروباری زندگی گزار رہے ہیں۔
- (۱۹) پروفیسر مولانا اذکیاء ہاشمی صاحب، جناب ابرار ہاشمی صاحب[ؒ] کے فرزند اور جانشین ہیں۔ صاحبزادہ صاحب[ؒ] نے خط کے ذریعے خلافت سے سرفراز فرمایا۔ ملساں طبیعت کا مالک ہے۔
- (۲۰) مولانا خلیفہ محمد طیب صاحب، خلیفہ حاجی عبد الغفار صاحب[ؒ] کے فرزند اور جانشین ہیں۔ اپنی خانقاہ کو نہایت سلیمانی

سے ظفر آباد کالونی (مضافات ڈیرہ شہر) میں آباد کیا ہوا ہے۔ صاحبزادہ صاحب[ؒ] کے بھی مجاز ہیں۔
 (۲۱) حافظ محمد سعید صاحب، ڈیرہ شہر میں رہتے ہیں۔ لکڑی کا کام کرتے ہیں۔ انتہائی شریف اور ذاکر و شاکر شخص ہیں۔

ضمیمه جات

(تذکرہ قبائل متفرقہ، شجرات سلاسل عالیہ، شجرہ نسب سادات پیغمبر اکابر)

تذکرہ قبائل متفرقہ

(1) پٹھانوں کی مختصر تاریخ

آصف بن برخیا اور افغان دو بھائی جو حضرت سلیمان کے وزیر تھے۔ اور ان کی وفات کے بعد یہ دونوں بھی جلدی فوت ہو گئے۔ ان کی اولاد کو بخت نصر مجوسی نے البتہ المقدس مسما کرنے کے بعد شام سے نکال کر غور غزنی، کوہ فیروز اور قدھار کے پہاڑی علاقوں کی طرف دھکیل دیا۔ جہاں یہ پھلے پھولے۔ جبکہ دوسرا گروہ بنی اسرائیل کا، ملک عرب (مدینہ منورہ) میں آباد ہوا اور انہوں نے مکہ کو بیت المقدس کا نعم البدل جانا۔ اسی طرح ولید بن عتبہ بن عکرمہ بھی بنی اسرائیل اور بنی افغان کے قبیلوں کا ایک فرد تھا۔ ان کے جدا مجدد کا نام مخزوم تھا۔ اس لئے ان کے خاندان کو بنو مخزوم کہتے ہیں۔ اور قریش سے قرابت داری کی وجہ سے ان کو قریش جتنے حقوق مل گئے تھے۔ ورنہ اصل میں وہ بنی اسرائیل سے تھے۔

حضرت خالد بن ولید اسلام سے مشرف ہوئے۔ تو انہوں نے ان قبائل کی طرف خط لکھا۔ کہ پیغمبر موعود تشریف لا چکے ہیں۔ اسلئے جتنی جلدی ہو سکے خدمت القدس میں حاضر ہو جاؤ۔ خط ملتے ہی انہوں نے ایک وفد قیس نامی سردار کی قیادت میں مدینہ منورہ بھیجا۔

قیس کا سلسلہ نسب یہ ہے

قیس بن عیص بن سلول بن عتبہ بن نعیم بن مرۃ بن جلندر بن سکندر بن زمان بن عنین بن مہلوں بن شلم بن صلاح بن قارود بن عتم بن مہلوں بن عمال بن حذیفہ بن منہاں بن علیم بن استمتویل بن ہارون بن قمر و بن ابی صہیب بن طلل بن نومی بن عائیل بن تارج بن ارزند بن مندوں سلم بن افسعہ بن ارمیا بن ساروں (طالوت) بن قیس بن عتبہ بن عیص بن رویل بن ابن یا مین یا یہودا بن حضرت یعقوب۔

قیس فتح مکہ میں بھی شامل ہوئے۔ آپ کی بہادری کی خبر سن کر حضور ﷺ نے آپ کیلئے اور آپ کی اولاد کیلئے بہت زیادہ دعا مانگیں۔ اور قیس کا نام جو عبرانی کا لفظ تھا تبدیل کر کے عبد الرشید رکھا۔ اور فرمایا طالوت کو اللہ تعالیٰ نے ملک سے تعییر کیا ہے۔ اسلئے بہتر ہے کہ تمھیں بھی لوگ ملک سمجھیں۔ مزید فرمایا کہ چونکہ مجھے وحی سے بتایا گیا ہے کہ اسلام کی خدمت کیلئے اس قبیلے کی وہی حیثیت ہوگی جو کہ جہاز اور کشتی کے نخلی لکڑی کی ہے۔ جس پر کشتی اور جہاز کی عمارت استوار ہوتی ہے۔ اور اس لکڑی کو سمندر والے لوگ پہنچان کہتے ہیں۔ اسلئے آپ کو پہنچان کا لقب دیتا ہوں۔ محمد

بن قاسم سنده پر حملہ کرنے کیلئے اسی غور کے علاقے سے ایک دستہ اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ بعد میں سلطان محمود غزنوی کے پاس افغان قوم کے نوسردار حاضر ہوئے جن کو انعامات سے نوازا گیا۔ اسکے بعد سلطان شہاب الدین غوری افغانوں کے بارہ ہزار لشکر کو ہندوستان پر حملہ کیلئے لے آیا۔ جو فتح بنے۔ بعد میں سلطان کے حکم سے انہی افغانوں کو کو ہستان روہ، کوہ سلیمان، اشغیریا کا شغر باجوڑ کے گرد نواح میں سے لیکر دریائے نیالاب یعنی انک کے شمالی علاقے میں اور قندھار کے نواح سے لیکر ملتان کی سرحدوں کے علاقے میں آباد کیا گیا۔

تیسرا مرتبہ جب سلطان نے ہندوستان پر فوج کشی کی تو اس نے ملک محمود لودھی کو جس کے قبیلے کی تعداد سب سے زیاد تھی اپنے لشکر کا سپہ سالار چنا۔

نوت: اس روایت کی تائید حدیث کی کسی کتاب یا تاریخ کی پرانی کتاب سے نہیں ہوتی مگر پٹھانوں کے متعلق جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ سب میں یہ روایت درج ہے ہاں قیس عبدالرشید کا تذکرہ اسماء الرجال کی مختلف کتابوں میں درج ہے۔ (۸۲)

(2) مروت قوم:-

خانقاہ میین کا قیام چونکہ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کے علاقے مروت میں ہوا ہے اور آج تک مروت قوم کے ساتھ خوشنگوار مراسم رہے ہیں بلکہ مروت قوم نے خانقاہ کی بہت زیادہ خدمت کی ہے اسلئے اس قوم کا مختصر تعارف ناگزیر ہے ویسے بھی قوم مروت دوستی اور خدمت میں مشہور ہے۔
مروت قوم کا شجرہ نسب اس طرح ہے۔

عبدالرشید (قیس) پٹھان

غوثتی	بیٹی	سربنی	سربنی
-------	------	-------	-------

(متو) غلوی	سروانی	ابراہیم لودھی	سروانی
------------	--------	---------------	--------

نیازی	سیانی	دوتانی	سیانی
-------	-------	--------	-------

اسہاعیل	پرتوگی	اسہاعیل	پرتوگی
---------	--------	---------	--------

نوحانی (لوھا نزی)

سور

مہیاں

مروت ممالک میانگل تور ہود شخ

مروت پہلے کٹھہ واز ضلع غزنی میں آباد تھے۔ جہاں مویشی بھی رکھتے تھے۔ اور کٹھہ واز کے جنوبی حصے میں زمیندارہ کرتے تھے۔ مگر وہاں بھی ان کی زمین بارانی تھی۔ روایت ہے کہ قبیلہ سلیمان خیل جو کہ کٹھہ داز میں آباد تھا اور رشتے میں مروت قوم سے قریب بھی تھا، کے ایک سردار آزاد خان نامی، سلطان خیل قوم کی ایک عورت کو ان کے کسی نوکر نے اغوا کیا۔ اس کو کسی قوم نے پناہ نہیں دی۔ مگر مروت قوم نے اس کو پناہ دی مطالبة کرنے پر انہوں نے انکار کیا۔ سلیمان خیلوں نے حملہ کیا۔ مروت قوم نے اپنے قربی رشتہ داروں دولت خیل اور میاں خیل کے تعاون سے سلیمان خیل قوم کو شکست دی۔ جس پر سلیمان خیل قوم نے بھی اپنے قربی اقوام اندر، ترکی اور دوسرے عجمیوں سے مدد طلب کی اور مروت قوم کو تباہ کر کے وہاں سے نکال دیا۔ جہاں سے وہ ٹاک اور داماں منتقل ہو گئے۔ یہاں پر علی الترتیب سرگ اور بلوچ اقوام قابض تھیں۔ لوہانیوں (مروت، دولت خیل، میاں خیل) نے ان قوموں کو ٹاک اور داماں سے نکال کر اپنا بچہ جمالیا۔ گرمیوں میں یہ پہلے کی طرح وہ پہاڑ کے مشرقی جانب کی طرف جاتے تھے۔ بعد میں وزیروں اور محسودوں سے لڑائی لڑنے کی وجہ سے اس پہاڑ پر جانا بھی چھوڑ دیا۔ اور لوہانیوں میں آپسمیں ٹھن گئی دولت خیلوں کو غلبہ حاصل ہوا اور مروت قوم بائیں (بائے) درے کی طرف منتقل ہو گئی۔ جو کہ اما خیل اور شہباز خیل کے درمیان میں پہاڑی سمت میں واقع ہے۔ دوبارہ مروت قوم نے ٹاک پر حملہ کیا۔ مگر گنڈہ پوروں کی مدد سے کٹھی خیل قوم (موجودہ نواب آف ٹاک) نے مروت قوم کو ہمیشہ کیلئے بیدخل کیا۔ اس کے بعد مروت قوم کی مروت کی طرف متوجہ ہو گئی۔ لکی مروت میں محمود غزنوی کے حملے سے پہلے ہندو قوم آباد تھی۔ بعد میں پوٹی قوم آباد ہو گئی۔ جنکا اب نام و نشان بھی نہیں ملتا۔ بعد میں مروت قوم کے آنے سے پہلے سرہنگ نیازیوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ جو کہ خود ٹاک سے بیدخل کئے گئے تھے۔ نیازیوں نے پہاڑ خیل اور گمبلیا کے شمال میں اپنے گھر آباد کیے۔ دریائے کرم سے چھوٹے چھوٹے نالیوں کے ذریعے لکی شہر تک کے علاقے کو قابل زراعت بنایا۔ باقی قطبی تھل کو مویشیوں کیلئے چھوڑ دیا۔

نیازی قوم نے تھوڑا عرصہ لکی میں گزارا تھا، کہ اس دوران ان کا ایک قبیلہ مہیار نامی اپنی قوم سے پورا حصہ نہ ملنے کی وجہ سے ناراض ہوا۔ اور مروت قوم کی پناہ میں آگیا۔ مروت اس موقع کے انتظار میں تھے اور نیازیوں سے لڑنے بھڑنے کیلئے آمادہ ہو گئے۔ اگرچہ نیازیوں نے کسی وقت دولت خیل کے مقابلے میں ان کی مدد بھی کی تھی۔ قتل خان، میناخان

اور تنخیلوں نے نیازیوں کے مال مویشیوں پر قبضہ جانا شروع کیا۔ سخت لڑائی کے بعد نیازیوں کو شکست ہوئی۔ اور تھل کا علاقہ حوالہ کرنے پر نیازی راضی ہو گئے۔ مگر بعض مردوں نے اس پر اکتفا نہیں کیا اور دوبارہ حملہ کر کے نیازیوں کو دڑہ تگ سے آگے مار بھاگایا۔ یہ لڑائی موجودہ ٹھٹھی مجن خیل کے مقام پر ہوئی۔

نیازیوں کے ایک فقیر منش آدمی مجن بابا کی اولاد کی مردودت میں رہ گئی۔ جو کہ آج تک موجود ہے۔ مردودت قوم کی مردودت میں بخوبیوں کے بنوں میں آباد ہونے سے ایک سو سال بعد آباد ہو گئی۔ انگریزوں کی آمد کے وقت مردودت قوم کی مردودت میں جغرافیائی طور سے اس طرح آباد تھی۔

- (۱) مغربی حصہ پتی اور موسیٰ خیل
- (۲) درمیانی حصہ میں بھرام خیل اور
- (۳) مشرقی حصے میں درے پلاری۔

نوٹ: اچو خیل، خدو خیل اور دولت شاہ خیل کی اولادوں کو درے پلاری کہتے ہیں۔ جبکہ دولت شاہ اصل میں سید ہے جس کی قبر ابا شہید کے نام سے ڈیرہ شہر سے مغرب کی طرف پندرہ میل کے فاصلے پر واقع ہے اور جسکی اولاد ابا خیل، زیریں، مشوری، دلو خیل اور ووثی خیل میں آباد ہے۔ (۸۳)

(3) ناصر قوم:-

ناصر اور خرویٰ حقیقتاً غلزی نہیں ہیں۔ یہ قبیلہ زمانہ قدیم میں ہوتک اور توخی سے مل گیا تھا۔ اور اب ان کی ابتداء کے متعلق معلوم کرنا بہت مشکل ہے۔ بعض کے ہاں اس قوم کی اصل مصر میں رو دنیل کے قبائل میں سعیدی قبیلے سے ہے، جمال عبد الناصر بھی اسی قبیلے کا فرد تھا۔ ناصر اور خرویٰ دونوں کی ابتداء تاریکی میں گم ہے۔ جس زمانے میں غلزی مشرقی افغانستان میں بودو باش اختیار کر رہے تھے۔ تو وہ یقینی طور پر اس بات کے متنبّی ہوں گے۔ کہ وہ چھوٹے چھوٹے قبیلوں کو اپنے میں شامل کریں۔ تاکہ وہ انہیں ان کی فتوحات میں مدد دیں اور اسکے بد لے میں غلزی ان چھوٹے چھوٹے قبیلوں کی امداد کریں۔ ناصر، خرویٰ اور غلزی قبائل سے بہت سی باتوں میں مختلف ہیں۔ ان کی اوچی اور گھری آواز اور چوڑے شانے انہیں دور ہی سے دوسروں سے منفرد کر دیتے ہیں۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہ قبیلہ توخی قبیلہ کا ہمسایہ تھا۔ سلیمان خیل قبیلہ سے بہت زیادہ دشمنی ہونے کی وجہ سے یہاں سختاً زیادہ رہتے تھے۔ اسلئے انہوں نے نسبتاً بھیڑ بکریاں پالنے کا دھندا کم کر دیا ہے۔ قندھار کے ناصر تقریباً زیادہ تر خانہ بدوثیں ہیں۔ موسم گرم میں یہ لوگ شاہ جوئی، قلات، توخی، سرخ غن اور اسپناؤری صوبہ قندھار میں قیام کرتے ہیں۔ خزاں میں ڈیرہ اسماعیل خان، ڈیرہ غازی خان، ٹروب اور بلوجستان

کے دوسرے حصوں میں چلے جاتے ہیں۔ قندھار کے ناصر قریب آٹھ ہزار جنگجو نوجوانوں پر مشتمل ہیں اور ان کے پاس تقریباً ڈھائی ہزار رانفلیں ہیں۔

قندھار کے سوا یہ زیادہ تر لغمان، بنگر ہار، بلخ اور ہلمند کے شمالی کنارے پر گرم سیر میں رہتے ہیں۔ موجودہ زمانے میں ناصر زیادہ تر تجارت کرتے ہیں، نہ کہ سودی لین دین۔ قندھار کے ناصروں کے بڑے بڑے ملک ہندوستان آتے ہیں۔ ان میں زیادہ اثر و رسوخ والے پاکندہ خان، اشرف خیل، سید احمد خیل اور جعفر خان، بابر خیل سید احمد خیل ہیں۔ قبیلہ کا خان خیل عام طور پر شادی خان خیل، سید احمد خیل کی شاخ اشرف خیل کو سمجھا جاتا ہے۔ اس کا موجودہ سردار پاکندہ خان پیدا اُش 1912ء ولد سوان خان مرحوم ہے سوان خان کا انتقال 1932ء میں ہوا تھا اور وہ زمیچھ، قندھار میں دفن کیا گیا تھا۔ ڈیرہ اسماعیل خان کے قیام کے دوران پاکندہ خان درا بن سرڑک پرسکو میں قیام کرتا ہے۔ پاکندہ خان ایک طویل القامت اور نہایت وجیہ شخص ہے اور اپنے سنبھال کوٹ والے چغہ میں بہت شاندار معلوم ہوتا ہے۔ (۸۲)

ناصر قوم کا خانقاہ پیشین زئی کے ساتھ کتنا گہرا تعلق رہا ہے اس پر تو پیشین زئی قوم کی تاریخ شاہد ہے۔ کہ پانچ سو سال کیلئے جب یہ قوم اپنے اصل وطن پیشین سے نکلی۔ تو ناصر قوم نے ان کو اپنے ساتھ رکھا۔ تاکہ مصیبت کے وقت یہاں کیلئے دعا نہیں مانگیں۔ اس طرح لڑائی جھگڑے کے وقت ان کے فیصلے کرے۔ اسلئے بعض لوگوں کو یہ خدشہ بھی ہوا۔ کہ یہ ناصر قوم ہی کا حصہ ہیں کوئی علیحدہ قوم نہیں۔

یہی کیپن جے۔ اے رامیں اسی خانہ بدوش قبائل کی کتاب میں ناصر قوم کے پیروں کے متعلق رقم طراز ہے۔
کہ سلیمان خیل علی خیل، علی خیل ناصر اور خروٹی:

چار باغ کے پیر صاحب سید حسن پیر سید علی شاہ، دھلی کے حضرت پیر صاحب پیر ابوالخیر، کٹواز کے میاں صاحب کٹواز میں مشن خیل کے صاحبزادہ صاحب، کٹواز میں شیران کے عبدالمندہ، صاحبزادہ سرکی (صالح خیل، سلیمان خیل) عبد الحکیم ڈیرہ اسماعیل خان میں پنیوالہ کے صاحبزادہ، ڈیرہ اسماعیل خان کے حضرۃ صاحب ابراہیم موسیٰ زئی۔ احوززادہ میل زئی (نو۔ مکر) ملاوزی، خوا، جمع خان، قندھار کے ذاکر صاحب، کٹواز کے ملا نعیم گل (صرف سلیمان خیل) خلیفہ کامران (ارغون خروٹی)۔ (۸۵)

(4) قریشی خاندان آف تتر خیل ضلع لکی مرót:-

تتر خیل ضلع لکی مرót میں ایک قریشی خاندان آباد ہے، جو علم دوستی کے ساتھ پرانی قدامت پسندی کو بھی قائم کیے ہوئے ہے۔ ان کی جگہ کو ججرہ کہا جاتا ہے۔ یہ قریشی حضرات تقریباً سو سال پہلے تور ضلع ٹانک میں وارد ہوئے۔ کچھ

عرصے کے بعد وہاں سے نکلے، تو کوئی پنیالہ گیا، کوئی شہباز خیل گیا اور اکثریت تتر خیل میں وارد ہو گئی۔ ان کے بڑوں میں سے قریشی عطاء الرحمن صاحبؒ اور قریشی عطاء محمد صاحبؒ، سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ سے مرید ہو گئے۔ اس طرح آہستہ آہستہ سارا خاندان خانقاہ پیشین زئی سے وابستہ ہوا۔ اس زمانے میں ٹرانسپورٹ سروں نہیں تھیں اسلئے یہ حضرات پیدل سفر کر کے براستہ پیز و پنیالہ پہنچتے تھے اور کئی دنوں تک قیام کر کے روحانی غذا حاصل کرتے تھے۔ حضرت عبدالحیم شاہ صاحبؒ کی وفات کے بعد یہ خاندان ان کے بڑے خلیفہ سید علی شاہ صاحبؒ سے وابستہ ہوا۔ ان کا قیام چونکہ پنیالہ سے آگے کٹھے خیل میں تھا۔ اسلئے خانقاہ میں آنے کے ساتھ کٹھے خیل بھی ان کا جانا لازمی ہوا۔ اور آج تک ان کا یہ معمول جاری ہے۔ ان کے بڑوں میں سے قریشی محمد صدیق صاحب حیات ہیں، جو کہ قریشی غلام جبیب صاحبؒ کے فرزند ہیں۔ ان کے ایک چچا مولانا غلام بنی صاحبؒ مولانا صالح محمد تواریخ کے شاگرد تھے، جو کہ حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کے تلمیزدرہ چکے تھے۔ اس خاندان میں مولانا خان محمد صاحبؒ بہت بڑے حکیم گزرے ہیں ان کے بیٹے بھی مختلف حوالوں سے علم کی شمع روشن کئے ہوئے ہیں۔

اس خاندان کے کچھ گھر انے لنڈ و وانڈ اضلع لکی مروت اور اس طرح لکی شہر میں آباد ہیں۔ صوبہ خیبر پختونخوا کے مشہور مفتی، مفتی محمد انور شاہ صاحب جو خانقاہ کے متولیین میں سے ہے، کا تعلق بھی اسی خاندان سے ہے۔ (۸۶)

(5) خاندان قراءع:-

موضع خیر و خیل کچا اضلع لکی مروت میں ایک خاندان آباد ہے، جس کا تعلق ناصر قوم کی کمال خیل شاخ سے ہے اس خاندان کے اکثر لوگ قاری اور حکیم ہے ہیں۔ اس خاندان کا تعلق بھی خانقاہ پیشین زئی کے ساتھ قدیم سے چلا آرہا ہے۔ اس خاندان کے بانی و مؤسس مولانا حکیم غلام حیدر صاحبؒ ایک جید عالم، نامور طبیب، مصنف اور مفتی تھے۔ مولانا حکیم غلام حیدر صاحبؒ کے چار بیٹے تھے۔ بڑے بیٹے کا نام حکیم عبد اللہ صاحبؒ تھا۔ جو کہ فن طب میں اپنے علاقے میں یکتا تھے۔ دوسرے بیٹے کا نام قاری جبیب اللہ صاحبؒ تھا، جنہوں نے فن تجوید اور قرائات میں بین الاقوامی شہرت حاصل کی۔ مدرسہ فرقانیہ ریاست ٹوک میں قاری عبد المالک صاحبؒ سے تجوید کا علم حاصل کیا۔ اسی دوران آپ قاری عبد المالک صاحبؒ کی ساتھ لکھنوا نکلے استاد قاری عبد الرحمن مکی صاحبؒ کی علالت کی وجہ سے منتقل ہو گئے۔ تقسیم اسناد کے موقع پر قاری عبد المالک صاحبؒ نے اپنی دستار مبارک ان کے سر پر رکھی۔ نیز قراءات سبعہ و عشرہ کی اپنی مخصوص سند بھی عطا فرمائی۔ اس طرح اپنے استاد کی خاص صندوق کی کنجی بھی ان کے پاس رہتی تھی۔ دوران تعلیم قاری جبیب اللہ صاحبؒ کو اپنے استاد گرامی کے معاون کی حیثیت سے بھی کام کرنا پڑا۔ فراغت کے بعد قاری عبد المالک

صاحبؒ اور علامہ حیدر حسنؒ کی خواہش پر مدرسہ فرقانیہ لونک میں 1933ء سے لیکر 1950ء تک شیخ القراءات کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ بعد میں نارتھنا ظم آباد کراچی میں تجوید و قراءات کا ایک مرکز قائم کیا اور آخر وقت تک اس میں تدریس کرتے رہے۔

تصانیف:-

آپؒ کی تصانیف میں موضع القراءات فی سبع القراءات خاص طور پر مقابل ذکر کارنامہ ہے۔ یہ قرآن کریم کے تنسیں پاروں پر مشتمل اس کتاب کی مکمل قراءات سبعہ کی روایات ہیں جسمیں ساتوں امام قاریوں کیلئے قرآن مجید کے ہر ہر لفظ کے اصولی اور فرضی اختلافات قراءات کو بیان کیا ہے۔

دوسری گرفقہ تصنیف اجراء السبعة بطریق جمع الجمیع علی منہاج الشاطبی (غیر مطبوعہ) فن اجراء القراءات کا شاہکار ہے، افسوس ہے کہ قاری صاحبؒ کے بیٹوں نے ان کتابوں کو شائع نہیں کیا اور اب مارکیٹ میں دوسری کتابوں نے ان کی جگہ لے لی ہے۔ تیسرا کتاب ”معارف التجوید مع رسم القرآن المجید“ ہے۔

مولانا حکیم غلام حیدر صاحب کے تیسرا فرزند محترم قاری نصر اللہ صاحبؒ تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی کا اکثر حصہ حیدر آباد سندھ میں امامت و تدریس میں گزارا۔ جبکہ چوتھے بیٹے کا نام عبدالجید تھا۔ (۸۷)

(6) خاندان میاں گان:-

پنیالہ میں ایک خاندان حاجی عبداللہ بہادر کو ہائی (خلیفہ اکبر حضرت سید آدم بنوریؒ) کی اولاد میں سے آباد ہے۔ جسکو دہاں کی اصطلاح میں میاں گان یا میاں خیل کہتے ہیں۔ اس خاندان کا پہلا شخص میاں گل خان شاید باہر سے آکر یہاں آباد ہوا۔ یہاں ان کا تعلق سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ سے یا شاید اس سے پہلے سید احمد گل صاحبؒ سے قائم ہو گیا۔ ان کی وفات چونکہ سید عبدالحیم شاہ صاحب کے زمانے میں ہوئی۔ اسلئے یقیناً نہیں کہا جاسکتا کہ ان کو خلافت می ہوگی۔ تاہم درویشی کا معاملہ جہاں سے شروع ہوتا ہے وہاں تک اسکی پہنچ ہو گئی تھی۔ انہوں نے خلیفہ محمد صدیق صاحبؒ (والد محترم مولانا مفتی محمود) کو اپنی اڑکی دیکھا پنے گھر میں ان کوٹھکانہ بھی دیا تھا۔ ان کے تین بیٹے تھے۔

(۱) صوفی خان محمد صاحبؒ۔ (۲) مولانا شیر محمد صاحبؒ، جو بہت بڑے عالم تھے اور انکے صاحبزادہ مولانا مفتی احمد صاحبؒ، دارالعلوم فیصل آباد میں مدرس بھی رہے۔ (۳) دوست محمد صاحبؒ۔

صوفی خان محمد صاحبؒ کے بیٹے قاری رشید احمد صاحب کافی عرصہ تک خانقاہ میں ذکر واذکار کے سلسلے کے ساتھ منسک رہے۔ (۸۸)

(7) فقیر حضرات (یارک و سدرہ) :-

موضع کو رائی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں ایک اللہ والے رہتے تھے جس کا اسم مبارک فقیر محمد صدیق صاحب تھا اور درختوں کے پتوں سے گزر اوقات کرتے تھے سحری کے وقت اللہ کے آگے گڑ گڑا کریوں دعا فرماتے، یا اللہ! میں تیرا اونٹ ہی ہوں اسلئے جانوروں کی خوراک کھایا کرتا ہوں، کہ روزِ محشر میں مجھے جانوروں میں حساب کریں، اسلئے کہ روزِ محشر کی سختی کا متحمل نہیں ہوں۔ اس فقیر نے اپنے پیچھے جو خاندان چھوڑا وہ بھی اس کے رنگ میں رنگا گیا۔ اور آج تک فقیروں کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

فقیر محمد صدیق صاحب[ؒ] کے بیٹے جو مولانا فقیر فتح محمد صاحب[ؒ] کے نام سے موسوم تھے، اپنے والد کی طرح علم و عمل کے پیکر تھے اور والد کی نسبت کو اپنے خاندان میں بھی منتقل کیا۔ مولانا فقیر فتح محمد صاحب[ؒ] کا خاندان موضع بڈھ منتقل ہوا، جہاں سے ان کے ایک بیٹے فقیر صالح محمد یارک والوں کے بلاولے پر یارک تشریف لے آئے۔ بھٹی قوم والوں نے ان کو زمین دی، جہاں انہوں نے ایک خانقاہ اور اپنے گھر کی بنیاد رکھی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب شیخ وقت حضرت سید مہتر موسیٰ صالح[ؒ] افغانستان سے سردویں میں موجودہ پاکستان میں داخل ہو کر پنیوالہ کے راستے سے عیسیٰ خیل تشریف لے جاتے تھے۔ دریائے کرم کے جنوبی کنارے ان کی قیام گاہ تھی جو کہ آج تک موجود ہے اور ”فقیر کلی“ کے نام سے مشہور تھی۔ فقیر صالح محمد صاحب[ؒ] نے جب حضرت سید مہتر موسیٰ صالح[ؒ] کے ساتھ اپنی نسبت جوڑ دی۔ تو جلد ہی روحانی مدارج طے کیے اور خلافت سے سرفراز ہو کر باطنی دولت سے مخلوق خدا کو مالا مال کرنے لگے۔ 1324ھ کو وفات پائی اور اپنی مسجد کے ساتھ ملحقة جنوبی طرف کمرے میں دفن ہوئے۔ فقیر صالح محمد صاحب[ؒ] نے اپنے پیچھے دو فرزند چھوڑ دیے، ایک کا نام فقیر یار محمد صاحب[ؒ] اور دوسرے کا نام فقیر احمد گل صاحب[ؒ] تھا۔ جو کہ شاید اپنے مرشد کے بیٹے صاحبزادہ سید احمد گل صاحب[ؒ] کے نام پر رکھا گیا ہوگا۔ فقیر یار محمد صاحب[ؒ] کی اولاد موضع بڈھ میں آباد ہے، مرجع خلائق ہے اور فقیر احمد گل صاحب[ؒ] یارک ہی میں رہے اور سید مہتر موسیٰ صالح[ؒ] کے فرزند اکبر صاحبزادہ سید احمد گل صاحب سے بیعت ہو گئے اور اجازت بھی حاصل کر لی۔ بعد میں گواڑہ شریف کے حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب[ؒ] سے چشتی نسبت بھی حاصل کی۔ اُنکی قبر بھی اپنے والد گرامی کی قبر کے ساتھ ہے۔ تاریخ وفات 1348ء ہے۔ فقیر صالح محمد صاحب[ؒ] کے دوسرے بھائی فقیر محمد شریف صاحب[ؒ] تھے، جن کے فرزند کا نام فقیر محمد اعظم صاحب[ؒ] تھا اور موجودہ سدر میں مقیم تھے۔ ان کے تین فرزند تھے۔ 1. فیض احمد صاحب[ؒ] جو کہ لا ولد تھے۔ 2. مولانا غلام احمد صاحب[ؒ] جو کہ بہت بڑے عالم تھے۔ فقیر محمد اعظم صاحب[ؒ] خود بھی حضرت سید عبدالحیم شاہ صاحب[ؒ] کے خلیفہ تھے۔ (۸۹)

مولانا غلام احمد صاحب کے چھ فرزندوں میں مولانا عبدالرؤف صاحب بہت اچھے جید مدرس ہیں اور نقشبندی سلسلے میں حضرت سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ کے خلفاء کے خوشہ چینوں میں سے ہیں۔
 حضرت نقیر صاحبؒ محمد صاحبؒ نے اپنے شیخ حضرت سید مہتر موسیٰ صاحبؒ کے ساتھ عقیدت کا انٹھار سرائیکی زبان میں منظوم کلام کی شکل میں کچھ اس طرح کیا ہے:

ذالعرش عزت ناک ہے	سچا خدا حق پاک ہے
عزت و بڑائی والا ہے	اللہ تعالیٰ سچا خدا ہے
خالق ولی ہوانبیاء	خالق نجوم افلک ہے
اولیاء اور انبیاء علیہم السلام کا خالق ہے	ستاروں اور آسمانوں کا خالق ہے
سردار ہے سب دا مصطفیٰ ﷺ	حق پاک بھیجے انبیاء
سب انبیاء کا سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہے	اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام بھیجے ہیں
کیا عرش کیا تھت الغری	سب سام اسدے آپ کی
عثمان غنی حضرت حیدرؒ	صدیق اکبر امیر عمرؒ
چارے جگر ہن مجتبی ﷺ	چارے منارے ہن عرش دے
چاروں حضرت محمد مجتبی ﷺ کا دل و جگر ہیں	چاروں خلفاء عرش کے مینار ہیں
چارے نبی مجتبی ﷺ ہن	چارے امت غنوار ہن
چاروں حضور ﷺ کے ساتھی ہیں	چاروں امت کے غنوار ہیں
شہباز ہن بد رالد جاء	چارے درشہوار ہن
حضر ﷺ کے شہباز ہیں	چاروں موتیوں کی طرح چمکتے ہیں
مقبول ہے جناب دا	او قطب ہے اقطاب دا
اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں	حضر ﷺ اقطاب کے قطب ہیں
شعلہ شمع ہے مرتفعی	محبوب رب ارباب دا

حضرت ﷺ کا چہرہ انور چلتا ہے	اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں
اوہ شگیر ہے ظہیر دا	اوپیر ہے ہر پیر دا
حضرت ﷺ ہر کنور کے دشگیر ہیں	حضرت ﷺ ہر پیر کے پیر ہیں
تریاق کیا بھیجائے خدا	اوے دوا ہر پیر دا
	حضرت ﷺ ہر درد کی دوا ہیں
صوبہ دہلی دامان دا	شیرشاہ خراسان دا
مہتر موی ہے قطب اولیاء	دوست ہے رحمان دا
تیڈے آسرے تگ دی ہاں	میں ولی جگ دی ہاں
لیکن تیراہی آسرا ہے	میں دنیا کا حقیر ہوں
ایں جان داتو آسرا	ست پھیٹ نہ سہ سگدی ہاں
بُوٹے آگئی ڈھا بھلا	کندھی اُتے ہے بوڑا
وہ درخت گرنے کے قریب ہے	درخت دیوار پر لگا ہے
ہنڑ بُوٹے لڑے داحال چا	جان موت کیتا یے جھوڑا
اب گرنے والے درخت کا حال پوچھو	موت نے مجھے جھوٹا کر دیا ہے
ہزاراں خونخوار ہے	اسے پڑیں رسار ہے
	اس کے کنارے پرسار ہے
میدی ڈھونڈڑی کون پار لاء	میکوں خوف ایں مُردar ہے

بسیرا بجم بندے کوں	صالح محمد بندے کوں
واره ڈیوا ایمان دا	مزرا بجم وندے کوں

(۹۰)

شجراتِ سلاسلِ عالیہ

نقشبندیہ ، قادریہ ، چشتیہ ، سہروردیہ

شجرہ عالیہ مبارکہ حضرات نقشبندیہ مجددیہ بنو ریہ قدس اللہ اسرارہم

اسمے مبارک	تاریخ وفات	تاریخ ولادت	جائے مزار مبارک
اللہی بحرمت شفیع المذین رحمت للعالمین محمد رسول اللہ ﷺ	عام اٹھیل بعد عیسیٰ پیشش صد سال	اربع الاولیاء	مدینہ منورہ حجرہ صدیقہ
اللہی بحرخلفایہ رسول ﷺ	بعد عام اٹھیل بدوسال چہار ماہ	اجمادی آخری	مدینہ منورہ حجرہ صدیقہ
اللہی بحرمت صاحب رسول ﷺ	عمر ۲۵۰ یا ۳۵۰ سال	ارجب ۳۳۴ھ	شہرہ ان
اللہی بحرمت حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ	عمر زائد یک صد سال	اجمادی الاولیاء	در میان مکہ مردمہ مدینہ منورہ
اللہی بحرمت حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	رمضان ۸۰ھ	ارجب ۳۶۴ھ	جنت لائقہ قبرائل بیت
اللہی بحرمت حضرت شیخ ابو زید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۳۶ھ	اعشaban ۲۱۱ھ	شہر بسطام ملک فارس
اللہی بحرمت حضرت خواجہ ابو الحسن خرقانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	عمر شریف ۷۳ سال	احرم ۲۲۵ھ	خرقان مضانات بسطام
اللہی بحرمت خواجہ بولی فارمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	-	ربيع الاول ۲۷۲ھ	طوس عرف مشہد
اللہی بحرمت حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	-	رجب ۵۳۵ھ	موضع مرول ملک فارس
اللہی بحرمت حضرت خواجہ جہان حضرت عبدالحق غباری شبد وانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	-	ربيع الاول ۱۵۵ھ	قصبه غبد وان بہ میں از بخارا
اللہی بحرمت حضرت خواجہ عارف روگری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	-	کم شوال ۲۱۶ھ	موضع روگر بنا صلیل از بخارا
اللہی بحرمت حضرت خواجہ محمود نجیر فضوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	-	ربيع الاول ۱۵۱ھ	موضع نجیر فضوی بنا صلیل یک میل از بخارا
اللہی بحرمت حضرت خواجہ عزیزان علی رامتنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	-	رمضان ۲۱۷ھ	شہر خوارزم ملک فارس
اللہی بحرمت حضرت خواجہ محمد بابا ساری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	-	اجمادی الآخری ۷۵۵ھ	موضع ساس ۹ میل از بخارا
اللہی بحرمت حضرت خواجہ سید امیر کمال رضی اللہ تعالیٰ عنہ	-	رجایل ۲۷۲ھ	موضع سوخاریہ از راقین
اللہی بحرمت حضرت خواجہ گان، بیرون، امام الطریقہ غوث اعلیٰ و الخلیفہ حضرت مہا والدین نقشبندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	یا ۱۸۷ھ	ربيع الاول ۹۱۷ھ	قصبه عارقال بہ میل از بخارا
اللہی بحرمت حضرت خواجہ علاء الدین عطار رضی اللہ تعالیٰ عنہ	-	رجب ۸۰۲ھ	موضع توجیایاں از ملک ماوراء النہر
اللہی بحرمت حضرت مولانا یعقوب چنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	-	اصرف ۸۵۸ھ	موضع ملکوریہ مضافات حصار ملک ماوراء النہر
اللہی بحرمت حضرت خواجہ مولانا عبد اللہ احرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ	رمضان ۸۰۵ھ	ربيع الاول ۱۹۵ھ	شہر سرقد
اللہی بحرمت حضرت خواجہ مولانا محمد زاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ	-	کم ربيع الاول ۹۳۶ھ	موضع خش از ملک حصار
اللہی بحرمت حضرت خواجہ درویش محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ	-	احرم ۷۹۷ھ	موضع سفر از شہر سر ملک ماوراء النہر
اللہی بحرمت حضرت خواجہ مولانا خواجی امکنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	-	شعبان ۱۰۰۸ھ	قصبه امکنگ سملیں از بخارا
اللہی بحرمت حضرت خواجہ مولانا باقی بالش رضی اللہ تعالیٰ عنہ	یا ۹۷۲ھ	۲۵ جمادی آخری ۱۰۲۴ھ	اجیری دروازہ بیرون شہر دہلی

متصل سرہند بخارب	۱۴۲۸ صفر ۱۰۳۲ھ	۱۹۹۶	اللہی بحرمت حضرت خواجہ امام ربانی مجدد منور الف ثانی امام الطریقت حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
مدینہ جنت اپنیج	شوال ۱۰۵۷ھ	۹۹۹	اللہی بحرمت حضرت خواجہ سید آدم بنوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کوہاٹ	۱۰۹۹ ربیعہ ۱۰۹۹ھ	۹۸۹	اللہی بحرمت حضرت خواجہ عبداللہ المعرف حاجی بہادر کوہاٹی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
چہکال بالا پشاور	۱۰۹۹	۱۰۰۱	اللہی بحرمت حضرت خواجہ ما مون شاہ منصوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کامنگرھا (گیم پور)	۱۱۲۱	۱۰۲۹	اللہی بحرمت حضرت خواجہ اخوند نعیم کاموی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
رستم مردان	۱۱۹۱	۱۰۹۳	اللہی بحرمت حضرت خواجہ اخوند محمد شاہ سودمنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
-	-	-	اللہی بحرمت حضرت خواجہ شاہ عبدالکریم رام پوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
-	-	-	اللہی بحرمت حضرت خواجہ ملا مصری خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوسف زئی
-	-	-	اللہی بحرمت حضرت خواجہ ہریان حبیب اللہ باسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
-	-	-	اللہی بحرمت حضرت خواجہ اخوند غبی زرلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
-	-	-	اللہی بحرمت حضرت خواجہ علی محمد ہنگلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
بمقام کبر، ولایت غزنی افغانستان	۱۲۸۸ اول ۱۴۰۷ء		اللہی بحرمت حضرت خواجہ شہزاد مولا نا واحد بنا و مرشد نا شاہ مہتر مولی میں زینتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
پنیالہ ذیرہ اسماعیل خان	۱۴۳۱ رمضان ۱۲۵۹ھ	۶	اللہی بحرمت حضرت خواجہ سیدنا و مرشدنا وہادی نافیض الحبل وہادی اسمبل عارف بالله حضرت سید حاجی احمد گل شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
پنیالہ خانقاہ میں زینتی	۱۴۳۵ اول ۱۲۸۶ھ		اللہی بحرمت حضرت خواجہ سید عبدالحیم شاہ صاحب
پنیالہ خانقاہ میں زینتی	۱۴۳۸ اول ۱۲۸۶ھ		اللہی بحرمت حضرت خواجہ سید عبدالعزیز شاہ صاحب
پنیالہ خانقاہ میں زینتی	۱۴۳۰ اکتوبر ۱۹۲۳ء	۱۲۳	اللہی بحرمت حضرت خواجہ صاحجزادہ سید محمود شاہ صاحب

(۹۱)

شجرہ عالیہ مبارکہ حضرات نقشبندیہ، مجددیہ، معصومیہ قدس اللہ اسرار ہم

اسماء مبارک	تاریخ ولادت	تاریخ وفات	جائے مزار مبارک
اللہ بحرمت شفیع المذین رحمت للعلیین محمد رسول اللہ ﷺ	عام اغیل بعد عیسیٰ پیش صدر سال	۱۲ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ	مدینہ منورہ حجہہ صدیقہ
اللہ بحرمت خلفیہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ	بعد عام اغیل بدوسال چہار ماہ	۱۲ جمادی آخر ۱۴۰۳ھ	مدینہ منورہ حجہہ صدیقہ
اللہ بحرمت صاحب رسول اللہ ﷺ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ	عمر ۲۵۰ یا ۳۵۰ سال	۱۰ ربیع سوم ۱۴۰۰ھ	شہر مدان
اللہ بحرمت حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ	عمر زائد از یک صدر سال	۱۳ جمادی الاول ۱۴۰۶ھ	در میان مکہم کردہ مدینہ منورہ
اللہ بحرمت حضرت امام حنفی صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	رمضان ۸۰ھ	۵ ربیع سوم ۱۴۰۷ھ	جنت ایقون پیراں بیت
اللہ بحرمت حضرت شیخ ابو زید بطاطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۳۶ھ	۱۵ شعبان ۱۴۰۱ھ	شہر بسطام ملک فارس
اللہ بحرمت حضرت خواجہ ابو اوسن خرقانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	عمر شریف ۳۷ سال	۱۰ محرم ۱۴۰۵ھ	خرقان مضافات بسطام
اللہ بحرمت خواجہ راعلیٰ فارمادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۳۲۲ھ	۳ ربیع الاول ۱۴۰۷ھ	طوس عرف مشہد
اللہ بحرمت حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۳۲۰ھ	۷ ربیع سوم ۱۴۰۵ھ	موضع مرول ملک فارس
اللہ بحرمت حضرت خواجہ جہان حضرت عبدالحق تجد وانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ		۲ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ	قصبہ تجد وانی سہیل از بخارا
اللہ بحرمت حضرت خواجہ عارف ریگری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	کیم شوال ۱۱۶ھ		موضع رویگر بفاصلہ میل از بخارا
اللہ بحرمت حضرت خواجہ محمودانی فغوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ		۷ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ	موضع ائمہ فخری بفاصلہ یک میل از بخارا
اللہ بحرمت حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ		۷ رمضان ۱۴۰۱ھ	شہر خوارزم ملک فارس
اللہ بحرمت حضرت خواجہ محمد باباسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ		۱۰ جمادی الآخر ۱۴۰۵ھ	موضع ساس و میل از بخارا
اللہ بحرمت حضرت خواجہ سید امیر کلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ		۱۵ جمادی الآخر ۱۴۰۷ھ	موضع سوخاریہ از رامقین
اللہ بحرمت حضرت خواجہ گان، یگیران، امام الطریقہ غوث اخلاق و اخلاقیہ حضرت بہاء الدین نقشبند بخاریؒ	۳ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ یا ۱۸۷ھ	۳ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ	قصبہ عارفان بہ سہیل از بخارا
اللہ بحرمت حضرت خواجہ علاء الدین عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ		۲۰ ربیع سوم ۱۴۰۲ھ	موضع توجیانیاں از ملک ماوراء النہر
اللہ بحرمت حضرت مولانا یعقوب چنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ		۱۵ اصفہر ۱۴۰۵ھ	موضع مقتور بہ مضاف حصار ملک ماوراء النہر
اللہ بحرمت حضرت خواجہ مولانا عبد اللہ احرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ	رمضان ۸۰۱ھ	۲۹ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ	شہر قند
اللہ بحرمت حضرت خواجہ مولانا محمد زہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	کیم ربیع الاول ۱۴۰۶ھ		موضع خوش از ملک حصار
اللہ بحرمت حضرت خواجہ درویش محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۹ محرم ۱۴۰۹ھ		موضع سفر از شہر بزرگ ماوراء النہر
اللہ بحرمت حضرت خواجہ مولانا خواجہ امکنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۲ شعبان ۱۴۰۸ھ		قصبہ امکنگ سہیل از بخار
اللہ بحرمت حضرت خواجہ مولانا باقی بالله رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۷ ۱۴۰۷ھ یا ۲۹ ۱۴۰۸ھ	۱۱ جمادی آخر ۱۴۰۱ھ	اجمیری دروازہ یگروں شہر دہلی

متصل سرہند بخارب	صفر ۱۴۳۲ھ	۹۷۱	اللہ بحرمت حضرت خواجہ امام ربانی مجدد منور الف ثانی امام الطریقہ حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
روضہ متصل سرہند	ربيع الاول ۹۷۵ھ	الشوال ۱۴۰۸ھ	اللہ بحرمت قطب ارشاد قوم زمان ثانی عورۃ الوٹی خواجہ محمد مصوص مجددی سرہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
روضہ متصل سرہند	۲۰ جمادی الاول ۱۴۰۶ھ	۱۴۰۹ھ	اللہ بحرمت سلطان الاولینہ حضرت شیخ سیف الدین مجددی سرہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
بیرون موضع غیاث پر متعلق بدایون	الذیقعد ۱۱۳۵ھ		اللہ بحرمت حضرت سید نور محمد بدایونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
شهر بیلی خانقاہ حضرت شاہ غلام علی صاحبؒ	۱۰ محرم الحرام ۱۹۵۱ھ	۱۱ رمضان ۱۴۱۱ھ	اللہ بحرمت قیم طریقہ احمد یہ محبی سنن بنویش الدین حبیب اللہ حضرت مرزا مظہر جانجناں مظہر شہید علوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
خانقاہ خود بدیلی	صفر ۱۴۲۳ھ	۱۱۵۸	اللہ بحرمت مجدد مائیہ بیالث عشر باب خیر البشر خلیفہ خدا مروج شریعت مصطفیٰ حضرت مولانا عبد اللہ المعروف شاہ غلام علی صاحب علوی دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
خانقاہ خود بدیلی	کیم شوال ۱۲۵۰ھ	۱۲	اللہ بحرمت قیوم زمان قطب جہاں غوث آوان محبوب رب حمید حضرت شاہ ابوسعید مجددی دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
جنت ایقمع مدینہ منورہ متصل قبہ حضرت عثمانؒ	ربيع الاول ۱۴۱۷ھ	کیم ربيع الثانی ۱۴۱۷ھ	اللہ بحرمت غوث آوان قطب دوران حضرت شاہ احمد سعید صاحب مجددی دہلوی ثم المدینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ریاست رام پور محلہ چاہ شور	۱۵ جمادی الآخر ۱۳۱۳ھ	۱۴۲۸	اللہ بحرمت محبوب رحمٰن قطب الحکیمین والمدقین زبدۃ العارفین حضرت مولانا مولوی ارشاد حسین صاحب مجددی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ریاست رام پور خانقاہ خود	۱۰ اذوالحجہ ۱۳۲۵ھ	۱۲۵۹	اللہ بحرمت محبوب رب الامشر قین اندر یمن قطب الحکیمین حافظ محمد عنایت اللہ خان رامپوریؒ
پنیالہ خانقاہ بیشین زئی شلخ ذیرہ اسماعیل خان	۲۵ جمادی الآخر ۱۳۵۳ھ	۱۲۸۶	اللہ بحرمت جیہۃ الاصلین عارف بالله خواجہ حضرت سید عبدالحیم شاہ
پنیالہ خانقاہ بیشین زئی	۱۹۶۸		اللہ بحرمت حضرت خواجہ سید عبدالعزیز شاہ صاحبؒ
پنیالہ خانقاہ بیشین زئی	۱۳۰	۱۲۳	اللہ بحرمت حضرت خواجہ صاحبزادہ سید محمود شاہ صاحبؒ

شجرہ طیبہ حضرات قادر یہ مجدد دیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم

اسماے مبارک	تاریخ ولادت	تاریخ وفات	جائے مزار مبارک
اللہی بحرمت شفیق المذنبین رحمت للعلیین محمد رسول اللہ ﷺ	عام اغیل بعد عیسیٰ پیش شص سال	۱۲ اریچ الاول ۱۴۰۰ھ	مدینہ منورہ مجدد صدیقۃ
اللہی بحرمت خلیفہ رسول اللہ ﷺ حضرت علی کرم اللہ وجہہ	۱۳ ارجب بعد واقعہ عام فیل بی سال	۲۱ رمضان ۱۴۰۰ھ	نجف اشرف
اللہی بحرمت سبط رسول اللہ ﷺ حضرت امام حسنؑ	۵ اریچ الاول ۱۴۰۹ھ	۱۴ اریچ الاول ۱۴۰۹ھ	جنت لپیج، قبة الہل بیت
اللہی بحرمت سبط رسول اللہ ﷺ حضرت امام حسینؑ	۳۲ سعیان ۱۴۰۹ھ	۱۰ محرم ۱۴۰۹ھ	مقام کربلا
اللہی بحرمت حضرت امام زین العابدینؑ	۵ شعبان ۱۴۰۹ھ	۱۸ محرم ۱۴۰۹ھ	جنت لپیج، قبة الہل بیت
اللہی بحرمت حضرت امام محمد باقرؑ	۳ صفر ۱۴۱۰ھ	۱۱ صفر ۱۴۱۰ھ	جنت لپیج، قبة الہل بیت
اللہی بحرمت حضرت امام جعفر صادقؑ	۸ رمضان ۱۴۱۰ھ	۱۵ ارجب ۱۴۱۰ھ	جنت لپیج، قبة الہل بیت
اللہی بحرمت حضرت امام موسیٰ کاظمؑ	۷ صفر ۱۴۱۰ھ	۲۵ رجب ۱۴۱۰ھ	بغداد شریف
اللہی بحرمت حضرت امام موسیٰ علی رضاؑ	۷ شوال ۱۴۱۵ھ	۲۰ صفر ۱۴۱۵ھ	شہر طوس
اللہی بحرمت حضرت خواجہ معروف کرخیؑ	۱۵ محرم ۱۴۲۰ھ	۲۰ محرم ۱۴۲۰ھ	بغداد شریف
اللہی بحرمت حضرت خواجه سری سقطیؑ		۳ رمضان ۱۴۲۵ھ	بغداد شریف
اللہی بحرمت حضرت سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؑ		۷ رجب ۱۴۲۷ھ	بغداد شریف
اللہی بحرمت حضرت شیخ ابو بکر محمد بن دلف شیخ	۲۲۳۲ھ	۲۷ ذی الحجه ۱۴۲۷ھ	بغداد شریف
اللہی بحرمت حضرت شیخ عبدالعزیز بن الحارث تیمیؑ		۱۱ ذی الحجه ۱۴۲۷ھ	ملک یمن زدگو ہستان
اللہی بحرمت حضرت شیخ عبدالواحد بن عبدالعزیز تیمیؑ		۳۲۵۰ھ	بغداد شریف
اللہی بحرمت حضرت شیخ ابو الفرج محمد طرطویؑ		۲۷	طرطوس
اللہی بحرمت حضرت شیخ ابو الحسن مکاریؑ	۳۰۹	۲۸۶	بغداد شریف
اللہی بحرمت حضرت شیخ ابو سعید حمزیؑ		۱۰ محرم	
اللہی بحرمت حضرت قطب ربانی محبوب سبحانی امام الطریقہ حضرت سید عبدالقدیر جیلانیؑ	۱۴۰۰ھ	۱۷ اریچ الثانی ۱۴۰۰ھ	بغداد شریف
اللہی بحرمت حضرت سید عبدالرازقؑ	۵۲۸	رمضان ۱۴۰۳ھ	بغداد شریف
اللہی بحرمت حضرت سید شرف الدین قنالیؑ	۲۳۱	۱۷ شعبان ۱۴۰۴ھ	بغداد شریف
اللہی بحرمت حضرت سید عبدالوهابؑ	۲۵۷	۱۸ اشعبان ۱۴۰۴ھ	بنیع ملک عرب
اللہی بحرمت حضرت سید بہاؤ الدینؑ	۲۰۱	۱۶ شوال ۱۴۰۵ھ	طوس یا قلعہ بکمی
اللہی بحرمت حضرت سید عقیلؑ	۲۹۹	۱۶ اریضان ۱۴۰۵ھ	کوقد نزد سرحد بخارا
اللہی بحرمت حضرت شیخ الدین حسرویؑ	۲۹۸	۱۵ اریضان ۱۴۰۵ھ	صرحای سمرقند
اللہی بحرمت حضرت سید گدار حمان اولؑ	۲۹۲	۱۳ اریضان ۱۴۰۵ھ	کشمیر نزد مسجد بلند سرخ

طہران	۹۹۸ صفر	۱۲ جمادی الآخرین ۸۲۲ھ	اللہ بحرمت حضرت سید شمس الدین عارف
خیبر	۹۸۷ ربیع الثانی ۹۳۹ھ	۲ رمضان ۹۳۹ھ	اللہ بحرمت حضرت سید گدار حسان عائی
حیدر آباد سندھ	۹۹۹ھ ۱۴ محرم ۸۵۷ھ	۱۲ محرم ۸۵۷ھ	اللہ بحرمت حضرت شاہ فضیل
کھنڈیل از ملتان	۹۸۱ھ ۱ جمادی الآخرین ۸۸۹ھ	۳ ربیع بیان ۸۸۹ھ	اللہ بحرمت حضرت شاہ کمال کھنڈیل
متصل سرہند بخوب	۱۰۲۳ھ ۲۸ صفر	۱۷ محرم	اللہ بحرمت حضرت امام ربانی بجز دلف شاہی امام الطریقہ حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی
روضہ بحد و صاحب	۱۰۰۵ھ ۱۷ جمادی الآخرین ۷۰۷ھ	شعبان ۱۰۰۵ھ	اللہ بحرمت خازن الرحمۃ حضرت شیخ محمد سعید سرہندی
روضہ بحد و صاحب	۱۰۵۰ھ ۷ ذی الحجه ۱۱۲۷ھ	۱۰۵۰ھ	اللہ بحرمت حضرت شیخ عبدالحدی سرہندی
پیروان ولی نزد بزری منڈی	۱۰۰۰ھ ۱۸ رمضان ۱۱۰۰ھ		اللہ بحرمت شیخ الشیوخ حضرت شیخ محمد عابد سنانی
شہر دہلی خانقاہ حضرت شاہ غلام علی صاحب	۱۱۹۵ھ ۱۰ محرم ۱۱۱۱ھ	۱۱۱۱ھ ارمضان	اللہ بحرمت شش الدین حسیب اللہ حضرت مرا جان جانان مظہر شہید علوی دہلوی
خانقاہ خود بدھلی	۱۲۲۰ھ ۲۲ صفر	۱۱۵۸ھ	اللہ بحرمت خلیفہ خدا، مرion شریعت، مصطفیٰ قطب ارشاد، غوث و ابدال و اوتاد حضرت شاہ غلام علی علوی دہلوی
خانقاہ خود بدھلی	۱۲۵۰ھ کیم شوال	۱۱۹۶ھ ۲ ذی القعده	اللہ بحرمت قیوم زماں قطب جہاں غوث آوان محبوب رب حید حضرت شاہ ابوسعید پجردی دہلوی
جنت البقیع مدینہ منورہ متصل قبہ حضرت عثمان	۱۲۷۷ھ ۲ ربیع الاول	۱۲۷۷ھ کیم ربیع الثانی	اللہ بحرمت غوث آوان قطب دوران حضرت شاہ احمد سعید صاحب مجددی دہلوی ثم المدقی
ریاست رام پور محلہ چاہ شور	۱۱۳۳ھ ۱۵ جمادی الآخرین	۱۲۲۸ھ	اللہ بحرمت محبوب حجن قطب الحکیمین والدقیقین زبدۃ العارفین حضرت مولا نامولوی ارشاد حسین صاحب مجددی
ریاست رام پور خانقاہ خود	۱۱۳۳ھ ۱۰ ذوالحجہ	۱۲۵۹ھ	اللہ بحرمت محبوب رب المشرقین والغاربین قطب الحکیمین حافظ محمد علیت اللہ خان رام پوری
پیالہ خانقاہ میں زئی ضلع ذیرہ اسماعیل خان	۱۳۵۲ھ ۲۵ جمادی الآخرین	۱۲۸۲ھ ۱ ربیع الاول	اللہ بحرمت جیہد الاصلین عارف باللہ خواجہ حضرت سید عبدالحیم شاہ
پیالہ خانقاہ میں زئی ضلع ذیرہ اسماعیل خان	۱۹۶۸ء		اللہ بحرمت حضرت سید عبدالعزیز شاہ صاحب
پیالہ خانقاہ میں زئی ضلع ذیرہ اسماعیل خان	۱۳۰ء ۱۳۰ اکتوبر ۱۹۲۳ء	۱۲۳ اکتوبر ۱۹۲۳ء	اللہ بحرمت حضرت صاحبزادہ سید محمود شاہ صاحب

شجرہ قدسیہ حضرات مشائخ چشتیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم

اسمے مبارک	تاریخ ولادت	تاریخ وفات	جائے مزار مبارک
اللہی بحرمت شیخ المذمین رحمۃ للعلیمین محمد رسول اللہ ﷺ	عام اغیل بعد عیسیٰ پیشہ صد سال	۱۲ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ	مدینہ منورہ گورہ صدیقہ
اللہی بحرمت خلیفہ رسول اللہ ﷺ حضرت علی کرم اللہ وجہہ	۱۳ ربیع بعد واقعہ عام میں ۱۴۰۰ھ	۲۱ رمضان ۱۴۰۰ھ	نجف اشرف
اللہی بحرمت خیرۃ بعین حضرت خواجہ حسن بصری	۵ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ	۲۱ ربیع	شہر بصرہ
اللہی بحرمت حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید	۷ صفر ۱۴۰۰ھ	۲۷ صفر ۱۴۰۰ھ	شہر بصرہ
اللہی بحرمت حضرت خواجہ فضیل بن عیاض	۳ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ	۱۸ ربیع	مکہ معظمه، مقبرہ محلی
اللہی بحرمت حضرت سلطان ابراہیم بن ادوم	عمر شریف ۱۰۲ سال	۲۸ جمادی الاول ۱۴۰۰ھ	قلعہ سوپنیں ساحل بحروم
اللہی بحرمت حضرت خواجہ خذیلہ عزیزی	۱۳ شوال ۱۴۰۰ھ	۲۶ شوال ۱۴۰۰ھ	
اللہی بحرمت حضرت خواجہ امین الدین ہمیرہ بصری	عمر شریف ۱۰۸ یا ۱۱۰ سال	۷ شوال ۱۴۰۰ھ	بصرہ
اللہی بحرمت حضرت خواجہ ابو ابراهیم اسحاق علوی دینوری		۱۳ محرم ۱۴۹۹ھ	
اللہی بحرمت حضرت ابو اسحاق شاہی		۱۳ محرم ۱۴۹۹ھ	علہ، ملک شام
اللہی بحرمت حضرت خواجہ ابو احمد ابدال جشی	۳ جمادی الآخر ۱۴۰۰ھ	۱۳ ربیع الثاني ۱۴۰۰ھ	قصبہ چشت
اللہی بحرمت حضرت خواجہ ابو محمد جشی	۳۲۱ ھ	۱۳ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ	قصبہ چشت
اللہی بحرمت حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف جشی		۳۵۹ ھ	قصبہ چشت
اللہی بحرمت حضرت خواجہ قطب الدین مودود جشی	۵۳۰ ھ	۳۵۵ ھ	قصبہ چشت
اللہی بحرمت حضرت خواجہ شریف الدین زرنی	عمر شریف ۱۰۰ سال	۶ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ	قتوح
اللہی بحرمت حضرت خواجہ عثمان ہاروئی	عمر شریف ۹۱ سال	۱۲ شوال ۱۴۰۰ھ	مکہ معظمه دروازہ مکان شریف محمد بن عون
اللہی بحرمت قطب ہندوستان امام الطریقہ حضرت خواجہ معین الدین حسن سخنی جشی	۷۵۳ ھ	۲۳۳ ھ	اجیر شریف
اللہی بحرمت حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوٹی	عمر شریف ۵۲ سال	۱۳ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ	قصبہ مہروی عرف قطب صاحب
اللہی بحرمت حضرت خواجہ فرید الدین شکر گنچ		۵ محرم ۱۴۰۰ھ	پاکپتن شریف
اللہی بحرمت حضرت خواجہ محمد علی صابر		۱۳ ربیع الاول	قصبہ کلہر شریف
اللہی بحرمت حضرت خواجہ پانی پتی		۱۹ شعبان ۱۴۰۰ھ	قصبہ پانی پتی
اللہی بحرمت حضرت شیخ جلال الدین پانی پتی		۱۳ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ	قصبہ پانی پتی
اللہی بحرمت حضرت شیخ عبدالحق روڈولی		۷ ربیع	قصبہ روڈولی
اللہی بحرمت حضرت شیخ احمد عارف	عمر شریف ۹۳ سال	۷ اصفر ۱۴۰۰ھ	قصبہ روڈولی
اللہی بحرمت حضرت شیخ محمد بن عارف		۱۴۰۰ھ	کھنڈو

الہی بحرمت حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی			قصہ گنگوہ	۲۳ جمادی الآخر ۹۲۵ھ
الہی بحرمت حضرت شیخ رکن الدین گنگوہی			قصہ گنگوہ	۲۷ شوال ۹۸۳ھ
الہی بحرمت حضرت خودم عبدالاحمد سرہندی			بیرون سرہند	۷ ارجیل ۹۰۰ھ
الہی بحرمت امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی فاروقی			متصل سرہند پنجاب	۲۸ صفر ۱۰۳۲ھ
الہی بحرمت خازن الرحمۃ حضرت شیخ محمد سعید سرہندی			روضہ	۲۷ جمادی الآخر ۹۰۰ھ
الہی بحرمت حضرت شیخ عبدالاحمد سرہندی			روضہ	۲۷ ذی الحجه ۱۱۲۷ھ
الہی بحرمت شیخ الشیوخ حضرت شیخ محمد عابد سنائی			بیرون دہلی نزد سبزی منڈی	۱۸ ارمضان ۱۲۰۰ھ
الہی بحرمت شمس الدین حسیب اللہ حضرت مرا جان جانان			شہر دہلی خانقاہ حضرت شاہ غلام علی صاحب	۱۰ اخر ۱۱۹۵ھ
مظہر شہید علوی دہلوی			خانقاہ خود بدھی	۱۲ صفر ۱۲۰۰ھ
الہی بحرمت خلیفہ خدا، مردوں شریعت، مصطفیٰ قطب ارشاد، غوث وابدال و اوتاد حضرت شاہ غلام علی علوی دہلوی			خانقاہ خود بدھی	۱۲۵۵ھ
الہی بحرمت قیوم زماں قطب جہاں غوث آوان محوب رب حید			جنت ابیقی مدینہ منورہ متصل قبہ حضرت عثمان	۱۲۰۰ھ
حضرت شاہ ابوسعید مجددی دہلوی			ریاست رام پور محلہ چاہ شور	۱۵ جمادی الآخر ۱۳۳۴ھ
الہی بحرمت غوث آوان قطب دوراں حضرت شاہ احمد سعید صاحب مجددی دہلوی ثم المدقی			ریاست رام پور خانقاہ خود	۱۰ ذی الحجه ۱۳۲۵ھ
الہی بحرمت حضرت مولانا مولوی ارشاد حسین صاحب مجددی			پنیالہ خانقاہ لیلين زئی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان	۲۵ جمادی الآخر ۱۳۵۳ھ
عحیت اللہ اپوری			پنیالہ خانقاہ لیلين زئی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان	۱۲۸۶ھ
الہی بحرمت حضرت شیخ عبدالعزیز شاہ صاحب			پنیالہ خانقاہ لیلين زئی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان	۱۹۶۸ء
الہی بحرمت حضرت خواجہ صاحبزادہ سید محمود شاہ صاحب			پنیالہ خانقاہ لیلين زئی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان	۱۲۳۰ء

شجرہ زکیہ حضرات سہروردیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارِ حرم

اسماے مبارک	تاریخ ولادت	تاریخ نوافت	جائے مزار مبارک
اللّٰہ بحرمت شیخ المذمین رحمت للعلیین محمد رسول اللہ ﷺ	عام اولیٰ بعد عیسیٰ پیش شد سال	۱۲ اریچ الارول ۱۴۰۰ھ	مدینہ منورہ جمیرہ صدیقۃؓ
اللّٰہ بحرمت خلیفہ رسول اللہ ﷺ حضرت علی کرم اللہ وجہہ	۳ ارجب بعد واقعہ عام فیل بی سال	۱۲ رمضان ۱۴۰۰ھ	نجف اشرف
اللّٰہ بحرمت خیرۃ بیعت حضرت خواجہ حسن بصریؒ	۵ ربیعہ	۱۲ ربیعہ	شهر بصرہ
اللّٰہ بحرمت حضرت حبیب عجیؒ	۳ ربیع الثانی ۱۴۵۶ھ	۱۲ ربیع الثانی ۱۴۵۶ھ	شهر بصرہ
اللّٰہ بحرمت حضرت داؤد طائیؒ	۲۸ ربیع الارول ۱۴۲۵ھ		بغداد شریف
اللّٰہ بحرمت حضرت خواجه معروف کرخیؒ	۱۰ محرم ۱۴۰۵ھ	۱۰ محرم ۱۴۰۵ھ	بغداد شریف
اللّٰہ بحرمت حضرت خواجہ سرقشؒ	۳ رمضان ۱۴۵۳ھ	۱۰ محرم ۱۴۵۳ھ	بغداد شریف
اللّٰہ بحرمت حضرت سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ	۲۷ ربیعہ ۱۴۹۷ھ		بغداد شریف
اللّٰہ بحرمت حضرت مشاد دینوریؒ	۱۳ ذی القعڈہ ۱۴۹۹ھ		
اللّٰہ بحرمت حضرت شیخ احمد دینوریؒ	۱۰ ذی الحجه ۱۴۲۰ھ	۱۰ ذی الحجه ۱۴۲۰ھ	سرقد
اللّٰہ بحرمت حضرت شیخ محمد عمومیؒ	۱۰ ربیعہ ۱۴۲۳ھ		
اللّٰہ بحرمت حضرت شیخ قاضی وجیہ الدین عزیزؒ	۵ محرم ۱۴۵۶ھ		بغداد شریف
اللّٰہ بحرمت حضرت شیخ ضیاء الدین ابو الحبیب عبدالقاہر سہروردیؒ	۱۲ جمادی الآخر ۱۴۳۵ھ		بغداد شریف
اللّٰہ بحرمت حضرت الشیوخ امام الطریقہ حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ	۱۰ ذی القعڈہ ۱۴۳۲ھ	۱۰ ربیعہ ۱۴۳۹ھ	بغداد شریف
اللّٰہ بحرمت حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ	۷ صفر ۱۴۱۲ھ	۵ محرم ۱۴۱۲ھ	ملتان
اللّٰہ بحرمت حضرت صدر الدین عارفؒ	۱۰ ذی الحجه ۱۴۲۳ھ		ملتان
اللّٰہ بحرمت حضرت شیخ رکن الدین ابوالثقلؒ	۱۰ ربیعہ ۱۴۲۹ھ	۱۰ اریچ ۱۴۲۹ھ	ملتان
اللّٰہ بحرمت حضرت مخدوم جہانیان جہان گشت حضرت سید جلال الدین اوچہ تانج ملتان	۱۰ اذی الحجه ۱۴۸۵ھ	۱۰ اشعبان ۱۴۸۵ھ	اوچہ تانج ملتان
اللّٰہ بحرمت حضرت سید احمد بن بیداریؒ	۱۰ رمضان ۱۴۲۳ھ		بیداری
اللّٰہ بحرمت حضرت شیخ بہن بیداریؒ	۱۳ شوال ۱۴۸۰ھ		بیداری
اللّٰہ بحرمت حضرت شیخ دویش محمد بن قاسم اودیؒ	۱۰ محرم ۱۴۹۹ھ		فیض آباد
اللّٰہ بحرمت حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ	۱۰ جمادی الآخر ۱۴۲۵ھ		قصبہ گنگوہ
اللّٰہ بحرمت حضرت شیخ رکن الدین گنگوہیؒ	۱۰ شوال ۱۴۸۲ھ		قصبہ گنگوہ
اللّٰہ بحرمت حضرت مخدوم عبد الاحد سہندیؒ	۱۰ ربیعہ ۱۴۰۰ھ	۱۰ ربیعہ ۱۴۰۰ھ	پیروں سرہند
اللّٰہ بحرمت امام الطریقہ مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سہندی قاروقیؒ	۱۰ محرم ۱۴۳۲ھ	۱۰ محرم ۱۴۳۲ھ	متصل سرہند بخارا
اللّٰہ بحرمت خازن الرحمۃ حضرت شیخ محمد سعید سہندیؒ	۷ جمادی الآخر ۱۴۰۵ھ	۷ شعبان ۱۴۰۵ھ	روضہ

روضہ	۷۲۷ھ	۱۰۵۰ھ	اللہ بحرمت حضرت شیخ عبدالاحمد جو دی سر ہندی
بیرونی دہلی نزد بہری منڈی	۱۸رمضان ۱۶۰۰ھ		اللہ بحرمت شیخ اشیوخ حضرت شیخ محمد عبدالستمی
شہر دہلی خانقاہ حضرت شاہ غلام علی صاحبؒ	۱۰محرم ۱۹۵۴ھ	۱۰رمضان ۱۳۳۳ھ	اللہ بحرمت شیخ الدین حسیب اللہ حضرت مرزا جان جانان مظہر شمیر علوی دہلوی
خانقاہ خود بدھلی	۱۲۳۰صفر ۲۲	۱۱۵۸ھ	اللہ بحرمت خلیفہ خدا، مرون شریعت، مصطفیٰ قلب ارشاد، غوث و بدل و اوتاد حضرت شاہ غلام علی علوی دہلوی
خانقاہ خود بدھلی	کیکشوال ۱۹۲۵ھ	۱۹۷۲ذی القعده	اللہ بحرمت قیوم زمان قطب جہاں غوث آوان محبوب رب حیدر حضرت شاہ ابوسعید مجبدی دہلوی
جنت ابیقیع مدینہ منورہ متصل حضرت عثمانؓ	۱۲رمضان ۱۴۲۷ھ	کیم ریچ اٹھنی ۱۳۱۲	اللہ بحرمت غوث آوان قطب دوران حضرت شاہ ابوسعید صاحب مجبدی دہلوی ثم المدنی
ریاست رام پور محکمہ چاہ شور	۱۵جمادی الآخر ۱۳۱۳ھ	۱۲۳۸ھ	اللہ بحرمت محبوب رحمٰن قطب الحکیمین والدقیقین زبدۃ العارفین حضرت مولانا مولوی ارشاد حسین صاحب بحمد و بحیثی
ریاست رام پور خانقاہ خود	۱۰اذوالحجہ ۱۳۲۵ھ	۱۲۵۹ھ	اللہ بحرمت محبوب رب امشر قلنام المغر بین قطب الحکیمین حافظ محمد عنایت اللہ درا مپوری
پنیال خانقاہ پیشین زئی ضلع ذریہ اساعیل خان	۲۵جمادی الآخر ۱۳۵۲ھ	۱۲۸۶رمضان	اللہ بحرمت جیتاواصلین عارف باللہ خواجہ حضرت سید عبدالحیم شاہ
پنیال خانقاہ پیشین زئی ضلع ذریہ اساعیل خان	۱۹۶۸ء		اللہ بحرمت حضرت یید عبدالعزیز شاہ صاحبؒ
پنیال خانقاہ پیشین زئی ضلع ذریہ اساعیل خان	۱۳۰۰کتوبر ۱۹۲۳ء	۱۲۳۳ء	اللہ بحرمت حضرت خواجہ صاحب زادہ سید محمود شاہ صاحبؒ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَثُلُّ كَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ
مِنْظُومٌ شَجَرَه عَالِيهَ

نقشبندیہ مجده دیہ دامت برکاتہم العالیہ

امحمد خوارشah علیہ اللہ کے واسطے	فضل کریارب حبیب علیہ اللہ کے واسطے
اپنی الفت کر عطا ان باوفا کے واسطے	حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور قاسم کے طفیل
جعفر صادق علیہ السلام آں عبا کے واسطے	دولت صدق عمل سے مجھ کو مالا مال کر
ہم طفیل بواحسن شہ باوفا کے واسطے	کیف باطن کر بنام خواجہ بسطامی عطا
معرفت دے خواجہ عارف رہنماء کے واسطے	بوعلی و خواجہ یوسف علیہ السلام کے طفیل
بایساںی کلال حق نما کے واسطے	حضرت محمود علیہ رحمۃ اللہ علیہ پر کر فدا
شہ بہاؤ الدین شہ بے بہا کے واسطے	دین و دنیا میں مجھے تو سرفرازی کر عطا
شہ عبید اللہ شاہ اغنسیاء کے واسطے	کر علا و الدین اور یعقوب چڑھی میں فنا
شہ محمد خواجہ ملنگی پارسا کے واسطے	زہد اور تقویٰ مجھے مولانا زاہد سالمے
شہ محمد باقی باللہ رہنماء کے واسطے	ذات واحد میں فنا کر کے بقا کا لطف دے
حضرت احمد مجبد بخاری کے واسطے	استقامت دے شریعت اور طریقت پر مجھے
خواجہ معصوم قیوم و مخا کے واسطے	خانہ تاریک کو پر نور جلوؤں سے توکر
شاہ مظہر جانجناہ پر ضیاء کے واسطے	شیخ سیف الدین شہ نور محمد سابنا
شاہ ارشاد حسین باصفا کے واسطے	شہ غلام مرتضی اور بوسید احمد سعید
سید حافظ عبدالحیم القیا کے واسطے	خواجہ حافظ عنایت اللہ خان میرے معین
شہ ہدایت پیر و مرشد بے ریا کے واسطے	دور ہو رنج دلی دنیا سے جائے بے کلی
جملہ حضرات مجد والیاء کے واسطے	حاجی فقیر احمد گل مرشد کو ہمیشہ یاد رکھ
شیخ برحق پیر و مرشد رہنماء کے واسطے	یہ محتاج جان و دل ہو جائیں سب تجھ پر شمار
عنقر کردے سارے عصیاں انبیاء کے واسطے	مکشفِ حقیقی کر حبیب زار پر

اشاریہ

مقابر و مزارات مشائخ کرام

نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ مشائخ کرام کے مزارات کو نئے شہروں میں ہیں؟ ان شہروں اور مقامات کا ایک مختصر اشاریہ مرتب کر دیا گیا ہے۔

اکبر آباد (آگرہ، ہندوستان)

ہندوستان کے صوبہ یو۔ پی کے مشہور شہر ”اکبر آباد“ (آگرہ) میں سلسلہ مشائخ میں سے دو بزرگ مدفون ہیں۔

۱۔ ایک تو سلسلہ چشتیہ، قادریہ قدوسیہ کے بزرگ حضرت سید شاہ محمدی اکبر آبادی ہیں، آپ چودہ شوال ۱۰۲۱ھ کو ہر گام ضلع سیتاپور میں پیدا ہوئے اور الہ آباد میں حضرت خواجہ محب اللہ اللہ آبادی سے تربیت اور خلافت حاصل کی اور امروہ میں آپ نے خانقاہ بنائی اور یہ علاقہ آپ کے فیض سے مستفید ہوا۔ آپ کا انتقال تین رجب ۷۱۰ھ (فروری ۱۶۹۶ء) کو ”اورنگ آباد“ میں ہوا، انتقال کے بعد آپ کا تابوت ”اکبر آباد“ لایا گیا اور ” محلہ مولیٰ کٹڑہ“ میں آپ کا مزار مبارک ہے۔

”قطب زمان، رفت سوئے لامکاں“

۲۔ آپ کی تاریخ وفات ہے۔ (۹۷)

(۲) آگرہ میں دوسرے بزرگ نقشبندیہ سلسلہ کے حضرت سید حافظ عبد اللہ اکبر آبادی ہیں، آپ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے والد محترم شاہ عبد الرحیم دہلویؒ کے پیر و مرشد اور حضرت سید آدم بنوریؒ کے خلیفہ اجل ہیں۔ چنانچہ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ آپ کے متعلق انساق العارفین میں تحریر فرماتے ہیں:

”والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ جن دنوں اور نگز زیب عالمگیر اکبر آباد میں تھے، میں میرزا ہدھروی محتسب لشکر سے کچھ اس باقی پڑھتا تھا، اسی تقریب کے بہانے میں اپنے والد کے ہمراہ ”اکبر آباد“ آگیا۔ سید عبد اللہ بھی سید عبد الرحمن کی رفاقت کے سبب وہاں موجود تھے، وہاں انہیں عارضہ لاحق ہو گیا اور رحمت حق سے واصل ہوئے، انہوں نے وصیت کی تھی، کہ ”مجھے مسکینوں کے قبرستان میں دفن کرنا، تاکہ کوئی پہچان نہ سکے“، چنانچہ لوگوں نے انہیں عام قبرستان میں ہی دفن کیا“ (۹۸)

(۳) اکبر آباد میں ہی حضرت الامام شاہ عبدالرحیم دھلوی کے مرشد گرامی حضرت شیخ عظمت اللہ اکبر آبادی المتوفی ۱۰۸۳ھ اور ان کے والد گرامی اور دادا محترم شیخ بدر الدین اکبر آبادی المتوفی ۹۳۳ھ کے مزارات مبارکہ بھی ہیں۔

امکنہ (بخارا)

وسطیٰ ایشیائی ریاستوں میں سے ”ازبکستان“ میں قدیم علاقہ ”ماوراءالنهر“، کامشہور شہر ”بخارا“ ہے، امکنہ (ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے) بخارا کے قریب واقع دیہات میں سے ایک بستی کا نام ہے، ہندوستان میں نقشبندیہ سلسلہ کے بانی حضرت الامام خواجہ محمد باقی عرف خواجہ ”باقی باللہ“ قدس سرہ کے پیرو مرشد حضرت مولانا خواجہ ملکنگی اس بستی میں رہا کرتے تھے، آپ کو اپنے والد محترم خواجہ درویش محمد قدس سرہ سے خلافت حاصل تھی، نقشبندی سلسلہ کے امام حضرت خواجہ عبدالخالق نجد وابی قدس سرہ سے لے کر حضرت مولانا خواجہ قدس سرہ تک نقشبندی سلسلہ کے مشائخ علاقہ ماوراءالنهر میں رہے ہیں، حضرت مولانا کا نام ”خواجہ“ ہے۔ ”امکنہ“ میں آپ کی خانقاہ کا فیض دور دور تک پھیلا ہے، نوے سال کی عمر میں آپ نے ۱۰۰۸ھ (۱۶۰۰ء) میں وفات پائی، آپ کا مزار مبارک قریب ”امکنہ“ (بخارا) میں ہے (۹۹)

اسقرار (سین) ازبکستان

ازبکستان کے علاقہ ماوراءالنهر کا ایک شہر ”سین“ ہے، جسے کسی زمانے میں ”کیش“، بھی کہا جاتا تھا، اس شہر کا ایک موضع ”اسقرار“ ہے۔ اس جگہ حضرت مولانا درویش محمد الامکنگی قدس سرہ (خلیفہ اور بھانجے حضرت مولانا محمد زاہد خوشی قدس سرہ) نے انتقال فرمایا، ۱۹ محرم الحرام ۹۷۰ھ (جو لاتی ۱۵۳۳ء) آپ کی تاریخ وفات ہے اور ”اسقرار“ میں ہی آپ فن ہوئے۔ (۱۰۰)

بغداد (عراق)

عراق کامشہور شہر اور اس کا دارالخلافہ ہے، بن عباس کے دور حکومت میں اسے شہرت ملی، خلیفہ منصور عباسی نے اسے گول دائرے کی صورت میں بنایا اور اس کا نام ”مدينة الاسلام“ رکھا تھا، اس قدیم اور تاریخی شہر میں

بڑے اولیاء اللہ اور بزرگان دین مدفون ہیں۔ کیونکہ ایک طویل عرصہ تک یہ شہر شریعت، طریقت اور سیاست کا مرکز علم و عرفان و حکمت رہا ہے۔ (۱۰۱)

ہمارے تقریباً تمام سلاسل کے بزرگان دین کے اجل خلفاء کے مزارات اس شہر میں ہیں، چنانچہ: حضرت

خواجہ ابو سلیمان ادود بن نصر طائی قدس سرہ المتوفی ۱۶۵ھ

حضرت خواجہ معروف کرخی قدس سرہ المتوفی ۲۰۰ھ

حضرت خواجہ سری سقطی قدس سرہ، المتوفی ۲۵۰ھ

سید الطائفہ حضرت الامام خواجہ حبند بغدادی قدس سرہ المتوفی ۲۹۷ھ

حضرت خواجہ ابو بکر شبلی قدس سرہ المتوفی ۳۳۲ھ

حضرت شیخ عبدالواحد بن عبد العزیز تیمی قدس سرہ المتوفی ۳۲۵ھ

حضرت شیخ ابو الحسن علی هنکاری قدس سرہ المتوفی ۳۸۶ھ

حضرت شیخ ابو سعید مبارک بن علی محرمی قدس سرہ المتوفی ۵۱۳ھ

سید الاولیاء غوث الاعظم حضرت الامام سید مجی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ المتوفی ۵۶۱ھ

آپ کے صاحبزادے حضرت سید تاج الدین عبد الرزاق جیلانی قدس سرہ المتوفی ۵۹۵ھ

حضرت شیخ ضیاء الدین ابو الجیب عبدالقاهر سہروردی قدس سرہ المتوفی ۵۶۳ھ

آپ کے خلیفہ حضرت الشیخ شہاب الدین عمر بن محمد سہروردی قدس سرہ المتوفی ۶۳۲ھ

شیخ نور الدین عبد الرحمن الکشر فی الاسفار ای قدس سرہ المتوفی ۶۹۵ھ کے مزارات مبارکہ بغداد شہر میں مختلف

مقامات پر مرجع عام و خاص ہیں۔ (۱۰۲)

بخارا (از بکستان)

بخارا سلطی ایشیائی ریاستوں میں سے ”از بکستان“ کا مشہور شہر ہے، قدیم زمانہ میں یہ علاقہ ”ماوراء النهر“

میں تھا، دریائے ہنجدیوں (آمو) کے مشرقی کنارے کا علاقہ ”ماوراء النهر“ کہلاتا ہے۔ اور مغربی علاقہ کو

خراسان کہا جاتا تھا، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بانی حضرت خواجہ بھاء الدین نقشبند قدس سرہ کی خانقاہ

”قصر عارفان“ قدیم شہر بخارا سے ایک فرسنگ کے فاصلہ پر تھی، آج کل یہ مقام شہر بخارا میں داخل ہے، حضرت خواجہ نقشبندؒ کے قیام سے پہلے اس مقام کو کوٹ ہندوان کہا جاتا تھا پھر قصر عارفان مشہور ہو گیا۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کا وصال ۳ ربیع الاول ۸۹۱ھ (۱۳۸۹ء) بروز سوموار کو ”قصر عارفان“ میں ہوا، آپ کا مزار مبارک بخارا شہر میں ہے۔ (۱۰۳)

بیشاوی (سوات) پاکستان

صوبہ سرحد کی قدیم ریاست سوات میں علاقہ بنیر میں میگورہ روڈ پر ”بری کوٹ“ کے قریب ایک موضع کا نام ”بیشاوی“ ہے، اس جگہ شیخ المشائخ حضرت خواجہ حافظ محمد صدیق بنیری قدس سرہ نے اپنی خانقاہ قائم فرمائی ریاست سوات کے دور دراز پہاڑی علاقہ میں واقع اس خانقاہ سے لاکھوں لوگوں نے اپنے دل کا علاج پایا، آپ اپنے وقت میں سلاسل عالیہ قادریہ، نقشبندیہ، چشتیہ، سہروردیہ، کبرویہ کے قطب الارشاد تھے، آپ کا انتقال ۷ شعبان بروز جمعرات ۹۷۱ھ (۱۰۸۵ء) میں (ایک سو آٹھ سال) کی عمر میں ہوا، آپ کا مزار مبارک حضرت سید علی غواس ترمذی المعروف ”پیر بابا“ کے مزار مبارک سے آگے میل دو میل کے فاصلہ پر بیشاوی میں واقع ہے۔ اس کو بشوانہ بچاؤ نی اور بچاؤ نٹری بھی کہا جاتا ہے میگورہ روڈ پر بری کوٹ سے وہاں بیسیں جاتی ہیں۔ (۱۰۴)

پشاور (پاکستان)

پاکستان کے شمال مغربی سرحدی صوبہ کا دارالخلافہ پشاور ہے، اس شہر میں ہمارے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے شیخ اکمل حضرت شاہ حبیب محمد امین بن سعد اللہ پشاوری قدس سرہ کی مشہور خانقاہ تھی، آپ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کے خلیفہ اجل حضرت شیخ سید آدم بنوری قدس سرہ کے اجل خلفاء میں سے ہیں۔

حضرت شاہ حبیب پشاوری قدس سرہ نے ۱۰۵۳ھ سے ۱۰۹۳ھ تک تقریباً چالیس سال تک پشاور میں بے شمار لوگوں کو فیض یاب فرمایا، آپ نے ۱۳ صفر المظفر ۱۰۹۳ھ (۱۶۸۲ء) سوموار کی رات کو وصال فرمایا۔ آپ کا مزار مبارک پشاور شہر کے قبرستان میں ہے، سرد چاہ دروازہ پرانی کا کشال سے مزار تک سیدھا راستہ جاتا ہے، اس کے ساتھ ہی بہت بڑی مسجد ہے اور آپ کے حیات مبارکہ میں اس کے ساتھ ہی آپ کی

خانقاہ بھی تھی، جس کے کھنڈرات اور صدر دروازہ پرانی یادتازہ کرتے ہیں۔ پشاور میں دوسرے بزرگ حضرت شاہ حبیب قدس سرہ کے خلیفہ اور جانشین حضرت سید شاہ باز محمد ند قدم قدس سرہ ہیں۔ آپ نے اپنے شیخ کے بعد آپ کی خانقاہ کو آبادر کھا، آپ کا وصال ۱۳۶۱ھ (۱۷۳۳ء) میں ہوا۔

آپ کا مزار حضرت اقدس شاہ حبیب قدس سرہ کے قدموں میں مشرق کی جانب ہے، یعنی ”سرد چاہ دروازہ“ سے باہر روز بیانگ کے مغربی گوشہ میں حضرت سید حسن گیلانی کے مزار مبارک سے آگے ہے۔ (۱۰۵)

تورڈھیر (مردان) پاکستان

پاکستان کے شمال مغربی سرحدی صوبہ کے ضلع مردان کی تحصیل صوابی کا ایک موضع ”تورڈھیر“ ہے، یہاں حضرت اخوند شیخ عبدالغفور سواتی قدس سرہ کے پیرو مرشد شیخ المشائخ حضرت مولانا اخوند خواجہ محمد شعیب تورڈھیری قدس سرہ کا قیام رہا، آپ مجاهد فی سبیل اللہ اور شریعت، طریقت اور سیاست کے امام تھے، آپ کے دادا حضرت مولانا اخون محمد رفیق صاحب قندھاری احمد شاہ عبدالی کے ہمراہ افغانستان سے ہندوستان آئے تھے، پانی پت کے معمر کہ میں آپ اور آپ کے چھ صاحبزادے شریک تھے، پانی پت سے واپسی پر آپ ضلع مردان میں قیام پذیر ہو گئے، یہاں حضرت خواجہ محمد شعیب تورڈھیری قدس سرہ پیدا ہوئے، آپ کو حضرت حافظ محمد صاحب عمر زمی قدم سرہ (خلیفہ محمد صدقیق بشوڑی) سے خلافت اور اجازت حاصل ہوئی، اسی نسبت سے آپ نقشبندی مجددی بنوری بھی ہیں۔ آپ نے تقریباً ۲۳ سال تک لاکھوں تشنگان کو فیض یاب فرمایا، آپ جہاں شریعت اور طریقت کے شناور تھے، وہاں انگریز سامراج اور سکھوں کے خلاف جہاد میں بھی بھر پور حصہ لیتے رہے، آپ نے بنفس نہیں جہاد میں حصہ لیا، آخری معمر کہ جہاد ۱۲۳۸ھ (۱۸۲۳ء) میں نو شہر کے قریب ہوا، مجاهدین کے ہمراہ عبدالصمد خان اور پیرزادہ سید محمد اکبر شاہ ترمذی جو حضرت پیر بابا نیری احمد اللہ کی اولاد میں سے تھے، شریک تھے، اور خواجہ صاحب کے ہمراہ والی افغانستان دوست محمد خان کی فوج بھی تھی۔ جبکہ مقابلہ پر خود مہاراجہ رنجیت سنگھ اور انگریز جزل لارڈ اور جزل وینٹورات تھے، اس جنگ میں حضرت خواجہ قدس سرہ شدید زخمی ہو گئے، تین دن کے بعد ۲۶ ارجب ۱۲۳۸ھ بمقابلہ امارچ ۱۸۲۳ء کو آپ نے شہادت پائی، آپ کا مزار مبارک موضع تورڈھیر میں ہے۔ (۱۰۶)

جنتہ البقیع (مدینہ منورہ)

جنۃ البقیع، مدینہ منورہ کا مشہور قبرستان ہے، یہاں کئی تعداد میں صحابہ کرام، تابعین اور اکابرین امت کے مزارات ہیں، ہمارے ان شجرات میں سے حضرت امام جعفر صادق بن حضرت امام محمد باقر قدس سرہ المتوفی ۱۴۸ھ کا مزار مبارک جنۃ البقیع میں ہے، اس طرح حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے اجل خلیفہ حضرت سید آدم بن اسماعیل الحسینی البوری قدس سرہ المتوفی ۱۰۵۳ھ بھی اس جگہ مدفون ہیں، امیر المؤمنین سیدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبہ کے قریب آپ کا مزار مبارک ہے (۱۰۷) اسی طرح حضرت اشیخ ابو طاہر محمد بن ابراہیم الکروی اور ان کے خاندان کے مزارات مدینہ منورہ میں ہیں اور ان کے مشايخ میں شیخ القشاشی اور شیخ شناوی کے مزارات بھی مدینہ منورہ میں ہیں۔ (۱۰۸)

خرقان (ایران)

ایران میں استرآباد کے راستہ پر بسطام کے دیہات میں سے ایک گاؤں کا نام خرقان ہے۔ یہ گاؤں حضرت خواجہ ابو الحسن علی بن احمد خرقانی قدس سرہ کا مرکز فیض ہے، آپ بہت اونچے بزرگوں میں سے ہیں، سلطان محمود غزنوی نے بھی آپ سے ملاقات اور زیارت حاصل کی ہے، جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو وصیت فرمائی کہ میری قبرتیں گزگہری کھودنا، تاکہ سلطان بایزید بسطامی قدس سرہ کے قبر سے اونچی نہ رہے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، آپ کا وصال خرقان میں عاشورا کے دن ۲۲۵ھ (۱۰۲۳ء) میں ہوا، آپ کا مزار مبارک خرقان میں ہے۔ (۱۰۹)

خوارزم (ترکمانستان)

عرب جغرافیہ نویس ”بیحرہ آرال“، کو خوارزم کہا کرتے تھے، البتہ اس نام کا شہر روی ترکستان میں دریائے آمو کے نیچے کے حصہ میں واقع ہے، پرانے زمانہ میں اسے ”خیوہ“ بھی کہا جاتا تھا۔ خوارزم شاہی حکمرانوں نے اسے قائم کیا اور ۱۱۵۸ھ تک یہ شہر اس خاندان کی سلطنت کا دارالحکومت رہا (۱۱۰) اس شہر میں سلسلہ نقشبندیہ کے عظیم بزرگ حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتی قدس سرہ نے خاصہ طویل عرصہ قیام فرمایا اور آپ کا مرکز فیض رہا، آپ نے ۲۸ ذی قعده ۱۵۷ھ ہجری (۱۳۱۶ء) میں وفات پائی، آپ کا مزار مبارک

خوارزم میں مشہور و معروف اور زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ (۱۱۱) اسی طرح سلسلہ کبرویہ کے بانی حضرت نجم الحق والدین ابوالجناح احمد بن عمر الخوارزمی المعروف بالکبری قدس سرہ کافیض اس شہر سے ساری دنیا میں پھیلا، آپ اسی شہر میں ۶۱۹ھ (۱۲۲۲ء) میں تاتاریوں سے مردانہ وارثتے ہوئے شہید ہو گئے۔ آپ کا مزار مبارک بھی خوارزم میں بتایا جاتا ہے۔ (۱۱۲)

دہلی (ہندوستان)

دہلی جسے آج کل عربی اور انگریزی میں ”دھنی“، ”بھنی“ کہا جاتا ہے، اس عظیم خطہ کا قدیم ترین تاریخی شہر ہے، یہ ہندوستان کا دارالحکومت ہی نہیں، بلکہ اس خطے کی عظیم سیاسی، معاشی، تہذیبی اور سماجی روایات کا امین اور اس کا دل ہے، سلطان شہاب الدین محمد بن سالم غوری نے ۵۸۹ھ (۹۳۰، ۹۳۱ء) میں اسے فتح کیا اور پھر قطب الدین ایک نے اس کا نظم و نسق چلایا، پھر ۱۶۳۹ء میں شاہجهان نے اسے دوبارہ تعمیر کرایا اور اپنادار الخلافہ بنایا، انگریز حکمرانوں نے ۱۹۱۱ء میں اس دارالخلافہ بنایا اور ۱۹۳۰ء میں ”شاہجهان آباد“ کے قریب ہی ”دنی دہلی“، تعمیر کی۔

اس تاریخی شہر میں ہمارے بہت سے بزرگان دین کے مقابر اور مزارات ہیں۔ بزرگان دین کے علم و فکر اور سیاسی روایات کی وجہ سے اس شہر کو ہندوستان کا ”بغداد“، ”بھنی“ کہا جاتا ہے سب سے پہلے جس عظیم بزرگ نے دہلی کو انسان دوست نظریہ کی وسعت اور دین اسلام کے پھیلاوے کیلئے اپنا مرکز بنایا، وہ سلسلہ چشتیہ کے جلیل القدر بزرگ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی قدس سرہ کی ذات گرامی ہے۔ آپ شیخ المشائخ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کے خلیفہ اور جانشین ہیں۔ حضرت خواجہ اجمیری نے آپ کو دہلی میں قیام کا حکم فرمایا، دہلی کی مرکزیت قائم کرنے میں حضرت خواجہ قطب صاحب کی سعی و کاوش کا بڑا عمل دخل ہے، آپ کا وصال ۱۲۳۵ھ (۱۸۷۴ء) میں ہوا اور قصبه ”مہروی“ میں آپ کا مزار مر جع خلائق ہے

دوسرے بزرگ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہ ہیں، آپ نے حضرت قطب صاحب کے بعد دہلی شہر میں دین اسلام کے انسان دوست رویوں کے پھیلاوے کے لئے بڑا کام کیا ہے، آپ

کا وصال ۱۸ ربیع الثانی ۷۲۵ھ (۱۳۲۲ء) بروز بدھ طلوع آفتاب کے وقت ۸۹ برس کی عمر میں ہوا، بستی نظام الدین میں آپ کا مزار مبارک مر جمع خلائق ہے۔

تیسرے بزرگ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہ کے خلیفہ اور جانشین حضرت خواجہ نصیر الدین محمود روش چراغ دہلی قدس سرہ ہیں۔ آپ کا وصال شب جمعہ ۱۸ رمضان المبارک ۷۵۷ھ (۱۳۵۶ء عیسوی) میں ہوا، آپ کا مزار موضع کھڑکی میں مر جمع خلائق ہے۔

دہلی شہر میں چوتھے بزرگ ہندوستان میں سلسلہ نقشبندیہ کے بانی خواجہ خواجگان حضرت الامام خواجہ محمد باقی قدس سرہ المعروف ”باقی باللہ“ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک بھی ہے، آپ اپنے شیخ خواجہ مولانا خواجہ جنگی امکنگی قدس سرہ کے حکم پر ہندوستان تشریف لائے، ایک سال تک آپ لاہور میں قیام فرمائے، وہاں بہت سے علماء و فضلاء آپ کے گرد یاد ہو گئے، بعد ازاں دہلی تشریف لائے اور قلعہ فیروزی میں سکونت اختیار فرمائی، آپ کا وصال چالیس سال کی عمر میں ۲۵ جمادی الثانیہ بروز سوموار ۱۰۱۲ھ (۱۶۰۳ء عیسوی) میں ہوا، آپ کا مزار مبارک شہر کی آبادی میں صدر بازار میں شہر کے مغرب رخ واقع ہے۔

اسی طرح اسی سلسلہ کے امام الائمه جنتہ اللہ فی الارض حکیم الاسلام حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ کا خانوادہ عالی مقام بھی دہلی شہر میں مدفن ہے۔ اس خانوادہ کرام کے مزارات ”کوشک انور مہندیاں“ کے قریب ایک میدان میں ایک پختہ احاطہ میں ہیں۔ یہ جگہ ترکمان گیٹ اور دہلی دروازہ کے درمیان پرانے جیل خانہ (اب مولانا ابوالکلام آزاد میڈیل کالج) کے متصل ہے۔ اس پختہ احاطہ کے اندر ایک مسجد ہے، مسجد کے جنوب میں چوتھے پر پتھر کے بنے ہوئے جالی دار مسقف احاطہ میں مشرق سے مغرب کی طرف پہلی قبر حضرت الامام شاہ عبدالرحیم دہلوی قدس سرہ المتوفی ۱۱۳۱ھ (۱۷۱۹ء) دوسری قبر حضرت امام الائمه مجدد ملت حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی المتوفی ۶۷۱ھ (۱۲۲۲ء) اور پھر تیسرا قبر آپ کے صاحبزادہ گرامی حضرت الامام شاہ عبدالعزیز دہلوی المتوفی ۱۲۳۹ھ (۱۸۲۲ء) کی ہے۔ پھر ان کے دائیں بائیں اور جنوب میں خاندان کے دیگر افراد کے مزارات ہیں۔

دہلی میں ہی ہمارے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ آفاقیہ کے بزرگ حضرت شاہ محمد آفاق قدس سرہ کا مزار مبارک

بھی ہے۔ آپ کا وصال ۱۲۵۱ھ (۱۸۳۵ء) میں ہوا، آپ کا مزارِ منڈی کے قریب مغلپورہ میں گنیش فلور ملز کے متصل ایک چھوٹی سی مسجد کے عقب میں واقع ہے۔ (۱۱۳)

دوشنبہ (تا جکستان)

دوشنبہ، سطحی ایشیائی ریاستوں میں سے ”تا جکستان“ کا دارالحکومت ہے، قدیم زمانہ میں اس کو ”حصار“ بھی کہا جاتا تھا، شہر کے پرانے حصہ میں نقشبندی سلسلہ کے بزرگ حضرت خواجہ یعقوب بن عثمان چونخی قدس سرہ کا مرکزِ فیض واقع تھا، آپ کی خانقاہ مشہور و معروف تھی، قدیم زمانہ میں یہ جگہ ”حلقو“ کے نام سے پکاری جاتی تھی، آپ کا وصال ۱۲۴۷ھ (۱۸۲۷ء) میں ہوا اور آپ کا مزار مبارک دوشنبہ میں مرجعِ خلائق ہے۔

(۱۱۴)

ریوگر (بخارا، ازبکستان)

ازبکستان کے مشہور شہر ”بخارا“ سے چھ فرسنگ (۱۸ میل) اور ”غجدوان“ سے ایک فرسنگ (۳ میل) کے فاصلہ پر قصبه ”ریوگر“ واقع ہے۔ اس قصبه میں نقشبندی سلسلہ کے مشائخ میں حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ کے خلیفہ اور جانشین حضرت خواجہ عارف ریوگری قدس سرہ کا مرکزِ فیض تھا۔ آپ کا وصالِ غرہ شوال المکرم ۶۱۶ھ (۱۲۱۹ء) میں ہوا، اور ”ریوگر“ میں آپ کا مزار مبارک ہے۔ (۱۱۵)

سرہند (ہندوستان)

سرہند، ہندوستان کا مشہور شہر ہے، یہ شہر حضرت مجدد الف ثانی قدس کے جداً مجدد سادس اور حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت قدس کے خلیفہ اور امام نماز امام رفع الدین نے ۲۰۷ھ (۱۳۵۹ء) میں آباد کیا، اور قلعہ تعمیر کیا۔ غرض حضرت مجدد کی ولادت سے کوئی دوسو سال پہلے سے یہ شہر آباد چلا آتا ہے، حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ ۱۲۹۷ھ (۱۵۶۳ء) کو شہر سرہند میں پیدا ہوئے، آپ کو تمام سلاسل میں اجازت و خلافت حاصل تھی۔ آپ نے ہزارہ دوم کے لئے تجدیدی کام کی بنیاد رکھی، اسی لیے آپ کا لقب ”مجدد الف ثانی“ ہو گیا۔ آپ کا وصال ۲۸ صفر ۱۰۳۷ھ (مطابق ۰ اکتوبر ۱۶۲۲ء) میں ہوا، آپ کا مزار مبارک مرجعِ خلائق ہے۔

آپ کے بعد آپ کے فرزند سوم حضرت خواجہ محمد معصوم عروۃ الوثقی قدس سرہ آپ کے خلیفہ اور جانشین ہوئے آپ کی ولادت ۱۰۰۷ھ میں ہوئی اور وفات ۹ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ (۱۶۲۸ء) کو ہوئی۔ اور مزار، مبارک سرہند میں ہے۔

آپ کے بعد آپ کے فرزند سعید حضرت خواجہ محمد الملقب ججۃ اللہ نقشبندیانی قدس سرہ آپ کے جانشین اور خلیفہ ہوئے۔ آپ ۲۶ رمضان ۱۰۳۲ھ کو پیدا ہوئے اور ۱۱۱۳ھ (۷۰۲ء) میں وفات پائی۔ آپ کا مزار مبارک بھی سرہند میں ہی ہے۔

آپ کے بعد حضرت خواجہ محمد معصوم عروۃ الوثقی قدس کے دوسرے فرزند حضرت ابوالعلاء کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد نقشبندیانی کے خلیفہ اور جانشین بنے اور سلسلہ مجددیہ کے پھیلاو اور وسعت کے ذمہ دار قرار پائے، آپ کا وصال ۲۷ ذی القعده ۱۵۱۵ھ (۷۳۹ء) کو، ہلی میں ہوا، جسد مبارک سرہند لے جایا گیا، جہاں اپنے آباء و اجداد کرام کے پہلو میں دفن ہوئے۔ مزارات سرہند میں مرچع خلاق ہیں۔ (۱۱۶)

سمرقند (ازبکستان)

سمرقند، ازبکستان کے دارالحکومت ”تاشقند“ سے تین سو کلومیٹر سے زیادہ فاصلہ پر واقع ہے، یہ عجیب سرسبز و شاداب شہر ہے، درختوں سے بھرا ہوا، چلوں میں رچا ہوا، مسجد خواجہ عبید اللہ احرار اس وقت سمرقند کی وسیع اور پررونق مسجد ہے، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ کا فیض اسی شہر سے جاری رہا ہے، آپ طریقت، شریعت اور سیاست کی جامعیت کے حامل اونچے بزرگوں میں سے ہیں۔ آپ نے ۲۹ ربیع الاول ۱۴۹۵ھ (۸۹۵ء) بروز التوارکو وصال فرمایا اور مسجد خواجہ احرار کے قریب آپ کا مزار مبارک ہے۔ (۷۷)

طوس (ایران)

طوس، ایران کے صوبہ خراسان کا ایک مشہور شہر ہے۔ پہلے اس کا نام ”طابران“ بھی رہا ہے۔ آج کل اسے مشہد بھی کہا جاتا ہے، عربوں نے اسے ۶۲۹ء میں فتح کیا، لیکن تاتاریوں کے زمانہ میں اجز گیا تھا، اس شہر

میں مشہور عباسی خلیفہ ہارون الرشید کی قبر بھی ہے۔ اس شہر میں حضرت خواجہ ابو علی فضل بن محمد فارمدی نے ۷۷۲ھ (۱۰۸۳ء) میں وفات پائی اور اس جگہ مدفن ہیں۔ (۱۸) بعض کتابوں میں آپ کا مدفن بھی ”طرطوس“ بتایا گیا ہے (۱۹) طوس میں ہی جنتہ الاسلام ابو حامد محمد الغزالی قدس سرہ کی وفات ہوئی آپ کا مزار بھی طوس میں ہے۔ (۲۰)

غجدوان (ازبکستان)

ازبکستان کے شہر بخارا سے چھ فرسنگ (۱۸ میل) کے فاصلہ پر ایک بڑے قصبہ کا نام ”غجدوان“ ہے۔ طبقہ خواجگان کے سردفتر اور سلسلہ نقشبندیہ کے سردار حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ اسی قصبہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد عبدالجمیل پہلے روم میں رہا کرتے تھے، پھر علاقہ ماوراء النهر میں آ کر اس قصبہ کو اپنی جائے سکونت بنالیا، طریقہ نقشبندیہ کی بنیادی تعلیمات حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ کے کلمات قدسیہ سے اخذ کر دہ ہیں اور وہ آٹھ کلمات ہیں (۱) ہوش و روم (۲) نظر بر قدم (۳) سفر و رطن (۴) خلوت و راجحمن (۵) یاد کرو (۶) بازگشت (۷) نگاہ داشت (۸) یاد داشت۔ اس کے علاوہ تین مصطلحات نقشبندیہ اور ہیں

(۱) وقوف عدوی (۲) وقوف زمانی (۳) وقوف قلبی۔ ان گیارہ کلمات پر نقشبندی طریقہ کی بنیاد ہے۔
آپ کا وصال ۲ اربيع الاول ۶۷۹ھ (۱۱ء) میں ہوا اور آپ کا مزار غجدوان میں ہے۔ (۲۱)

غلہ ڈیر (پاکستان)

پاکستان کے شمالی مغربی سرحدی صوبہ ”عمرزی“، ضلع چارسدہ کے قریب ایک موضع کا نام ”غلہ ڈیر“ ہے، گاؤں عمرزی تقریباً دو ہزار سال قبل اشوک اعظم کے زمانہ سے آباد چلا آرہا ہے، اس مقام پر ہمارے سلسلہ قادریہ نقشبندیہ مجددیہ کے بزرگ حضرت حافظ محمد صاحب عمرزی قدس سرہ کا مولد و مدفن ہے، آپ ۱۱۵۵ھ (۱۷۳۷ء) میں پیدا ہوئے، تعلیم و تربیت کے بعد آپ کو حضرت خواجہ محمد صدیق بنیری قدس سرہ سے خلافت حاصل ہے اور حضرت خواجہ توڑ ڈھیر وی قدس سرہ آپ کے خلیفہ اور جانشین ہیں، آپ کا وصال ۲۶

ریجع الثانی ۶۰۲ھ (۱۷۹۱ء) جمعرات کی رات کو ہوا، اور مزار مبارک ”غلہ ڈیر“ کے قبرستان میں ہے، جو عمر زمیٰ سے شمال کی طرف ”تنگی“ جانے والی سڑک پر مغرب کی جانب واقع ہے، مزار مبارک سے متصل مغرب کی جانب مسجد ہے (۱۲۲)

ماشوگر (پشاور) پاکستان

پاکستان کے شمال مغربی سرحدی صوبہ کا دارالحکومت پشاور ہے، پشاور سے جنوب مغربی سمت پر چھ سات میل کے فاصلہ پر ”موقع بڑھیر“ ہے۔ برباد سڑک پولیس چوکی ہے، اس کے پاس سے ایک کچار استہ جاتا ہے، اس پر چار پانچ فرلانگ پر ”ماشوگر“، واقع ہے۔ اس گاؤں میں سلسلہ قادریہ نقشبندیہ مجددیہ کے بزرگ حضرت خواجہ اخون شاہ محمد مومن گروی قدس سرہ کا مرکز رشد و ہدایت تھا، آپ نے اس جگہ ایک طویل عرصہ تک انسان دوستی اور خدا پرستی کا سبق پڑھایا۔ آپ کی مسجد اور مسجد میں آپ کے زمانہ کا بڑھ کا درخت ابھی تک بدستور موجود ہے۔ آپ نے بروز منگل ۲ شعبان ۱۸۸۳ھ (۱۷۷۰ء) وصال فرمایا، آپ کا مزار مبارک ”ماشوگر“ گاؤں کی مغربی جانب، چار پانچ فرلانگ کے فاصلہ پر ایک چار دیواری میں ہے، مزار کے مغربی جانب ایک برا آمدہ اور مشرق کی طرف ایک مسجد ہے (۱۲۳)

مدائن (عراق)

عراق کے دارالحکومت بغداد سے جنوبی سمت پر تقریباً پچاس کلومیٹر پر ”مدائن“ کا شہر واقع ہے یہ شہر ساسانی دور حکومت میں کسری ایران کا پایہ تخت تھا۔ کسری اسی شہر میں رہتا تھا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جنگ قادسیہ میں اسے فتح کیا، فتح کے بعد امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ نے صاحب رسول اللہ ﷺ حضرت سلمان فارسیؓ کو اس شہر کا گورنر بنانا کر بھیجا، آپ ہمارے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ میں سے ہیں آپ نے ڈھائی سو سال کی عمر میں ۱۰ رب المجب ۳۳۵ھ (۱۴۵۲ء) میں مدائن میں ہی وصال فرمایا، آپ کا مزار مبارک جامع مسجد سلمان فارسیؓ کے احاطہ میں ہے۔ بغداد سے مدائن آئیں تو جامع مسجد سلمان فارسیؓ سب سے پہلے آتی ہے۔

۱۹۲۹ء میں ایک عجیب واقعہ آیا، دو صحابہ کرام حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہم کی قبریں جامع مسجد سلمان فارسی سے کافی فاصلہ پر دریائے دجلہ کے قریب تھیں، شاہ عراق کو خواب آیا کہ دونوں صحابہ کرام خواب میں کہتے ہیں کہ ہماری قبروں میں دجلہ کا پانی آ رہا ہے، اس لئے ہمیں یہاں سے نکال کر دوسری جگہ ہماری قبریں بنائی جائیں، چنانچہ ۱۹۲۹ء میں حج کے بعد ایک مقررہ تاریخ پر ان حضرات صحابہ کرام کے اجسام مبارکہ پرانی جگہ سے نکال کر جامع مسجد سلمان فارسی میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کے برابر میں دفن کر دیا گیا۔ اب ان تینوں حضرات کے مزارات ایک ہی جگہ پر ہیں۔ (۱۲۲)

مرو (ترکمانستان)

مرو، وسطیٰ ایشیائی ریاستوں میں ترکمانستان کا مشہور شہر ہے، قرون وسطیٰ میں یہ شہر خراسان کے اہم ترین شہروں میں شمار ہوتا تھا، اس دور کا خراسان آج کل تین ملکوں میں تقسیم ہو گیا، اس کا شمال مشرقی حصہ غیشاپور وغیرہ ایران میں شامل ہے، ہراۃ و بیخ وغیرہ افغانستان کا شمالی حصہ ہے اور مرو وغیرہ کا علاقہ ترکمانستان میں شامل ہے۔ (۱۲۵)

اس شہر میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ میں سے حضرات خواجہ ابو یعقوب یوسف بن ایوب صمدانی قدس سرہ نے ایک طویل عرصہ تک قیام فرمایا۔ اس شہر میں آپ کی خانقاہ میں ہر وقت طالبان خدا کا ہجوم رہتا تھا، آپ کچھ عرصہ ”ھرات“ اور کچھ عرصہ مرو میں قیام فرمائے تھے، آخری مرتبہ ”ھرات“ سے ”مرو“ جاری ہے تھے کہ راستہ میں ھرات اور بغشور کے درمیان موضع ”بامنین“ میں بروز سوموار ۲۲ ربیع الاول ۱۵۳۵ھ (۱۱۲۰ء) میں انتقال فرمایا۔ اور اسی جگہ دفن کئے گئے کچھ عرصہ بعد آپ کے مریدوں میں سے ابن الخارج آپ کے جسد مبارک کو یہاں سے نکال کر ”مرو“ میں لے آئے اور اس خطیرہ میں دفن کر دیا گیا، جو آپ کے نام سے موسوم ہے۔ آپ کا مزار مبارک مرجع خلاائق ہے۔ (۱۲۶)

نوٹ:- یہ سارا اشاریہ حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدد ظلہ کی کتاب ”قطب عالم حضرت اقدس شاہ عبدالرحیم رائے پوری“ سے لیا گیا ہے۔

تفصیلی

شجرہ نسب سادات پیغمبر نبی

منظوم شجرہ

نتیجہ فکر صاحبزادہ سید امیر حیدر شاہ صاحب قندھاریؒ

لہ ہنگو غرومی بیتی لرہ لتن وَ	پا طرا فودکی کی مسکن وَ
وہاں کے پہاڑوں سے میں کعبہ کو دیکھا کرتا تھا	مکہ مکرمہ میں میرا مسکن تھا
اولا دمحم عاصی اللہ خیر البشریم	حاشیٰ یم بن کارندوی پہ شان دلمیریم
محمد عاصی اللہ خیر البشر کی اولاد سے ہوں	ہاشمی ہوں اور سورج کی طرح ظاہر ہوں
حسینی یم جدمی زین العابدین دہ	علوی یم کی نسب می پیش دہ
حسینی ہوں اور میرا دادا زین العابدین ہن ہے	علوی (حضرۃ علیؑ کی اولاد سے) ہوں میرا کی نسب سفید ہے
رضوی بیان قوی دبخاری یم	باقر بیان جعفری نسب دارا یم
(جعفریوں میں) رضوی اور پھر نقوی بخاری ہوں	(حسینیوں میں) باقری اور جعفری نسب والا ہوں
خاص حدود بھاولپور اور ملتان تھے	بیا پر پرمہ بخاری راحم ہندوستان تھے
اور ملتان کے حدود بھاولپور میں آباد ہوتا ہوں	پھر بخارا چھوڑ کر ہندوستان آتا ہوں
پدی کی پتوں یم دیر روزی	پس لہ ہندہ بیا پنین لرہ راغلی
یہاں پٹھانوں کے زیر گرانی رہا ہوں	اس کے بعد پشمیں جاتا ہوں
حکومتوں مالیا تو معاف کرڑی	دری ملکونہ کاریزونہ بی را کڑی
حکومت نے میرا مالیہ معاف کیا تھا	نوابوں نے یہاں مجھے ٹیوب ویل دیے تھے
سوم کو پچی کنبتہ اوپور تھے بے کیدم	قسمت بیالہ دغ خای و استم
اور کوچی بن کر اوچنچ پنچ کا شکار ہو گیا	قسمت نے پھر مجھے یہاں سے نکال دیا
لہ عرفان فضل هزاری خالی کڑم	اما دغ کو چیتوب دریتگانی کڑم
اور مجھے معرفت، فضل اور کمال سے خالی کر دیا	اس کو پچی توب نے مجھے تھکا دیا

دکور قام حدر رہی سوہ پر درکہ	داز ما د قام ژندو نہ سوہ تلکہ
میرے گھر اور قوم کا قبرستان گم ہو گیا	یکام میری زندگی کیلئے جال بن گیا
زیارت نہیں دی پہنچوں کی پاٹہ سوی	زمور اجداد پی ہر خو لیان تیر سوی
مگر ان کی قبریں پہاڑوں میں گم ہیں	ہمارے اجداد اگر چہ اولیاء گزرے ہیں
پہ بدل کی جھل کورتہ و راتلوں کی	علم فقر اور عزت وَ ورکیدونگی
ان کے بد لے جہالت گھر میں آ رہی تھی	علم، فقر اور عزت ختم ہونے والے تھے
احمد شاہ و زمور جھل یک رامعاف کڑی	پنثو و امتیاز لا خہ را کڑی
احمد شاہ بادشاہ نے ہمارا (اکتا لیسوں) مالیہ معاف کیا تھا	پٹھانوں نے ہمیں بہت کچھ ممتاز کیا تھا
خلاص سو پاٹہ پے زمان دمحمد زوکی	معاف سوی و پ وخت دصد و زوکی
اس طرح محمد زمی کے دور میں بھی معاف تھا	سدوزیوں کے زمانہ میں بھی یہ مالیہ معاف تھا
لہ دی ہر موسم لہ کوچہ اولہ بارہ	بیان یہ مانہ سوز ما قام لہ دی کارہ
ہر موسم میں کوچ کرنے سے	پھر میری قوم اس کام سے بیزار ہو گئی
سکونت ددہ پے بنار د قندھار و	زماترہ دوخت عالم او با وقار و
اسکی رہائش قندھار کے شہر میں تھی	میرا پچا بڑا عالم اور بڑا با وقار تھا
لوہ تھایی پہنچل کور کی ورکو لہ	حکما و پی پلہ درنہ لید لہ
اس لیے گھر میں اس کو بڑی تنخواہ دے رہے تھے	حکمرانوں کو اس کا پلڑا بھاری نظر آہا تھا
داز ما قام سادات دی ڈریشلی	دامیر حبیب اللہ تہ و ولی
کہ میری قوم (سادات) بہت ہی در بدر ہے	ہمارے چچا نے امیر حبیب اللہ خان سے کہا
بل لہ علمہ ہ صزرہ خہ خالی سوہ	پولہ کوچہ بارہ دوی پہ بحالی سوہ
تو دوسری طرف علم اور ہنر سے بھی خالی ہیں	ایک طرف کوچ کرنے کی وجہ سے بدحال ہیں
جو یلا ہصورہ دہ قندھاری ور لہ ور کی	دامنشور خپل حضور پوہ پے نظر کی

قدھار کا جوئے لا ہور (لا ہور کا نالہ) ان کو دیدیا	اس نے اپنے طریقہ کار کے مطابق
دغہ لوہہ بیالہ دہ مور لرہ را کری	پلارہ دہ دو مواعشی زمور عffe کری
اس نے ہمیں یہ بڑا نالہ دیا	اس (حبیب اللہ خان) کے والد نے ہمارے مویشی معاف کیے تھے
جنتونہ دی خدائی زما ترہ تور کی	چی غوز اری پندی زمودا اور وحہ لیری کی
اس لئے اللہ تعالیٰ ان کو جنت نصیب فرمادے	ہمارے چچا نے ہمارے کندھوں سے گھٹڑیاں اتار دی تھیں
نور مخلوق دہ خدائی زمودرہ دیرہ دہ	اوہ می خپل کلی مسجد اوحدہ ریہ دہ
دوسرے لوگ بھی ہمارے ساتھ آباد ہیں	اب ہمارا پنا گاؤں، قبرستان اور مسجد ہے
خدائی خبئی صاحبزادہ عبدالکریم وَ	خداوند خوک ددغہ لو فکر سلیم وَ
اس کو آپ بخش دیں	خداوند! جو اس فکر سلیم کا حامل تھا
پ نصیب دی جنتونہ او دیدار وی	پقبی دی داسی تور برخودار وی
اس کے حصے میں جنت اور اللہ کی دیدار ہو	آخرت میں بھی ایسے چچا کو اچھا بدلہ ملے
پ نظام باندی شہرت ز ما شاہ و خواہ دہ	تلخیص می حیدری نومی حیدر شاہ دہ
آگے پچھے میری شہرت ناظم کے ساتھ ہے	میرا تلخیص حیدر اور میرا نام حیدر شاہ ہے
دہ پنتو زبی یہ پوستہ کار نامہ دہ	تالیفات کمی پونتی یوہ شاہ نامہ دہ
ایک شاہ نامہ ہے جو کہ پشتو زبان کا عظیم کار نامہ ہے	میری تالیفات میں اگر تم پوچھو گے تو
اویاز رہ بیتہ ما کرو درتہ نظم	سی می وہ کی دی تالیف تہ یو واری عزم
تو ستر ہزار اشعار میں نے نظم کیے	اس تالیف کا جب میں نے ارادہ کیا
دہ پخواز روکلو حال می بیان کی	سی می یو واری تھے پخواہ دی میدان کی
تو پانچ ہزار سال کی تاریخ بیان کی	جب میں نے اس میدان کی طرف رخ کیا
مابیان کی نہ سوتکی رانہ پا تہ	دہ طوی احوال اونور سی خہ و شاتہ

اس کو ایسا بیان کیا کہ کچھ بھی باقی نہ رہا	طوفی کے حالات اور اس طرح جو کچھ پہلے تھا
ور پکی دی دنیا اور دین حالونہ	نوری ہم جو رکرو خلور لوی کتابوںہ
جن میں دین اور دنیا کے حالات بیان کیے	اس کے علاوہ چار اور کتابیں لکھیں
پرنسپ سید دار ایم دہ دی غولی	پر لقب می صاحبزادہ دا خلق بولی
نسباً میں اسی خاندان کا سید ہوں	یہ لوگ مجھے صاحبزادہ کے لقب سے یاد کرتے ہیں
دہ مرحوم نوم فیض اللہ صاحبزادہ دہ	کہ دی زماد پلار نامہ تے اندر بندہ دہ
تو مرحوم کا نام سید فیض اللہ ہے	اگر میرے والد کے نام کا تجھے شوق ہے
نقشبندی بیان نوری دہ دہ مشرب وَ	حنفی اونعمانی دہ دہ مذہب ھنو
مشرب نقشبندی اور بیان نوری تھے	مسلاک احنفی اونعمانی تھے
مرحوم دروری ۱۷ نچل پلارہ تحصیل کڑی	دہ بیعت لاس بی نچل درور لہ و رکری
جس نے اپنے والد سے (سلوک کی) تحصیل کی تھی	بیعت کا ہاتھ اس نے اپنے مرحوم بھائی (صاحبزادہ سید احمد گل) کو دیا تھا
نچل عصر محدث افسرو	علم بی دہ هند پر خواکری کشیر وَ
اپنے زمانے کا محدث اور مفسر تھا	اس نے ہندوستان سے علم حاصل کیا تھا
پر جنبہ دہ کتو زکی زیارت دہ	دوہ و ارتلی بیت اللہ محبت تہ
کٹواز کے علاقے میں اس کی زیارت ہے	دوباروہ بیت اللہ شریف کی زیارت کرنے گیا تھا
بی لہ شکہ اور شمھی ولی اللہ وَ	دہ نیکہ نوم بی سید مختار موسی وَ
شک و شبہ کے بغیر وہ اللہ کا ولی تھا	میرے دادا کا نام مہتر موسیٰ تھا
دہ خلور رو طریقوی خلافت وَ	دہ سلوک پر لار کی کڑی لوی خدمت وَ
چاروں سلسلوں میں اس کو خلافت مل تھی	تصوف کے راستے میں اس نے بڑی خدمت کی تھی
پر پلہ تلنگنی دہ سید المسلمین وَ	مستقیم پر شریعت خادم دہ دین وَ
سید المرسلین ﷺ کے نقش قدم پر چلنے والا تھا	شریعت پر قائم تھا اور دین کا خادم تھا

دہ مقرر پا لوہ چولہ کی بی زیارت دہ	پک لہ مرکہ یہ ہم پاتہ لوی شہرت دہ
مقرر (صلح غزني) کے باہر صحراء (چولہ) میں ان کی زیارت ہے	موت کے بعد بھی ان کی بڑی شہرت ہے
دری سرہ عالمان اوسا کان و	دہ نیکہ مرحوم نی دری زامن کلان و
تینوں عالم اور صوفی تھے	میرے دادا مرحوم کے تین بڑے بیٹے تھے
خانقاہ زیارت دہ دہ پلیانہ دہ	مشیر زوی یہی احمد کوں صاحبزادہ دہ
جن کی قبر خانقاہ (لیلين زئی) پنیالہ میں ہے	ان کا بڑا بیٹا سید احمد گل تھا
خای مزار دہ دہ پہ بنا رہ قندھار و	بل سید عبدالکریم یوبابا وقار و
جن کی قبر قندھار شہر میں ہے	دوسرابیٹا سید عبدالکریم تھا، جو بڑا بابا وقار تھا
کلی دہ پہ جو یلا ہور کی مشت کڑی	خالق دہ تھا و دیر لوی علم و رکڑی
اس نے اپنی قوم کو جوئے لا ہور میں آباد کیا	خالق نے اسکو بڑا علم دیا تھا
نخ پہ ملک دہ کتو از کی پہ جنبہ دہ	دریم زوی یہی فیض اللہ صاحبزادہ دہ
علاقہ کٹواز کے اطراف میں دفن ہے	تیسرا بیٹا صاحب حبزادہ فیض اللہ تھا
پکل کنخ کی وہ کوئی یہی مزار دہ	اویحوم ملا علی محمد بیادہ دہ پلا رہ
در گول کے علاقہ گل کچ میں ان کا مزار ہے	مرحوم علی محمد میرے دادا کا والد تھا
دہ یو حال خومی کی تیر دادہ مختہ	اعلیٰ محمد دلو دیری زامن نیک بختہ
ایک کا حال تو میں نے سنادیا (سید مہتر موسیٰ کا)	لعل محمدؒ کے تین نیک بخت بیٹے تھے
دہ عازی زوی و مُحَمَّدان کو ری فانی دہ	دویم زوی یہی و عیسیٰ محمد دریم عازی دہ
غازی کا بیٹا مہمان تھا جس کا گھر فنا ہوا (یعنی عازی لا ولد تھا)	دوسرابیٹا عیسیٰ محمدؒ، جبکہ تیسرا عازی تھا
دہ نقیر صاحب دی ورونه او ویر ونه	قریبان نزدی دغہ دوہ کورونہ
جو فقیر مہتر موسیٰ کے بھائی اور بھتیجے ہیں	یہ دونوں گھر اے آپس میں رشتہ دار ہیں

بندی کڑی فضل پاک خالق صمدہ	دہھنہ پلار بیا سید غلام محمدؑ
خالق بے نیاز نے اس پر بڑا فضل و کرم کیا تھا	لعل محمد صاحبؒ کا والد سید غلام محمدؑ تھا
پھر دودو دہوانہ کی حیدر رہہ	اور یہ لی می لہ مرد غنہ قصہ دہ
کہ وانا کے حدود میں اس کا مقبرہ ہے	اپنے بڑوں سے میں نے یہی بات سنی ہے
ملعل محمد او ملا صدقیق رحیم یجی دہ	دہ در لود خلور زامن احوال یی دادہ
ملعل محمدؒ، ملا صدقیقؒ، ملا رحیمؒ اور ملا یحیؒ	سید غلام محمدؑ کے چار بیٹے تھے جنکی تفصیل یہ ہے
پہ کتاب کی مار اوری ی نومونہ	داحر یولری تھا تبرونہ
جن کا تذکرہ میں نے اپنی کتاب میں کیا ہے	ہر ایک کا پھر ان پنا خاندان ہے
محمد ظفر ولی مشہور دہھنہ پلار وہ	دہ غلام محمدؑ پہلی زمان کی لوری و قروہ
ان کے والد کا نام محمد ظفر تھا، جو ایک ولی تھا	غلام محمدؑ کا اپنے زمانے میں بڑا وقار تھا
وفات سوی پہ حدود دہوانہ دہ	ظفر شاہؒ سی زمورد یا اور نیکہ دہ
اس کی وفات وانا کے حدود میں ہوتی ہے	محمد ظفر شاہؒ جو ہمارا بارتہ داد تھا
کدیزی پہ داشیر سرہ کورونہ	شپا ز زامن یی ولری ہر یوقبرونہ
یہ سارے کے سارے اسی سے متعلق ہیں	ان کے چھ بیٹے تھے اور ہر ایک کا پھر ان پنا خاندان تھا
حخ نور دری ھم لہ دوی خد کلہ بیل دی	غلام خیل کریم خیل عاشق خیل دی
باقی تین جو رہ گئے وہ بھی ان سے علیحدہ نہیں ہیں	غلام خیل (مغل خیل)، کریم خیل اور عاشق خیل ہیں
پدری لو یو کور و دی ویشنی	دانور دری وہ پسر و کی خد تلتی
تین خاندانوں میں تقسیم تھے	یہ باقی تین لوگوں سے کچھ منفرد تھے
نومی نبی او پغوند غرباندی زیارت دہ	دہ مرحوم ظفر دہ پلار داسی شہرت دہ
جس کا نام سید نبی تھا اور غونڈ غر (درہ گول) میں اس کی زیارت ہے	مرحوم سید ظفر شاہؒ کے والد کی بڑی شہرت تھی
بیوی زمورد یکہ بلی چعفر وہ	دی نبی بیادہ زامن پہ شان دہ لمروہ

ایک ہمارا دادا سید ظفر تھا جبکہ دوسرے سید جعفر تھا	سید نبیؐ کے دو بیٹے سورج کی مانند تھے
دہ جعفر وال کوتی خیل دی دوہ دری کورہ	ظفر خیل خوی درونبول زما و رورہ
جعفرؑ کی اولاد کوئی خیل ہیں جو دو تین خاندان ہیں	میرے بھائی ظفر خیل تو میں نے بتلا دیے
دہ پلا راسم لی مشھور پہ خواجہ دین وَ	دانبی نامہ عارف تنہبہ دہ دین وَ
اس کے والد کا نام خواجہ دین تھا	یہ سید نبیؐ بڑا عارف اور دین کا ستون تھا
دہ یوہ نوم نبی دہ بل پایوَ	دوہ زامن دہ خواجہ دین واہی داسی وَ
ایک کا نام سید نبیؐ جبکہ دوسرے کا سید پاچھوٹھا	لوگ کہتے ہیں کہ خواجہ دینؓ کے دو بیٹے تھے
زرمولی دہ پایہ دین والا زمری دی	ظفر خیل اور کوتی خیل توں دہ نبی دی
جبکہ زرملی پایہ دینؓ کے شیر جیسے پوتے ہیں	ظفر خیل اور کوتی خیل سارے سید نبیؐ کی اولاد ہیں
پہ خواجہ دین باندی رازی دہ دوی دوکدی	دغ دوہ سی یوبل تہ وہی دحدہ
یہ دونوں خواجہ دینؓ پر ملتے ہیں	یہ دو بھائی (یا خاندان) جو ایک دوسرے پر تکمیل کرتے ہیں
خواجہ دین سکنی زوی دہ ملک شاہ دہ	کہ دی حال دہ خواجہ دین لرہ سودا دہ
خواجہ دینؓ ملک شاہ کا سگا بیٹا تھا	اگر خواجہ دینؓ کے حالات کا سودا تیرے سر میں ہے
داھر یو پہ ملک شاہ مرحوم کدیری	زمور قام سی دری لوی بنا خونہ کیری
یہ سارے ملک شاہ مرحوم پر اسمیں ملتی ہیں	ہماری قوم کی جو تین بڑی شاخیں بنتی ہیں
خواجہ دین اول دین انور دین وَ	دہ مرحوم ملک شاہ دری زامن تک پسین وَ
خواجہ دین، علاؤ الدینؓ اور نور الدینؓ	ملک شاہ کے تین مشہور بیٹے تھے
دہ اول دین وال یادی خیل اوہادی خیل دی	دہ خواجہ دین وال زرمولی او ظفر خیل دی
علاؤ الدینؓ کی اولاد یادی خیل اور ہادی ہیں	خواجہ دینؓ کی اولاد زرملی اور ظفر خیل ہیں
اختن خیل علی خیل غوری قاسم وَ	دہ نور دین خلور زامن پہ دی رقم وَ
اختن خیل، علی خیل، غوری خیل اور قاسم خیل ہیں	نور الدینؓ کے چار بیٹے اس طرح ہیں

شجرہ وای ابو بکر دہ پلارو	ملک شاہ پی دہ چپل عصر با وقارو
شجرہ کے حساب سے ابو بکر اس کا والد تھا	ملک شاہ جو اپنے زمانے میں با وقار تھا
یوم انجر دویم ملک دریم عمر و	دہ ابو بکر دری زامن پہ شان دہ لمرو
ایک منجھ (منجھ) دوسرا ملک تیسرا عمر تھا	ابو بکر کے تین بیٹے سورج کی طرح تھے
اللہداد اول اک جلک او زخان و	دہ ما نجھ خلور زامن پہ داسی شان و
اللہداد، لاک، جلک اور زخان تھے	ما نجھ کے چار بیٹے اس طرح تھے
ہ کتاب کی ما راوی دی کورونہ	دغہ ھر یولری جلا کرو نہ
اپنی کتاب میں میں نے ان کا تذکرہ کیا ہے	ان میں سے ہر ایک کا علیحدہ گھر ہے
خواجدین اولدین نور دین و	دلک زامن ھر یودہ وخت نکین و
جو کہ خواجدین، علاؤ الدین اور نور الدین تھے	ملک کے بیٹے اپنے زمانے کے گلینے تھے
ھیرہ وہ یہ مدد غحال تریو وختہ	دہ دغا حوال می تول بیان کروختہ
یہ حالات کسی وقت تک بھلانے نہیں چاہیے	ان کا حال میں نے پہلے بیان کیا ہے
دری زمان یہ بن کارندہ پہ شان دہ لمرو	دریم زوی دہ ابو کر پی عمر و
اس کے تین بیٹے سورج کی طرح ظاہر تھے	ابو بکر کا تیسرا بیٹا جو عمر تھا
سید غنی اونور دین اوخوشحال خان و	شجرہ وای داشان دہ درونا مان و
سید غنی، نور دین اور خوشحال خان تھے	شجرہ میں ان کے نام اس طرح ہیں
او شموزوی دہ رستم بن یاسین دہ	او بکر دہ شمولاحوال پی سین دہ
شمسم الدین (شموم) رستم بن لیسین کا بیٹا ہے	ابو بکر ولد شمو کے حالات روشن ہیں
دہ سید بنادی مرحوم نور البصر دہ	دوست دہ خدا یا سین بن کارہ پہ شان دہ لمردہ
جو کہ سید شادی کے نور البصر (بیٹے) ہیں	لیسین، اللہ کا دوست ہے اور سورج کی طرح عیاں ہے
یو یاسین دویم یوسف دہ دوی نامان و	دہ سید بنادی می دوہ زامن ولیان و

ایک کا نام یوسف ^ع جبکہ دوسرے کا نام میسین ^ع تھا	سید شادی ^ع کے دو بیٹے اولیاء اللہ تھے
یوسف سودہ پلار بنا دی پہنامہ پاتھے	میسین سو مشحور پہلی نامہ شاوخواہ تھے
یوسف ^ع کی شهرت اپنے والد شادی ^ع کے نام سے ہوئی	میسین قرب وجوار میں اپنے نام سے مشہور ہو گئے
سکہ زوی دہ میر جمال بخاری دی	دہ سید بنا دی معفور نسب جملی دہ
جو کہ میر جمال بخاری ^ع کا سگا بیٹا ہے	سید شادی ^ع کا نسب مشہور ہے
دہ علی زوی دہ سید جعفر لمسی دہ	اوحوال دہ میر جمال غشی شی دہ
جو کہ علی ^ع (الموئید) کے بیٹے اور سید جعفر ^ع کے پوتے ہیں	میر جمال ^ع کے حالات یونہی اچھے ہیں
ہاطرا فودہ کلومہ کی مزار دہ	سید جعفر زوی دہ محمد نیک کردار دہ
جس کا مزار گول میں ہے (یہ ناظم سے سہ قلم ہے، بلکہ اس کا مزار بخارا میں ہے)	سید جعفر ^ع محمد نیک سیرت والے کے بیٹے ہیں
احمد شاہ دہ ولی شاہ عبداللہ دہ	محمد دہ محمود بن احمد شاہ دہ
احمد شاہ ^ع عبداللہ شاہ ^ع کا بیٹا ہے	محمد ^ع محمود کا بیٹا ہے اور محمود ^ع احمد کا بیٹا ہے
اسما علیل زوی دہ سید جعفر ثانی دہ	عبداللہ دہ اسما علیل نامی فانی دہ
(ناظم نے یہاں اسما علیل ^ع کو عبداللہ ^ع کا والد بنایا ہے حالانکہ یہاں کا بھائی ہے)	عبداللہ شاہ جعفر ثانی ^ع کا بیٹا ہے
دہ امام علی نقی کوشت جگردہ	اجعفر ثانی دچار نور البصر دہ
امام علی نقی ^ع کا لخت جگر ہے جو کہ	جعفر ثانی ^ع کس کا نور البصر ہے
دہ ڈد دپ سامرا کی زیارت دہ	اوسم امام دہ دین دغمہ حضرت دہ
بغداد کے سامرے نامی جگہ میں ان کی قبر ہے	اس دین کا دسوال گیارواں امام ہے
دہ امام محمد تقی سکنی زوی وَ	دالام پ مرتبہ کی زینت لوی وَ
امام محمد تقی ^ع کا سگا بیٹا ہے	امامت کے درجے میں بہت اونچا ہے
دی تمام اصل اسلام تہ مقتدی وَ	پلا رداہ امام محمد تقی نی رضا وَ

جو کہ سارے مسلمانوں کا مقتدری تھا	محمد نقیؒ کا والد دادا محمد رضاؒ تھا
امام محمد نقی زوی دہ رضادہ	تردہ لورنیکہ دربم دہر زبادہ
امام محمد نقیؒ ہے جو کہ امام رضاؒ کا بیٹا ہے	اس سے اگلا داد میں بتلاؤں بہت خوبصورت ہے
داتقی دوست دہ خدا ہی انہم امام دہ	متفق پر خبرہ وارہ اسلام دہ
یہ کہ یہ امام نقیؒ خدا دا دوست اور نواں امام ہے	سارے مسلمان اس بات پر متفق ہیں
دہ بغداد پہ سامرہ کی زیارت دہ	پہلی عصر کی زینت لوی شہرت دہ
بغداد میں سامرہ نامی جگہ میں ان کی زیارت ہے	اپنے زمانے میں بہت مشہور تھا
مشھور اتم امام علی رضادہ	تردہ لورنیکہ زما دوست مولی دہ
جو کہ امام علی رضاؒ سے مشہور ہے	اس سے اگلا دادا ہمارا مولی ہے
لدی حیث دی دہ ملک لوی برکت دہ	بہ مشہد مقدس باندی زیارت دہ
ان کی وجہ سے اس ملک پر بڑی برکت ہے	مشہد مقدس میں ان کی زیارت ہے
پہ کاظمین پروت امام موسی کاظم دہ	بلہ نیکہ می پر رتبہ کی دیر عظیم دہ
امام موسی کاظمؑ ہے جو کہ کاظمین میں ہے	اس سے اگلا میرا دا بڑا عظیم ہے
خاص اووم امام دہ دین داعالی شان دہ	کہ دی ندہ لہ بی حالی خد پریشان دہ
تو یہ عالی شان امام، دین کا ساتواں امام ہے	اگر تمہارا دل پریشانی سے بدحال ہے
لقب دہ صادق نوم بی جعفر دہ	تردہ لورنیکہ زما خلاند تر لمردہ
جس کا نام جعفرؑ اور لقب صادق ہے	اس سے اگلا میرا دا سورج سے بھی روشن تر ہے
پری یہ نہ بیول دہ تھن علم یوکرنبہ	دہ علوم پاییدی امام درشدہ
کسی علم کی ایک سطح بھی اس سے نہیں رہی	علوم میں اس کا پایہ بہت اعلیٰ ہے
پرمدینہ دہ انحضرت کی مزار دہ	پر شپر م امام مشھور دانیک کردار دہ
آنحضرت ﷺ کے شہر میں اس کا مزار ہے	یہ دادا ہمارا چھٹے امام سے مشہور ہے

تردی عصرہ مشھور پہذا کر دہ	بل نیکہ زما محمد باقر درہ
اس زمانے تک وہ ذا کر کے لقب سے مشہور ہے	اس سے اگلا دادا ہمارا محمد باقر ہے
پہ مدینہ کی دوی زیارت باندھی و حلی	پہنچم امام مشھور دہ انبا غلی
آنحضرت ﷺ کے شہر میں اس کی زیارت بنی ہے	یہ جوان مرد پانچویں امام سے مشہور ہے
کتاب وائی خلورم امام دہ دین دہ	تردالور نیکہ می زبن العابدین دہ
کتاب کی رو سے یہ چوتھا امام ہے	اس سے اوپر والا دادا میرا زین العابدین ہے
دی پہ جنک دہ کر بلا کی ونا جورہ	چی امام حسین تہ وکڑہ غورہ
مخالفین دھکار ہے تھے تو یہ بیمار تھے	کر بلا کی لڑائی میں جب امام حسینؑ کو
دی کم والی او مرض خلاص کی لہ مرکہ	نور کو رتوں کو شہید ان یزید بدوار کہ
بیماری اور کم عمری نے اس کو موت سے بچایا	یزید ظالم نے باقی گھرانے کو شہید کیا
بویتلى لہ کر بلا بندی وہ شام تہ	بیا ہم نہ پریشو یزید ارم تہ
قیدی بنا کر اس کو کر بلا سے شام لے گیا	مگر یزید ظالم نے اس کو آرام سے نہیں چھوڑا
پہلیوی وی دہ پلا روئی لیدی	ترپاک زرہی وی دہ غم سنتی ختنی
اور اپنی آنکھوں سے اپنے والد کا خون دیکھا تھا	اس کے پاک دل میں غم کی سوئیاں پیوست تھیں
منجور ناست و دہ پاک رسول روٹی تہ	پس لہ مرکہ یہ رکھت کی مدینی تہ
جهاں وہ روضہ اقدس ﷺ کے سامنے پریشان بیٹھا تھا	موت کے بعد اس کو مدینہ منورہ رخست کیا
حسینی یعنہ پہ دہ درختم سوی	بل نجنبنے یہ دہ پلار نہ دہ پاتتہ سوی
حسینی خاندان اس کے دروازے پر رک گیا تھا	اس کے والد کی کوئی اور نشانی نہیں رہی
نومی ہیں اوشہید دہ کر بلا دی	بل نیکہ چی می تردی نیکہ بالال دی
اس کا نام حسینؑ ہے اور کر بلا کا شہید ہے	اس سے اگلا دادا جو اس سے بھی آگے ہے
اومسی دہ محمد رسول اللہ	حسین زوی دہ فاطمی خیر النساء و

اور محمد رسول اللہ ﷺ کا نواسا ہے	حسین، فاطمہ تھیں خیر النساء کا بیٹا ہے
اخضرت و پی اور حپلو سپر کڑی	فاطمی و ترمذی لاندی پت کڑی
اور آنحضرت ﷺ نے ان کو اپنے کاندھوں پر سوار کیا تھا۔	فاطمہ نے ان کو اپنے دامن میں چھپایا تھا

(۱۲۷)

یاد رہے کہ سادات حسین زئی کی کل مندرجہ ذیل بارہ شاخیں ہیں ان میں ہر شاخ اپنے نام سے معروف و مشہور ہے۔

- 1- مانج خیل 2- یادی خیل 3- عمر خیل 4- اخوند خیل 5- علی خیل 6- غوری خیل
- 7- قاسم خیل 8- عاشق خیل (سرغوزی) 9- کریم خیل 10- کوئی خیل 11- مغل خیل
- 12- زرملیان

ذیل میں ان سب شاخوں کا شجرہ درج کیا جاتا ہے مگر بعض شاخوں کا تفصیلی شجرہ فی الحال دستیاب نہ ہو سکا۔ ان شاخوں میں سے مانج خیل شاخ اور بعض حصہ از یادی خیل شاخ کا بواسطہ محمد ابراہیم آغا ابن محمد اسماعیل جان آغا (کوئی نہ) وصول ہوا۔ جبکہ یادی خیل شاخ کے کچھ حصے کا شجرہ صاحبزادہ مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب کی معرفت سے ہاتھ آیا۔ عمر خیل شاخ کا شجرہ جو کہ صرف ایک گھرانہ پر مشتمل ہے، صاحبزادہ مولانا سید حبیب اللہ آغا (کوئی نہ) کی وساطت سے موصول ہوا۔

زرملی شاخ کا اکثر حصہ محترم حاجی عبدالستار شاہ (لورالائی) کی وساطت سے، جبکہ کچھ حصہ جناب یاغستان شاہ (ٹانک) کی طرف سے موصول ہوا۔

کوئی خیل شاخ کا شجرہ جو کہ نہایت قلیل افراد پر مشتمل ہے، مفتی عبدالرحیم آغا حسینی (چمن) کی جانب سے بھیجا گیا۔ باقی شاخوں کا تفصیلی ذکر صاحبزادہ سید میر حیدر آغا مرحوم نے اپنی یادداشت میں کیا ہے۔

”حصہ اول از کتاب یادداشت سید میر حیدر شاہ صاحب“

نوت: اصل یادداشت فارسی زبان میں ہے جو کا نسبتاً با محارہ ترجمہ بلا تبدیل زمانہ حال اور ماضی کیا گیا ہے اس لئے اکثر شخصیات زندہ متھرک پیش کیے گئے ہیں۔ (از مترجم)

حضرت سید شیر علیؒ ماجر خیل المعروف بے شیر علیؒ گڑندی:

آپؒ بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں آپؒ کے بیٹے سراج الدین تھے جبکہ سراج الدین صاحب کے فرزند نصیب اللہ اخونزادہ اور فضل محمد کے نام سے گزرے ہیں بہت ساری کرامات آپکی طرف منسوب ہیں بیسین زئی سادات میں ماجر خیل شاہ کے ساتھ آپؒ تعلق تھا آپؒ نے تعلیم و تربیت کس طرح اور کس سے حاصل کی اسکا کوئی علم نہیں ہو سکا۔ ضلع قلات اوس ولی ”شاہ جوئے“ میں جعفر نامی جگہ میں آپؒ کی رہائش تھی وفات بھی وہاں پا گئے آپؒ کی قبر بھی وہاں اپنے بیٹے کی قبر کے ساتھ ہے کسی زمانے میں آپؒ کی قبر کھل گئی جسم مبارک بالکل صحیح تھا وہاں کے باشندوں نے اس کی آپؒ کے اولاد کو اطلاع کو دی انہوں نے جواب دیا کہ ان کی لاش کو نکال کر ہم اپنے ساتھ لے جائیں گے اس علاقے کے لوگوں نے انکار کیا اور ساتھ ساتھ قبر کی مرمت کر کے ایک سال تک اس پر پھرہ بٹھا دیا۔ (آپؒ کے پتوں میں جانان اخونزادہ اچھے عالم دین ہیں۔)

اخونزادہ خیل شاہ کے بعض ان فضلاء کا ذکر جو کہ نہ صرف علم کے آسمان کے درخشان ستارے تھے بلکہ طریقت کے میدان کے بھی شہسوار تھے:

عالم لا ثانی اور فاضل ربانی بے انتہا ذا کر مولا نا سید پیر محمد کی اولاد کا ذکر جو کہ سید ملا خواجہ محمد بن اخونزادہ سید علم جان (علم خان) بن سید عبداللہ بن اخونزادہ محمد عیسیٰ کے بھائی تھے۔ خانہ بدشی کے دوران دس بارہ طالب علم اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ آجناہ کا ایک بیٹا مولا نا سید محمد حسن صاحب دُرِّ عدن (عدن کے موئی) کی طرح تھے جبکہ دوسری طرف فارسی اور پشتو کے شاعر تھے۔ مرحوم کا دوسری بیٹا سید غلام محمد کے نام سے اور ایک بیٹی بی بی زبیدہ کے نام سے تھی۔ سید غلام محمد شاہ عالم فاضل اور ولی کامل تھے اپنے عصر کے علوم متداولہ سید ملا عبد الرشید، ملا داد محمد (ناصر) اور دوسرے نامور علماء سے حاصل کیے تھے علم سے ان کو جتنی مناسبت تھی اتنی توجہ اس طرف مبذول نہیں کی۔ چونکہ عشق حقیقی کا جذبہ آجناہ کے دل میں زیادہ تھا اسلئے شاعری کی طرف ان کا میلان زیادہ تھا عربی، فارسی اور پشتو میں فصح اشعار کہا کرتے تھے آپ

کے اشعار کا ایک نامکمل مجموعہ آپ کے بیٹے مولوی سید اختر محمد اخونزادہ کے پاس موجود تھا اس کے عربی اشعار کا نمونہ یہ ہے

ربنا افرغ علینا صبرنا واستقمنا بعد اذہدیتنا

فارسی اشعار کا ایک نمونہ جو کہ جنت کے حوروں کے متعلق ہے

زر لطافت چون گلاب سیم تن گل غدار سر و قد سیب دُقن

جذب باطن اور آتشِ عشق کی وجہ سے جوانی میں فوت ہو گئے بیت اللہ شریف کے حج کیلئے گئے تھے روضہ شریف کی زیارت سے واپس ہو کر قدوة الساکین سید العارفین مرحوم سید احمد گل نقشبندی مدفون خانقاہ پیشین زئی شریف پنیوالہ کے مرید ہو گئے اور طریقہ بنوریہ نقشبندیہ میں ان سے مجاز ہو گئے شیخ کی وفات کے بعد جناب حضرۃ ابوالخیر دھلویؒ (ابن محمد عمرؒ ابن حضرت شاہ احمد سعیدؒ) سے معصومیہ نقشبندیہ میں بیعت ہو کر مجاز بن گئے وفات کے بعد تحصیل مقرر ضلع غزنی کے حدود میں ”شیرک“ کے مقام پر اپنے والد مرحوم کے مزار کے قریب دفن ہوئے وفات 1366ء میں ہوئی۔

حضرت سید غلام محمدؒ کے پانچ بیٹے تھے پہلا بیٹا سید عبد اللہ جو کہ دس سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ دوسرا بیٹہ مولوی نصر اللہ تھے جنہوں نے علوم متداولہ حاصل کیے تھے لیکن مجبوب الحال تھے چوتیس سال کی عمر میں فوت ہو گئے۔ تیسرا فرزند مولوی سید غلام ربانی تھے جو کہ عین جوانی میں فوت ہوئے۔ چوتھے فرزند عالم معقول و منقول مولوی اختر محمد صاحب جو کہ بڑا علم رکھتے تھے اور ساری مروجہ کتابیں بہت ہی مہارت کے ساتھ پڑھتی تھیں علم و عمل میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ پانچواں بیٹا مولوی جیلانی ہے۔

حضرت اقدس ملا سید حیدر شاہ صاحبؒ:

حضرت سید ملا حیدر شاہ اخوانزادہ بن سید خواجہ محمد کی ولادت با سعادت دو شنبہ کے دن کٹواز کے حدود میں چھ شوال 1246ء کو ہوئی پانچ سال کی عمر میں بسم اللہ کرائی گئی مگر ناز و شوخی کی وجہ سے سبق کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتے تھے اپنے ماموں جناب سید مہتر موسیٰ صاحبؒ سے سبق لیتے تھے۔ ماموں جان جتنی بھی تاکید اور سختی کرتے تھے اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا ایک دن سید دریا خان نامی آدمی نے جو کہ سید مہتر موسیٰ کے قریبی تھے کہا کہ اے مہربان کیونکہ فضول تکلیف فرماتے ہو میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ پچھر اب میں کھڑے ہونے کے قابل نہیں بنے گا۔ اس بات نے حضرت سید حیدر شاہؒ کے ضمیر کو چھخوڑا دوسرا دن پڑھنے کیلئے گھر سے نکلا پہلے بنوں گیا اس کے بعد کو حاث گیا اور چند سال کے بعد اتمان زئی حضرت شاہ اسماعیل دھلوی کے ایک شاگر مولانا عبدالغفار سے کتابیں پڑھیں وہاں سے حدیث کی سند

حاصل کر کے اپنے گھر واپس ہوئے واپسی پر اپنے رشتہ داروں سے کہا کرتے تھے کہ میں سید دریاخان ماما کے طعنہ کی وجہ سے عالم بن گیا ہوں جبکہ سید دریاخان آپ[ؒ] کے جوتے بغل میں دبا کر محراب کے قریب رکھتے تھے اور مسجد سے واپسی پر آپ[ؒ] کے سامنے رکھتے تھے بعد میں اپنے ما موال حضرت سید مہتر موسیٰ[ؒ] کے مشورے سے حضرے حاجی دوست محمد قدھاری[ؒ] سے بیعت ہو گئے۔ پانچ چھ سال کی محنت کے بعد مجاز بن گئے۔ کتاب احمد یہ میں حضرت حاجی صاحب[ؒ] کے کئی مکتوب سید حیدر شاہ صاحب[ؒ] کے نام درج ہیں۔ ایک خط روضہ اقدس کی زیارت کی ضرورت پر تو حضرت قدھاری[ؒ] نے پورے رسالے کی شکل میں ایک مکتوب گرامی سید حیدر شاہ[ؒ] کے نام لکھا ہے۔ حضرے قدھاری[ؒ] جب کسی وقت اچانک یہاں ہوئے تو حضرت سید حیدر شاہ[ؒ] کو ایک واضح مکتوب کے ساتھ اپنا جانشین مقرر کیا وہ مکتوب آج تک حضرت سید حیدر شاہ کے بھائی کے خاندان میں حضرت حاجی دوست محمد قدھاری[ؒ] کے دستخط کے ساتھ موجود ہے۔ چونکہ قدرت کو کچھ اور منظور تھا اسلئے حضرت قدھاری[ؒ] تو اس بیماری سے صحت یاب ہو گئے اور سید حیدر شاہ صاحب[ؒ] یہاں ہو کر فوت ہو گئے۔

حضرت اخونزادہ سید حیدر شاہ نے 1302ء میں وفات پائی اور قلات شہر کے مشرق میں ”خالا“ نامی جگہ میں دفن ہوئے۔

حضرت سید محمد عمر[ؒ] المعروف بے سید عمری بن اخونزادہ سید خواجہ محمد[ؒ]:

حضرت سید حیدر شاہ صاحب[ؒ] کا دوسرا بھائی حضرت سید محمد عمر[ؒ] تھا۔ سید محمد عمر[ؒ] گیارہ محرم 1249ء کو بروز اتوار پیدا ہوئے۔ ڈیرہ اسماعیل اور بنوں کے حدود میں تحصیل علم کر کے جید عالم بن گئے۔ علم و دانش اور زند و قناعت کے سے مزین تھے۔ تدریس کے ساتھ ساتھ درخت کا ترجیح پشتونظم میں کیا آپ[ؒ] کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ افغانستان کے کندھار شہر میں مولوی ناصر کے پاس موجود تھا۔ جس سے عوام و خواص نے کافی فائدہ اٹھایا۔ کتابوں کے جمع کرنے کے بہت شوقین تھے۔ اکثر پیسے اسی میں خرچ کرتے تھے۔ اپنے بیٹوں کو بھی بھی وصیت کرتے تھے۔ مگر آپ[ؒ] کی وفات کے بعد بعض نا اصولوں نے آپ[ؒ] کے کتب خانے سے چوریاں کر کے اکثر کتابوں کو ضائع کیا۔ آپ[ؒ] کے بیٹے درجلال شاہ بخاری نے بھی اپنے والد محترم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کتابوں کی جمع واری میں اپنی زندگی گزاری اور ان کا کتب خانہ کندھار شہر کا سب سے بڑا کتب خانہ سمجھا جاتا تھا۔ مولانا سید محمد عمر[ؒ] نے بھی بیعت اپنے ما موال حضرت سید مہتر موسیٰ صاحب سے کی۔ چنانچہ کچھ عرصے کے بعد ابجازت سے بھی سرفراز ہوئے۔ حضرے سید مہتر موسیٰ نے اپنی رحم بی بی نامہ بیٹی آپ[ؒ] کے نکاح میں دیدی جس سے سید درجلال شاہ اور سید مہر جمال شاہ پیدا ہوئے۔ جب کہ سید محمد عمر صاحب[ؒ] نے دوسری شادی

سید محمد حسن اخونزادہ کی بہن سے کی جس سے عارف ٹانی سید عبد اللہ پیدا ہوئے جو کہ بہت بڑے ذاکر اور تاریخ دن تھے سید عبد اللہ لاولد تھے۔ دوسری شادی سے دوسرابیٹا سید مصطفیٰ پیدا ہوا۔ سید مصطفیٰ بھی لاولد تھے۔ سید محمد عمرگی تیسری بیگم سے سید عطاء اللہ، سید عبد الباقی اور سید عبدالرشید پیدا ہوئے۔ سید محمد عمر نے آخری زندگی قلات شہر کے قریب خالا (ملاشا ہو) میں گزاری وفات کے بعد اپنے جھرے کے سامنے دفن ہوئے۔

حضرت سید محمد عیسیٰ ولد حضرت سید نور الدین:

سید محمد عیسیٰ ولد سید نور الدین کی ولادت 1070ھ کے آس پاس ہوئی۔ متداول علوم کے حصول کے بعد زہد ریاضت میں مصروف ہو گئے۔ دن کے وقت صائم اور رات کے وقت قائم ہوتے تھے۔ دنیاوی کاروبار سے دست کش تھے۔ جبکہ اخروی تجارت میں مصروف تھے۔ مشائخ وقت میں کسی کے ہاتھ پر بیعت نہیں تھے۔ کسی نقیر منش مجدوب کی ملاقات کی وجہ سے دنیا سے کنارہ کش ہو گئے تھے۔ طالبین جب اس کی طرف رجوع کرتے تو کہ کہہ کرو اپس کرتے کہ بغیر مجاز ہونے کے کس طرح ارشاد کا میراث اٹھاؤ۔ کثرت جذب کی وجہ سے بیٹوں کی تربیت بھی نہیں کر سکے۔ صرف بڑے بیٹے اخونزادہ سید ملا عبد الرحیم نے متداول علوم حاصل کئے۔ دوسرے بیٹے سید عبد اللہ شاہ کو گھر لیو معاملات سے فرصت نہیں ملی۔ تیسرا بیٹا سید عبد الرحمن عرف کا کی حالت جذب میں رہا کرتے تھے۔ اسلئے اس کو دائیں باسمیں کا پتہ نہیں چلا۔ اسلئے باپ کی جگہ بڑے بیٹے سید ملا عبد الرحیم نے لے لی۔

سید ملا عبد الرحیم اخونزادہ:

آپؒ کی ولادت ۱۱۰۵ھ اور ۱۱۱۰ھ کے درمیان ہوئی۔ اپنی ہمت سے علوم کثیرہ کی تحریک کے بعد تدریس میں مشغول ہو گئے۔ اپنوں اور پرایوں کا رجوع ان کی طرف ہوا۔ اخونزادہ صاحبؒ کا ایک بیٹا سید ملا اللہداد اپنے علم کی وجہ سے مشہور زمانہ ہوا۔ ہر فن میں کیتا تھا۔ اپنی قوم کے سفید ریشوں سے میں نے سنا ہے کہ آپؒ کی عمر ایک سو دس سال تھی۔ مضبوط حافظتی کی بدولت آپؒ کو سات سال کی عمر کی باتیں بھی یاد تھیں۔

دو تانی قبلیہ کا عبد اللہ نامی آدمی اولاد نہ ہونے کی وجہ سے دعا کیلئے حاضر ہوا۔ آپؒ کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس کو گیارہ بیٹے دیے۔ اس آدمی کے پوتوں میں سے کوئی پوتا کسی وقت کام کیلئے حاضر ہوا آپؒ نے اس کا نام پوچھا اس نے اپنا نام گل محمد بتلایا سید ملا اللہداد صاحبؒ نے کہا آپؒ کو تو نہیں جانتا مگر شاید آپؒ کے والد کو پہچان لوں اسلئے اس کا نام بتلادو۔ اس نے اپنے والد کا نام باگل بتلایا اخونزادہ صاحبؒ نے کہا کہ اس کو بھی نہیں جانتا اس کے والد کا نام بتلادو شاید اس کی پہچان ہو جائے اس آدمی نے اپنے والد کا نام عبد اللہ بتلایا اخونزادہ سید اللہداد نے کہا کہ ہاں اس کو جانتا ہوں

اور پھر اس کا سارا واقعہ اسکو سنادیا۔ سکر اس آدمی نے کہا کہ اخونزادہ صاحب اگر ناراض نہیں ہوتے تو ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں اجازت ملنے پر اس آدمی نے کہا کہ اس زمانے سے آپ زندہ ہیں یا مر کر دو بارہ زندہ ہو چکے ہیں؟ اخونزادہ سید اللہداد کے فرزند سید ملام محمد سعید اخونزادہ بھی صاحب علم عمل تھے ان کی تاریخ ولادت اور وفات معلوم نہیں۔ ساری زندگی درس و تدریس میں گزاری۔ آخری وقت میں ”زرغون“ نامی مقام شہر بلوخیل میں وفات پا کر دفن ہوئے۔ سید ملام محمد سعید اخونزادہ کے دو بیٹے سید اختر محمد اور سید ملا امیر محمد تھے۔ ان دونوں نے علم حضرت سید احمد گل صاحبؒ بانی و مسند نشین خانقاہ پیشین زئی سے حاصل کیا تھا۔ سید ملا امیر محمد صاحبؒ بہت ہی ظریف اطیع تھے ہر کسی کے ساتھ خوشی سے پیش آتے۔ خوشامند کٹواز میں مدرس تھے اور وہاں ہی فوت ہوئے۔ ان کے چار فاضل بیٹوں میں سے ایک ملا شیر محمد صاحبؒ تھے۔

سید اختر محمد صاحبؒ کے سات بیٹوں میں سے ایک بیٹے سید احمد جان اخونزادہ نے جسکی ولادت 1200ھ میں زرغون نامی مقام میں ہوئی۔ حضرت ابوالخیر صاحبؒ سے خلافت حاصل کی۔ سید احمد جان صاحبؒ کی سخاوت ضرب المثل تھی۔ خانقاہ مذکور کی انہوں نے بے حد خدمت کی ہے۔ چار پانچ دفعہ حج پر تشریف لے گئے ہیں وہاں کافی احباب بنالے۔ انتہائی غربت کے باوجود سالانہ 90,800 دنے ذبح کرتے تھے۔ آخری عمر میں سید حیدر شاہ صاحبؒ کی پرانی مسجد کو شہید کر کے نئی مسجد بنالی۔ 1300ھ میں وفات پا کر زرغون شہر میں اسی مسجد کے مشرقی حصے میں دفن ہوئے۔ آپ کے پانچ بیٹوں سید احمد جان اخونزادہ جو کہ حضرت سید حیدر شاہ کے نواسے تھے، جید عالم ہیں۔ سید احمد جان نے ایک بیٹی ہاجرہ نامی سید امیر جان کا تاب الحروف کے چچا کو دی تھی۔ ان کی وفات کے بعد کتاب الحروف سے شادی کے نتیجے میں اس سے ایک بیٹا محمد عیسیٰ پیدا ہوا۔

سید ملا اللہداد اخونزادہ کا تیسرا بیٹا سید ملام محمد یار اخونزادہ تھا۔ عالم بے بدل تھے۔ حضرت سید مہتر موئی صاحبؒ بانی سلسلہ خانقاہ پیشین زئی کے مرید تھے۔ آپؒ کے تین بیٹے تھے۔ سید دوست محمد، سید دین محمد اور سید خان محمد۔ ان تینوں نے باطنی فیوضات حضرت سید احمد گل صاحبؒ بانی خانقاہ پیشین زئی سے حاصل کی تھیں۔

اخونزادہ مولانا سید محمد علیم (محمد عالم) بن اخونزادہ سید عبداللہ شاہ بن سید محمد عیسیٰ:

سید عبداللہ شاہ بن سید محمد عیسیٰ نے چونکہ والد کی حالت جذب کی وجہ سے علوم حاصل نہیں کیے اسلئے اسکے فرزند اکابر سید محمد اخونزادہ اسی حضرت اور افسوس کے عالم میں صفرسی ہی میں گھر سے نکل کر لاپتہ ہو گئے۔ سولہ سال تک دہلی اور اسکے مضافت میں علم حاصل کرتے رہے۔ دہلی میں حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم دہلویؒ سے تحصیل علوم کرتے

رہے۔ جب ہر طرح سے کامل ہو گئے تو گھر واپس ہو گئے۔ آپؒ کے چچا محترم اخونزادہ ملا سید عبدالرحیم، جواں وقت اپنے والد محترم کے مند پر بیٹھے تھے آپؒ کی آمد سے بڑے خوش ہوئے اور آپؒ کو سر آنکھوں پر بٹھانے لگے۔ کئی آدمیوں کو آپؒ کی خدمت پر مقرر کیا۔ اٹھائیں سال کی عمر میں آپؒ گلی شادی سید ملا صدقیق بن مولانا سید غلام محمد کی بہن سے ہوئی اس نے تہذیب میں سامان سے لدے ہوئے چھاؤنٹ دیے۔ یہ وہی زمانہ تھا جب کہ بادشاہ نادر شاہ کندھار قشیر کر کے کابل روانہ ہوا تھا۔ اخونزادہ محمد علم نے ایک فصح و بلغ خطبہ روافض کے رد میں کہا اور لوگوں کو نادر شاہ کے خلاف جہاد پر اکسایا۔ قبلیہ کے سفید ریشوں اور نابالغوں کو جمع کر کے کہا کہ تمہیں چاہئے کہ کل دریائے ڈله کے کنارے سے دازخا کو کی جانب کوچ کر لیں تاکہ نادر شاہ کے غلبے کی وجہ سے ہمارے بچوں اور عورتوں کو نقصان نہ پہنچے۔ خود جنگ پر روانہ ہوئے اور شاہ بہار کی حدود میں جنگ شروع کی۔ مقدور بھر کو شش کی مگر نادری توپوں کے ساتھ کمزور لوگ مقابلے کی ہمت نہ کر سکے۔ بہت سارے لوگ شہید ہو گئے جنکے سر کاٹے گئے۔ شکست کے بعد کٹوڑا اور ناوہ کے سارے لوگ سید اخونزادہ صاحبؒ کے پرچم کے پیچھے روانہ ہوئے۔ نادر افشار نے جب اس کی شریعہ جمع کو دیکھا تو ایک رسالہ اس کے پیچھے بھیج دیا۔ جب ناوہ کے لوگ کوہ سرخ کے حدود میں مذکورہ پرچم سے ناوہ کی طرف علیحدہ ہو گئے تو کچھ لشکر شاہی ناوہ کی طرف اور کچھ پرچم کے پیچھے روانہ ہوا۔ دشت ڈیلہ (ڈیلہ کی صحراء) میں دونوں کی ملاقات ہوئی اور خونزیر بڑاہی ہوئی۔ نادر افشار کے لشکر کو شکست ہوئی۔ مقتولین کے سوانا دری فوج کے بیس سے اوپر آدمی زندہ پکڑے گئے۔ جنکے بد لے اپنے قیدی رہا کیے گئے۔

حضرت اخونزادہ محمد علم صاحبؒ نے کے اہمیں وفات پائی اور درہ گول میں گل کچ کی حدود میں دفن ہوئے۔ اس عالم رباني فاضل لاثانی کے چار بیٹے پیدا ہوئے۔ جن میں سے دو بیٹے عالم بے بدل بن گئے جبکہ دو بیٹے مجدوب تھے۔ پہلے بیٹے زبدہ اولاد سبیطین اسوہ امجاد حافظین مولانا مرحوم سید خواجہ محمد اخونزادہ۔ دوسرا بیٹہ اخونزادہ سید ملائیحہ۔ تیسرا بیٹہ سید صالح محمد مجدوب۔ چوتھے بیٹہ سید داد محمد۔

سید خواجہ محمد اخونزادہ نے کچھ علوم کی تحصیل اپنے والد محترم سے کی جبکہ کچھ علوم کی تحصیل اپنے زمانے کے دیگر علماء سے کی۔ والد محترم کی وفات کے بعد ان کے جانشین بن کر لوگوں کے معاشرتی اور روحانی مسائل حل کرتے تھے اور اسی راستے سے اپنے شاگردوں کی مالی خدمت بھی کرتے تھے۔ حضرت سید خواجہ محمد اخونزادہ نے شادی اپنے ماموں سید علی محمد ولد سید غلام محمد کی بیٹی بی بی نینب سے کی۔ جس سے ان کے چار بیٹے پیدا ہوئے۔

سید حیدر شاہ اور سید محمد عمر، ان دو کی اولاد چلی اور آج تک موجود ہے۔ سید محمد تبر شاہ اور سید ملا صاحب خان

اخوانزادہ، ان دو کی اولاد نہیں چلی۔

نوٹ: میرے (متترجم) خیال میں یہ سید خواجہ محمد صاحبؒ وہی ٹرنگ پوائنٹ ہیں کہ جہاں سے علم اور معرفت کی ندیاں حضرت سید محمد مہتر موسیٰ صاحبؒ کی وساطت سے اخوند خیل شاخ سے مغل خیل شاخ میں بھی منتقل ہوتی ہیں کیونکہ کافی سارے اخوند خیل شاخ کے علماء اور فضلاء سے میں نے سنا ہے کہ حضرت سید محمد مہتر موسیٰ صاحبؒ کی قبولیت اور ولایت میں ایک اخوند خیل بزرگ کا عمل دخل ہے بالفاظ ایشان حضرت سید محمد مہتر موسیٰ صاحبؒ کی بزرگی کسی اخوند خیل ولی کامل کی دعا کا نتیجہ تھی مگر ان کو بزرگ کے نام کا کوئی اتنا پتہ معلوم نہیں تھا جبکہ حضرت سید محمد مہتر موسیٰ صاحبؒ کے پیروں کے سلسلے میں کسی اخوند خیل بزرگ کا نام نہیں ملتا۔ تلاش بسیار کے بعد میں اس نکتے پر پہنچا کہ ایک طرف حضرت سید خواجہ محمدؒ نے جو کہ ایک عالم فاضل ولی تھے علوم و بزرگی اپنے والد محترم حضرت سید محمد علم صاحبؒ سے حاصل کی جو کہ حضرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ کے شاگرد تھے۔ جبکہ حضرت سید محمد مہتر موسیٰ صاحبؒ نے علوم و فنون اسی حضرت سید خواجہ محمد صاحبؒ سے حاصل کیے جو کہ حضرت سید محمد مہتر موسیٰ صاحبؒ کے بہنوں بھی تھے حضرت سید محمد مہتر موسیٰ صاحبؒ نے ان کی از حد خدمت بھی کی ہے اور اسی خدمت کے نتیجے میں انہوں نے ان پر شفقت کا ہاتھ رکھ کر ایسی تربیت فرمائی کہ جس کے نتیجے میں حضرت سید محمد مہتر موسیٰ صاحبؒ پیشین زئی سادات کی آنکھ کا تارہ بن گئے اور ان کی اولاد بھی آج انہی اکابر کے راستے کے راہ پر ہیں۔ دوسری طرف حضرت سید محمد مہتر موسیٰ صاحبؒ انہی حضرت خواجہ محمد صاحبؒ شاگرد و پسر حضرت سید محمد علمؒ، کی وساطت سے اسی شجرہ طوبی جسکی شاخیں بر صغیر کی گھر گھر میں پہنچ چکی ہیں اور جسکو سلسلہ حضرت شاہ ولی اللہ (ولی اللہی سلسلہ) کہا جاتا ہے، کے اصل مآخذ و منع تک رسائی ہو جاتی ہے۔ جسکے متعلق حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد حکمت نظری کے ساتھ ساتھ حکمت عملی کے بھی امام تھے۔ و مختلف مسالک، وضاحتیں اور رایوں کو تطبیق دیکر ایک نکتے پر متفق کرنا انکی ایک خاص خصوصیت تھی۔ اس طرح علم تفسیر کو تفسیر جلایں وغیرہ تفاسیر اور مشکل منطقی اصطلاحات سے نکال کر خالص قرآنی آیات کی روشنی میں پیش کرنا کم از کم بر صغیر کی حد تک انہی کا کارنامہ ہے۔

” حصہ دوم از کتاب یادداشت سید میر حیدر شاہ صاحب ”

فصل اول: سید غلام محمد بن مولانا سید ظفر شاہ کے دوسرے بیٹے ملا عبد الرحیم نامی کے بیان میں:

ملا عبد الرحیم کے چار بیٹے تھے جن میں ہر ایک چیتے سے دلاور (دلیر) اور شیر سے طاقت و رتھا۔ اور اس زمانے کے کمالات میں سے ایک کمال یعنی شمشیر زنی میں بے مثال تھے۔ مہماں نوازی اور قربانی کے جذبے سے سرشار تھے۔ بھی دلیری ان کیلئے باعث جبر و ظلم دیگران ہوتی ان کے اس ظلم کی وجہ سے ان کے چچازاد جناب سید مہتر موسیٰ شاہ نے ان کے حق میں بدعا مانگی تاکہ وہ علاقہ بدر ہو جائے۔ چنانچہ وہ علاقہ بدر ہو کر بھی نواب احمد یار خان نواب آف ناک کے ساتھ اور بھی وزیریوں اور مسعودوں کے ساتھ مل کر رہنی کرتے تھے۔ ملا عبد الرحیم کے تین بیٹے لاولد تھے۔ اور ایک بیٹی کی اولاد تھا حال باقی ہے۔

فصل سوم: سید غلام محمد بن مولانا سید محمد ظفر شاہ کے بیٹے ملا علی محمد کے بیان:

اس محترم کی پیدائش جمعرات کے دن 8 شوال 1146ھ کو ہوتی۔ اس کے بعد والد کی ہدایت اور بڑے بھائی مولانا محمد صدقیؒ کی کوششوں کی برکت سے متداول علوم کی تحصیل میں مشغول ہو گئے۔ اس زمانے کے ضروری علوم کی تحصیل کے بعد انہوں نے بیعت کا ہاتھ سیادت پناہ محبوب رحمان حضرت مرا جان جاناںؒ کے ہاتھ میں دیا۔ ان کی بہت ہی خدمت کی۔ شب خیزی اور کافی محنت کے بعد خلافت کے حصول کے قریب ہو گئے (یعنی نقیری کے معاملات شروع ہو گئے۔) 1152ھ میں دامان کے علاقے میں چلے آئے۔ اس کے بڑے بھائی نے ملا برحق بن ملا وزیر بن مولانا محمد ظفر کی بیٹی بی بی صفیہ (جسکے والد اس کے چچا تھے) اس کیلئے مانگی۔ اس عفیف سے اس کے تین نیک اختر بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوتی۔ پہلے بیٹے کا نام سید مہتر موسیٰ شاہ، دوسرے کا نام سید عیسیٰ گل تھا۔ جبکہ تیسرا کا نام سید غازی محمد تھا۔ جبکہ اس محترمہ بیٹی کا نام بی بی زینوبہ (زینب) تھا۔ جو کہ سید خواجہ محمد (اخوند خیل) کے نکاح میں آئی اور جس سے چار بیٹے (۱) سید حیدر شاہ (۲) سید عمر شاہ (۳) سید صاحب خان (۴) سید تیمور پیدا ہوئے۔

حضرت سید مہتر موسیٰ شاہ صاحبؒ کے بیان میں:

اس ولی بے نظیر کی پیدائش ماہ ربیع الاول بروز بدھ 196ھ (ایک ہزار ایک سو چھانوے) کو وانا کے حدود میں سید ملا برحق کی بیٹی بی بی حنیفہ سے ہوتی۔ چند سال کے بعد والد محترم نے اپنے بیٹے کو جس کی پیشانی سے بزرگی کا نور ظاہر تھا علوم ظاہری کی طرف متوجہ کیا۔ چنانچہ قرآن کریم اور ضروری دینیات کی تعلیم اس نے اپنے بہنوی سید ملا خواجہ محمد

سے حاصل کی۔ (خواجہ محمد صاحب سید محمد عالم خان کے بیٹے اور شاگرد تھے۔ جو کہ حضرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ کے شاگرد رشید تھے) علم ظاہری سے دست برادر ہو کر عبادت حق میں مشغول ہو گئے۔ وہاں سے دہلی کی طرف سفر کر کے زاہد و حیدر حضرت شاہ احمد سعید فاروقی کے مرید ہو گئے۔ چونکہ آنحضرت نے جلدی مدینہ منورہ کی طرف تجربت فرمائی اسلئے بعد میں ان کے جانشین سلطان العارفین سیدالاسکلین حاجی دوست محمد نقشبندی یوسف زئی قندھاریؒ کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے۔ اسی راستے میں آنحضرت نے بہت ہی کوشش اور محنت کی۔ جناب حاجی دوست محمد قندھاریؒ بہ نفس نفس ان کی تربیت کیلئے دامان اور لوڑگی شنگنی مقام میں تشریف لے گئے۔

سید فقیر مہتر موسیٰ صاحبؒ کی ایماء پر اس زمانے کے بڑے بڑے علماء جو کہ سورج کی طرح تابان تھے حضرت قندھاریؒ کے مرید بن گئے ان علماء میں ہوتک ملا جاناں اخونزادہ، صاحبزادہ عبدالرشید ترکی، ملا مان لودین، سید ملا حیدر شاہ علوی، ملا عبد المنان اخونزادہ تو خی شامل تھے۔ اور جناب حاجی صاحب کیلئے تین خانقاہیں بنائیں۔ (۱) ایک شنگنی لوڑگی میں (۲) دوسری ارغسان میں (۳) تیسرا دامان کے موئی زئی میں۔ اس کے بعد حاجی صاحبؒ نے سید مہتر موسیٰ صاحب کو نقشبندیہ مخصوصیہ میں مکمل اجازت دیدی بعد ازاں طریقہ چشتیہ ایک کامل مکمل سے اور طریقہ قادریہ شریف بھی حاصل کیا۔

جناب سید مہتر موسیٰ شاہ صاحب کے اپنی زوجہ محترمہ ہشت بی بی سے تین بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔

(۱) حضرت سید احمد گل صاحبؒ:-

آپ کی ولادت کئے واڑ کے اطراف میں اتوار کے دن چھ محرم الحرام ۱۲۵۹ھ کو ہوئی۔ چار پانچ سال کے بعد تعلیم کی طرف متوجہ کیے گئے۔ بچپن سے ان کی پیشانی سے فیضات باطنی کے آثار نمایاں تھے۔ قرآن کریم اور نظم کی کتابیں پڑھنے کے بعد والد محترم ان کو اپنے شیخ حضرت قبلہ حاجی صاحب کے پاس لے گئے۔ حضرت اقدس حاجی صاحبؒ نے آپ کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ اور آپ کے سر پر اپنا ہاتھ مبارک رکھ لیا اور اپنے خادم ملام قبول سے فرمایا کہ فلاں دستار مبارک جو میرے مرشد (حضرت شاہ احمد سعید فاروقیؒ) نے مدینہ منورہ سے میرے لئے بھیجا ہے، لے آؤ۔ جب وہ دستار لایا گیا تو قبلہ حاجی صاحب نے عنایت شفقت کے ساتھ دستار مبارک کو اس بچے کے سر پر باندھ لیا اور بچے سے فرمایا کہ صاحبزادہ صاحب مبارک ہوا اور پھر اہل مجلس کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ اس بچے کے حق میں دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کو عالم کامل اور ولی اکمل بنادے۔ دعا کے بعد سب نے اس بچے کو صاحبزادہ کے لفظ کے ساتھ مبارک بادی دینی شروع کی۔ حضرت قبلہ حاجی صاحب نے پوچھا کہ بیٹے کوئی چیز پڑھتے ہو۔ سید احمد گل صاحب نے

جواب میں کہا کہ قربان پڑھتا ہوں۔ مخزن اسرار حضرت حاجی صاحب[ؒ] اس جواب سے بے حد خوش ہوئے اور ان کے والد محترم سید مہتر موسیٰ شاہ صاحب[ؒ] کی طرف رومبارک کر کے فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ یہ صاحبزادہ پہلے قرآن شریف حفظ کرے اور پھر علوم کی تحصیل میں ابتدا کرے۔ حضرت قبلہ والد صاحب نے اپنے مرشد کے حکم کے مطابق اپنے بیٹے کو اپنے ایک عزیز اور مرید سید ملا مہربان[ؒ] کے حوالے کیا۔ ملا صاحب کی کوشش سے جناب سید احمد گل صاحب[ؒ] نے تین سال میں قرآن مجید یاد کیا۔

آپ ایسے حافظے کے مالک تھے کہ بچپن میں جبکہ ابھی آپ بول بھی نہیں سکتے تھے کسی عورت نے آپ کے سر سے رومال کھینچ کر چوری کیا۔ جب کچھ سال کے بعد بولنے لگے تو بتلایا کہ فلاں عورت نے فلاں وقت میرے سر سے رومال زبردستی اتار لیا تھا۔

علم صرف، نحو، معانی، منطق، هیئت اور دوسرے علوم فضیلت پناہ علامہ مقری لاٹانی مولانا خدا نے رام صاحب ترکی سے حاصل کیے۔ علم حدیث اور تفسیر کو فاضل ربانی مولانا غازی مشک عالم شلگری سے حاصل کیے۔ فقة اور اصول فقه فضیلت پناہ عالم مقبول سید ملا عبد الرسول کریم خیل سے، جو حضرت کے اقرباء میں سے تھے اور ”نجerra“ نامی کتاب کے مصنف بھی تھے، حاصل کیے۔

میں سال کی عمر میں علوم کی تحصیل سے فراغت کے بعد علم باطنی کی طرف متوجہ ہو گئے۔ چار پانچ سال کے عرصے میں اپنے والد بزرگوار سے سلسلہ نقشبندیہ کے دونوں سلسلے معموصہ اور بخوریہ طے کر کے درس و ارشاد میں مصروف ہو گئے۔ چند سال بعد والد بزرگوار کی وفات کے بعد نقل مکانی چھوڑ کر ایک جگہ سکونت اختیار کی۔ 1304ھ میں کٹواز کے علاقے میں خوشامند کے قبضے میں چھوٹی ندی کے کاریز کے کنارے ایک مسجد اور چند جھرے طالبوں اور صوفیوں کیلئے بنایا کر دیا اور ارشاد میں مصروف ہو گئے۔ ان اطراف کے اکثر لوگ طریقہ نقشبندیہ میں داخل ہو گئے۔ چنانچہ چند بڑے اور جیڈ علماء جو حضرت کے مریدین اور خلفاء میں شامل تھے کا تذکرہ کروں گا۔ (۱) ملا محمد عدل ثفری (۲) فاضل بے پاپان ملا سلطان و تو خیلی (۳) ذا کر بے انتہا ملا احمد نسو خیلی (۴) عالم تابان ملا صاحب جان (۵) سیادت و نقابت پناہ مولانا سید ملا اختر محمد پدر مرحوم اخونزادہ مولانا سید احمد جان (۶) سیادت پناہ مولانا سید ملا اختر محمد (۷) سیادت پناہ سید ملا دین محمد، پدر سید عبدالوهاب اخونزادہ (۸) اس طرح سید ملا دین محمد کا بھائی دوست محمد جو کہ عبد اللہ جان کے والد تھے۔ (۹) فاضل ربانی ملا محمد صدیق ناصری (۱۰) فضیلت و معرفت آگاہ سید ملا محمد عظیم (۱۱) جواری فیصل اللہ سید عبد اللہ شاہ مانجھ خیل (۱۲) سیادت و نقابت پناہ صاحب حال سید درجلال اخونزادہ وغیرہ حضرات، جو کہ شجرہ کی طوالت کا

سبب ہو گے۔

1312ھ میں اپنے چھوٹے بھائی فنا فیض اللہ حضرت سید فیض اللہ صاحب کی معیت میں دوسرے اقرباء اور مخلصین کے ہمراہ عازم بیت اللہ شریف ہو گئے۔

حج سے واپسی کے بعد چونکہ والد محترم کے متعلقین اور اپنے متعلقین کی طرف سے جو کہ علاقہ دامان ڈیرہ اسماعیل خان اور دیگر مردوں قوم میں آباد تھے، بہت زیادہ اصرار کے ساتھ ان کو آنے کی دعوت دی گئی۔ اور اللہ کی طرف سے بھی فیصلہ اسی طرح ہوا تھا اسلئے **1315ھ** میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ علاقہ دامان ڈیرہ اسماعیل خان میں تشریف لے گئے۔ اور پنیالہ کے ملک مہربان خان کے والد محترم جناب شہاب الدین خان قوم بخش نے آپ کیلئے ایک قطعہ زمین جس پر ایک حوالی، مسجد اور چند حجرے تعمیر کیے گئے وقف کر لی۔ جہاں پر آپ لوگوں کی ہدایت و ارشاد میں مصروف ہو گئے۔ عوام و خواص دونوں نے ظاہری اور باطنی فوائد سمینٹے شروع کئے۔ آخر میں اسہال کے مرض کی وجہ سے ۸ رمضان المبارک کو برابطابق **1318ھ** وفات پا گئے۔ انا لله و انا الیہ راجعون۔ حضرت کی وصیت کے مطابق قبر شریف بغیر کسی عمارت کے سادہ بنائی گئی۔ قبر سے مغرب کی طرف ایک مسجد، حجرہ اور ایک دالان ذکر و اذ کار کیلئے بنائی گئی۔

حضرت نے اپنے پیچھے نوبیٹے اور دو پیٹیاں چھوڑ دیں۔ جنکا ذکر اجمالاً کیا جائیگا۔

(۱) سیادت و نقابت پناہ جوادت و نجابت دستگاہ خادم شریعت نبی کریم ﷺ حاجی حرمیں شریفین حضرت سید عبدالکریم شاہ صاحبؒ:- آنجناب کی ولادت بروز اتوار گیارہ ربیع الاول **1288ھ** کو دامان کے حدود میں ہوئی۔ آنجناب کی والدہ سید رحمت کی بیٹی اور عالیجہ سید جمعہ خان کی بہن تھی جو کہ ایک بولنے والے یعنی مرد بے باک، مہمان نواز اور دلیر تھے۔ ٹیکن زئی کی علی خیل شاخ سے انکا تعلق تھا مگر سارے نور الدین خیل قبلیے کے سردار تھے۔

حضرت نے علوم متداولہ زیادہ تر اپنے پیچاؤں (جناب سید عبدالکریم صاحبؒ اور جناب سید فیض اللہ صاحبؒ) سے حاصل کیے جن میں ہر ایک سیادت و فضیلت پناہ اور بہت بڑے علم کا مالک تھا۔ جب علم ظاہری سے مکمل فارغ ہو گئے تو چند سال تدریس میں مشغول ہو گئے۔ اسی حالت میں اپنے والد محترم سے طریقہ نقشبندیہ بنوریہ میں کسب کر کے مجاز بن گئے۔ جب طریقہ معصومیہ میں مشغول ہو گئے تو والد محترم نے سفر آخرت کے اختیار کیا۔ چند سال کے بعد **1342ھ** میں حضرت حافظ جی رام پوری (حضرت حافظ عنایت اللہ را مپوریؒ) غلیفہ اجل جناب حضرت ارشاد حسین مجبدی سے طریقہ معصومیہ میں مجاز ہو گئے۔ باقی آپ کے خلفاء اور مریدوں کے حالات اختصار کی وجہ سے میں نے ذکر

نہیں کیے آنحضرت کے چار بیٹے اور تین بیٹیاں دو بیگمات سے تھیں۔

پہلی بیگم سے عفیفہ حافظہ ہاجڑہ تھیں ان کی والدہ کا نام زینوبہ (زینب) تھا جو کہ سید عبدالغفور ولد سید عبدالرشید عالم فاضل کی بہن تھی۔ حضرت نے اپنی اسی بیٹی کو سات سال کی عمر میں حفظ قرآن پر لگایا تھا۔ اپنی ہمت اور والد محترم کی کوششوں سے پانچ سال میں قرآن کریم حفظ کر لیا۔ چند سال کے بعد اسی بیٹی کا نکاح اپنے چچازاد بھائی جناب سید محمد حسن شاہ صاحبؒ سے کرا رایا جن سے ایک بیٹا سید محمد (جو کہ ابھی تک حیات ہے) پیدا ہوا۔

آنحضرت کی دوسری بیگم زاکرہ (زکیرہ) نامی بنت سید دادشاہ بن سید امیر محمد تھی۔ ان سے دو بیٹیاں اور چار بیٹے تھے۔

(۱) پہلے بیٹے کا نام سید احمد شاہ تھا جو کہ شوال ۱۳۳۱ھ کو جمعہ کے دن پنیوالہ میں پیدا ہوئے۔ سب سے پہلے حفظ قرآن پر لگایا اس کے بعد باقی علوم کی طرف متوجہ کیے گئے کچھ کتابیں اپنے والد محترم، جناب مولوی خدائے داد ترکیٰ اور اپنے چچا جناب سید عبدالعزیز شاہ صاحبؒ سے پڑھیں۔ اپنے والد محترم سے طریقہ نقشبندیہ میں بیعت کی تھی۔ پھر والد محترم کی وصیت کے مطابق اپنے چچا محترم (سید عبدالعزیز شاہ صاحب) سے بیعت ہو کر تین سال میں سلوک طے کر کے مجاز ہو گئے اور دعوت و ارشاد میں مشغول ہو گئے۔

(۲) حضرت سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ کے دوسرے فرزند فضیلت پناہ اور معرفت آگاہ مولوی سید محمد صاحب تھے جنکی ولادت با سعادت منگل کے دن پندرہ شوال ۱۳۳۳ھ کو خاقاہ میں ہوئی چند پارے یاد کر کے حفظ رہ گیا۔ اور باقی علوم اپنے بڑے بھائی کے ساتھ مذکور الصدر اساتذہ سے حاصل کیے مگر باطنی طریقے میں انہوں نے علیحدہ راستہ اپنایا۔ وہ شیخ العرب والجعجمیشہ مہند مولا نا حسین احمد مدینی صدر مدرس دارالعلوم دیوبند سے بیعت ہو گئے۔ انہوں نے تین نکاح کیے۔ پہلی شادی سید ملا محمد اعظم مانج خیل کی بیٹی نیک بی بی سے کی دوسری شادی اپنے چچا جناب سید پیر محمد صاحب کی لڑکی سے کی یہ دونوں بغیر کسی اولاد کے وفات پا گئیں۔ تیسرا شادی زاہد لاثانی ملانظر محمد نیازی کی لڑکی سے ہوئی جن سے اولاد بھی چلی۔

(۳) جناب عبدالحیم شاہ صاحبؒ کے تیسرا لڑکے مولانا سید عبدالحید صاحب تھے۔ جنکی ولادت جمعہ کے دن چار ربیع الثانی ۱۳۳۵ء کو پنیوالہ میں ہوئی۔ تحصیل علوم مولوی خدائے داد صاحب مذکور الصدر سے کی۔ پہلی شادی سید عبدالعزیز شاہ صاحب کی لڑکی سے ہوئی ان کی وفات کے بعد سید محمد عظیم (علی خیل) کے ہاں سے شادی ہوئی۔ بیعت بھی اپنے چچا اور سر سے کی۔ چونکہ دق کی بیماری میں بہتلا تھے اسلئے اکثر اوقات علاج معالجہ میں مصروف رہتے تھے۔

(۲) حضرت کے چوتھے فرزند فاضل شہر دریکتا مولوی سید محمد صاحبؒ تھے۔ جنکی ولادت باسعادت 12 جمادی الاول 1339ء کو پنیوالہ میں ہوئی۔ علوم کی تحصیل مدرسہ عالیہ دیوبند میں کی۔ تقسیم ہندوستان کے وقت اپنی بہن کے تعاون سے ایک سال میں قرآن مجید یاد کیا۔ اسی دور میں ایک سال افغانستان میں تدریس کی اس کے بعد امام جا کر اپنے چپزاد سید عبدالباقي صاحب کی بیٹی سے شادی کی۔ فی الحال ڈیرہ اسماعیل خان میں مصروف درس ہیں۔

حضرت عبدالحليم صاحب کی ایک لڑکی طیبہ اور دوسری کی حنفیہ نامی تھی اول الذکر نے کچھ پارے قرآن کریم کے یاد کیے پھر حضرت نے اس لڑکی کو اپنے بھانجے اور اپنی پھوپھی کے نواسے جناب اخونزادہ عبد اللہ جو کہ عارف بالله سید درجلال شاہ کے نیک اختر بیٹے تھے کے نکاح میں دیدی۔ مولوی سعد الدین اور مولا ناصر الجدین اسی طیبہ کے لطف سے ہیں دوسری بیٹی حنفیہ نامی حضرت کی وفات کے وقت چھوٹی تھی۔ بعد میں اپنے بھائیوں نے انکو اپنے چپزاد بھائی جناب سید جان محمد صاحبؒ کے نکاح میں دیدی۔

حضرت سید احمد گل صاحبؒ کی دوسری رفیقة حیات کی اولاد کے بیان میں جو کہ سیدنا درشاہ بن عالیجاہ گلان شاہ کی بیٹی تھی۔ سید گلان شاہ ہمارے قبلے کے ایک سفیدریش یعنی سردار اور سُنگی انسان تھے۔ اس عفیفہ کے آٹھ بیٹے بہل ہفت اختر اور دو بیٹیاں تھیں۔

(۱) پہلے بیٹے جو کہ معدن اخلاق حسنہ، صاحب علم نافع، تاریخ اور اقوام کے علم کے محبت، صاحب جود و صیام، نور دیدہ احمد، صاحبزادہ دین محمد صاحبؒ تھے انکی ولادت باسعادت گیارہ شوال 1292ھ کو ہوئی۔ اپنے زمانے کے متداول علوم کچھ اپنے والد مرحوم سے اور اکثر اپنے محترم چپا سید فیض اللہ صاحبؒ سے حاصل کیے۔ صاحبزادہ دین محمد صاحبؒ اپنے والد محترم کے محبوب ترین اور مسعود ترین بیٹے تھے۔ سلیمان خیل، ناصر قوم اور دوسری قوموں کے اکثر جھگڑے ان کے جانے کی برکت سے فیصلہ ہو جاتے تھے۔

تحصیل علوم کے بعد استخارہ کرنے کے نتیجے میں فاضل مبین جناب شمس العلماء حضرت خواجہ سراج الدین صاحب کے مرید بن گئے۔ کثرۃ زہدا اور مشقت کے نتیجے میں حضرت دوسال کے بعد مجاز بن گئے۔ مگر کسی کو بیعت نہیں کرتے تھے۔ فاضل مذکور نے دو شادیاں کیں ایک بی بی ہوانامی تھی جو کہ خان بہادر مہربان خان کی بہن تھی دوسری گلانہ نامی تھی جو کہ سید لا لا بن کمال شاہ کی بہن تھی مگر اس کے باوجود موصوف کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ حضرت کی وفات 17 شوال 1350ھ (بعض روایات میں ۱۳۴۸ھ) کو پنیوالہ میں ہوئی۔ مدفن شریف خانقاہ میں اپنے والد محترم کی قبر کے ساتھ ہے۔

(۲) دوسرا بیٹا مظہر فیض و عرفان، عاشق تلاوت قرآن، وافق اسرار معنویہ، ماہر علوم شرعیہ و صیلہ بے عدد مولانا سید شیر محمد صاحب تھا۔ جنکی ولادت جمعرات کے دن آٹھ محرم ۱۲۹۴ھ کو ہوئی۔ سارے علوم و فنون اپنے محترم چچا سید عبد الکریم صاحب سے حاصل کیے شادی تھی اسی چچا کی لڑکی بی بی مریم سے کی جس سے بغیر ایک بیٹی منامہ کے کچھ بھی پیدا نہ ہوا اور وہ بھی جلدی فوت ہو گئی۔ سید شیر محمد صاحب نے اپنے اس چچا کی خدمت طالب علمی کے زمانے میں بہت ہی زیادہ کی۔ فراغت کے بعد جبکہ چند سال تدریس کو گزرے اپنے بڑے بھائی سید عبدالحیم شاہ صاحب کی بیعت کی اور خلافت حاصل کی۔ مگر تلاوت، درس و تدریس اور رشته داروں کی خدمت کے علاوہ بیعت و ارشاد سے زیادہ تعلق نہیں رکھا۔ پہلی بیوی کی وفات کے بعد محترم مولانا صاحب محمد صاحب عالم بیگ خیلوی کی لڑکی زینوبہ بی بی (زینب بی بی) سے نکاح کیا۔ مولانا صاحب محمد موصوف ان کے والد بزرگوار جناب سید احمد گل شاہ صاحب کے خلیفہ بھی تھے۔ اسی عفیفہ سے دو بیٹے (مولانا سید عبدالحید صاحب اور جناب مولانا سید امیر محمد صاحب) اور ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ سید شیر محمد صاحب نے اپنی بیٹی کا نکاح سید درجلال شاہ صاحب کے بیٹے سید میر حسن اخونزادہ صاحب سے کی جو کہ اس کے بھانجے اور پھوپھی کے پوتے بھی تھے۔ سید شیر محمد صاحب کی وفات ۱۸ شوال ۱۳۵۵ھ کو ارغنداب میں ہوئی۔ مزار بھی وہاں جوئے لاہور میں ہے۔

(۳) سید احمد گل صاحب کے تیسرے فرزند دریائے علم و معرفت فاضل ربانی حاجی حریم شریفین، صاحب علوم بے عدد سید پیر محمد صاحب تھے جنکی ولادت سوموار کے دن ۵ رمضان المبارک ۱۲۹۸ھ کو ہوئی دینیات اور نظم کی کتابیں اپنے والد محترم اور اپنے بھائیوں سے پڑھیں اس کے بعد کبھی بڑے چچا کے ہاں اور کبھی چھوٹے چچا کے ہاں علم حاصل کرتے رہے۔ اپنے چچا کے ہاں مختصر المعانی اور مطول پڑھنے کے بعد دو سال جناب مولانا تاج محمد جعفری کے پاس گزارے جو کہ اس زمانے میں استادِ الکل تھے۔ اس کے بعد قندھار کے جید علماء سے قرأت تفسیر اور حدیث کا علم حاصل کیا پھر منطق، هیئت اور ریاضی کا علم اپنے محترم چچا سید عبدالکریم صاحب سے حاصل کیا۔ دو سال درس کرنے کے بعد سید سردار خان بن سید خداۓ دادخان (جو کہ ہمارے قبیلے کے بڑے تھے) کی لڑکی حرہ نامی سے جو کہ علوم قرآن اور فنون میں مہارت نامہ رکھتی تھی، نکاح کیا۔ اس عفیفہ سے دو بیٹے اور چار بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ (۱) مولانا سید عبدالباقي صاحب: جنہوں نے سارے علوم اپنے چچا جناب سید عبدالغفار صاحب سے حاصل کیے اور تا حال درس و تدریس میں مصروف ہے۔ (۲) سید عبدالحکیم صاحب: جنہوں نے بچپن میں صرف و نحو اور دینیات کی تعلیم حاصل کی جب تفسیر جلالیں شروع کی تو پہلے بھی جهانداری کے امور سے فارغ تھے۔ مگر اب تو بالکل گھر چھوڑ کر دو سال کیلئے غائب ہو گئے۔ دو

سال کے بعد جب واپس ہوئے تو نوافل، روزے اور تلاوت قرآن کے سوا کوئی مشغله نہیں رکھتا تھا۔ جب والدین نے اس کیلئے شادی کی تلاش شروع کی تو اس نے کلینٹ انکار کیا اور ایسا گائب ہوا کہ کوئی اس کی خبر بغداد سے لاتا رہا جبکہ دوسرا بیت المقدس سے دیتا رہا۔ تا حال وہ واپس نہیں ہوا۔

چار بیٹیوں میں سے ایک اپنے بھتیجے جناب سید محمد شاہ صاحب بن سید عبدالحليم شاہ صاحب گودی جن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی جبکہ دوسری بیٹی بی بی سلمی کو سید عبدالرحمن جان صاحب کے نکاح میں دی جس سے کافی اولاد ہوئی۔

(۲) چوتھا بیٹا گل گزار نبوی جناب سید نور محمد شاہ صاحب پنیوالی تھے۔ ان کی پیدائش جمعہ کے دن پندرہ محرم الحرام 1300ھ کو ہوئی۔ کتابیں اپنے والد مبارک سے پڑھیں۔ بعد میں انہوں نے حاجی محمد یار ناصر کمال خیل کی لڑکی سے شادی کی جن سے ایک بیٹا سید عبدالباقي صاحب اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ ایک بیٹی ائمہ بی بی نکاح سے پہلے مر گئی۔ دوسری بیٹی ساجدہ بی بی کا نکاح سید عبدالباقي بن سید پیر محمد صاحب سے ہوا۔ جن سے دو بیٹے سید محمد ہاشم اور سید محمد امین پیدا ہوئے۔

(۵) حضرت سید احمد گل صاحبؒ کے پانچوں بیٹیوں کا نام سید عبدالعزیز شاہ صاحبؒ تھا۔ ان کے والد نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ بیٹے دیے تو پانچوں کو حافظ قرآن بناؤں گا۔ جب ابتدائی پانچ بیٹے حضرت کے پیدا ہوئے تو حضرت کو وہ وعدہ یاد نہیں رہا۔ اس بیٹی کی پیدائش پرانہوں نے وعدہ پورا کرنا چاہا اور پورا کر بھی دیا۔

حضرت سید عبدالعزیز کی پیدائش 1304ھ کو بمرطابق 22 ربیع الاول بروز ہفتہ ہوئی۔ صرف ونجو کی کتابیں بڑی ترتیب کے ساتھ یاد کیں۔ اس کے بعد فقہ، اصول فقہ اور معانی، تفسیر و حدیث کا علم بڑی پابندی اور سلیقے سے حاصل کیا۔ باوجود بے بصارتی کے دس بارہ طالب علم کافیہ، ملاجاہی، مختصر، مطول جلالین، ہدایہ وغیرہ ساری کتابیں آن جناب سے پڑھتے ہیں۔ طالب علم کتاب کی عبارت پڑھتا جاتا ہے۔ اور آن جناب معنی، ترکیب اور مطلب بیان کرتے جاتے ہیں۔ تا حال معروف تدریس ہیں۔ جبکہ ارادت کا ہاتھ اپنے بڑے بھائی صاحبزادہ عبدالحليم صاحب گودیا ہے۔ کافی ارادت مند آپ سے فائدہ حاصل کر رہے ہیں۔ شاہ صاحبؒ نے تین شادیاں کی ہیں۔ (۱) بی بی کاظمہ بنت سید مر جاں جو کہ سید ملا دین کی بہن ہے۔ اس سے دو بیٹے سید یار محمد اور سید جان محمد اور ایک بیٹی ہے۔ جسکی شادی سید عبدالباقي بن سید نور محمدؒ کے ہاں ہوئی ہے۔ سید یار محمد عنفوان جوانی میں بغیر شادی کے فوت ہو گئے جبکہ سید جان محمد ملتان شہر میں مدرسہ قاسمیہ (قاسم العلوم) میں مدرس ہیں۔ دوسری شادی سے سید عبدالرجمان اور سید عبدالرحمن (اسٹرچ سید عبداللطیف انگلی والدہ کنڈی قوم سے تھی) اور ایک بیٹی ہیں اس بیٹی کا نکاح سید عبدالحمید ولد سید عبدالحليم سے ہوا ہے جو کہ بغیر

اولاد کے فوت ہو گئی۔

(۶) حضرت سید احمد گل صاحب[ؒ] کے چھٹے فرزند سید عبدالحکیم صاحب[ؒ] تھے۔ جو کہ 11 رب منگل کے دن بہ مطابق 1306ھ پیدا ہوئے والد ماجد نے پرانے وعدے کے مطابق اس کی بھی حفظ قرآن کریم کرایا اس کے بعد کتب متداولہ پڑھ کر اپنے مرحوم بھائی سید نور محمد کی بیوی سے شادی کر کے اس سے ایک بچی شائستہ نامی پیدا ہوئی۔ سید عبد الحکیم بیہار ہو کر سوموار کے دن چھٹو شوال کو فوت ہو گئے اس لڑکی سے چند سال کے بعد کاتب الْحُرْف سید میر حیدر بن سید فیض اللہ نے شادی کی چند عرصے کے بعد وہ بھی بغیر کسی اولاد کے فوت ہو گئی۔

(۷) حضرت سید احمد گل صاحب[ؒ] کے ساتویں فرزند سر کردہ علمائے زمان، حافظ قرآن، معدن اخلاق حسنہ، صاحب علم نافع، نیک کردار، صاحبزادہ مولانا عبد الغفار صاحب[ؒ] تھے۔ جنکی ولادت دس جمادی الثانی کو بمطابق 1313ھ کو ہوئی۔ جناب عبدالعزیز شاہ صاحب کی کوششوں سے پہلے قرآن کریم حفظ کر کے بعد میں صرف، نحو، معانی، منطق، ریاضی، فقہ اور اصول اپنے بڑے بھائی سید پیر محمد صاحب سے پڑھیں۔ ساری زندگی پڑھنے کیلئے گھر سے باہر نہیں نکلے اس طرح درس و تدریس بھی اپنے گھر ہی میں کرتے رہے۔ ارغنداب کے اکثر علماء آپ کے شاگرد ہیں۔ 54 1377ھ محرم سال جوئے لاہور ارغنداب میں فوت ہو گئے۔ آنحضرت نے تین شادیاں کی تھیں۔ پہلی رفیقة حیات کا نام زبکہ (زیب النساء) بنت مرحوم سید حسن شاہ بن علیسیٰ محمد جو کہ حضرت سید مہتر موسیٰ صاحب کے بھائی تھے ان سے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھیں پہلے بیٹے کا نام سید غلام حیدر صاحب[ؒ] جبکہ دوسرے بیٹے کا نام سید عبد اللہ جان تھا۔ دوسری رفیقة حیات بازمحمد ولد حاجی نیاز محمد کی بیٹی تھی جس سے کوئی اولاد نہیں تھی تیسرا رفیقة حیات بی بی زیخار بنت حاجی سید عبد اللہ شاہ تھی بن عالیجاہ سید سردار خان مرحوم تھی اس بیگم سے ایک چار سالہ بیٹا سید جبیب اللہ اور ایک بیٹی رہ گئی۔

آٹھویں یا نویں بیٹے سید عبدالستار صاحب تھے جو کہ جمعرات کے دن سات شوال 1316ھ کو پیدا ہوئے میں پارے قرآن شریف یاد کر کے کتابوں کی طرف متوجہ ہو کر صرف نحو، فقہ و اصول فقہ، پڑھکر طریقہ شریفہ کے حصول میں لگ گئے بعد میں عالم باعمل ملا داد محمد کی بیٹی سے شادی کی جس سے تاحال اولاد نہیں ہے۔

حضرت سید عبدالکریم شاہ صاحب[ؒ] ابن سید مہتر موسیٰ بن سید علی محمد بن مولانا سید محمد ظفر شاہ کے بیان میں:

آنحضرت کی پیدائش سوموار کے دن پندرہ شعبان 1262ھ کو ہوئی چار سال کی عمر میں والد محترم نے سید ملامہ بیان کے حوالے کیا تاکہ قرآن کریم اور دینیات پڑھے۔ مولانا موصوف کی کوششوں سے ابتدائی دینیات سے جلدی فارغ

ہو گئے۔ صرف اور نجومی کتابیں افضل العلماء مقبول سیادت پناہ سید ملا عبد الرسول سے پڑھیں۔ اور کافی مہارت حاصل کی۔ ایک دن حاجی الحر میں سید السالکین حاجی دوست محمد قندھاری صاحب، سید مہتر موسیٰ شاہ صاحب کے ہاں مہمان تھے۔ تو انہوں نے سید عبدالکریم سے پوچھا کہ تم اور تمہارے چھوٹے بھائی کوئی کتابیں پڑھتے ہو۔ تو آپ نے جواب دیا کہ قربان میں کافیہ پڑھتا ہوں جبکہ میرا چھوٹا بھائی سکندر و نامہ پڑھتا ہے۔ آنحضرت نے کمال شفقت سے فرمایا کہ تم دونوں کتابیں اٹھا کر لاوتا کہ میں دونوں سے امتحان لوں اگر کامیاب ہو گئے تو مٹھائی دوں گا اور نہ گوشائی سے کام لوں گا۔ جب دونوں سے اچھا امتحان لیا تو دونوں کو انعام میں دور و پے دے دیے۔ اور دونوں کے سروں پر برکت کا ہاتھ رکھ کر علم کی دعا دی۔ کچھ عرصے کے بعد فضیلت پناہ ملاخداہی رام اخندر ترکی سے علم معانی پڑھ کر پشاور چلے گئے۔ پشاور میں منطق، ہبیت اور ریاضی کی تعلیم اتمان زمین کے صاحبزادہ صاحب سے حاصل کی۔ (جو کہ حضرت شاہ اسماعیل شہید کے شاگرد تھے)۔ بعض کتابیں قاضی صاحب فشد سے پڑھیں۔ احادیث کی کتابیں فاضل مشہور عروشی سے پڑھیں۔ اور شلگر آکر تفسیر کی کتابیں مرحوم غازی مشک عالم اخونزادہ سے پڑھیں۔ فقہ اور اصول فقہ کی کتابیں سید ملا عبد الرسول (کریم خیل) سے پڑھیں۔ پھر تدریس میں مشغول ہو گئے۔ اسی حالت میں بڑے بھائی سے بیعت ہو کر مجاز بن گئے۔ مگر ان پر علم کی نسبت غالب تھی خصوصاً تاریخ سے بہت ہی زیادہ دلچسپی تھی، لودھیوں کی حکومت، سلطنت ہوتک اور سلطنت ابدالی کے جو واقعات ذکر کرتے تھے۔ کسی کتاب میں نہیں ملتے اور نہ کسی کے حافظے میں انکی گنجائش ہو سکتی تھی۔ اس طرح افغانیوں کی لڑائیوں میں جو قطعات کہے گئے تھے۔ زبانی سنایا کرتے تھے۔ اسی طرح میرا وہیں کے سیاسی واقعات، شاہ عبدالعزیز اور شاہ محمد کے اختلافات اور شاہ عبدالعزیز کی وفات کا واقعہ اسی طرح بیان کرتے تھے۔ گویا یہ خود وہاں موجود تھے۔ اصفہان کا قبضہ، شاہ محمود کا شاہ اشرف کے ہاتوں قتل، اس طرح شاہ اشرف کا شاہ حسین کے ہاتھوں قتل، نادر شاہ کی کندھار کی لڑائی، افغانیوں کے شاہ حسین کے قتل پر حسرت آمیز قطعے، احمد شاہ کی سلطنت کا جرگہ اور ہند پر قبضہ تفصیلی تاریخ کے طور پر ذکر کرتے تھے۔ یہ چیزیں ہمارے لئے طلاء کی طرح تھیں مگر افسوس کہ ہمیں اس وقت احساس نہیں ہوا۔ اس طرح اپنے علاقے کے محدثین اور فقہاء کے حالات آپ کے سامنے تھے۔ پشتو زبان کے ضرب الامثال، پشتو نوں کی لڑائیاں اور واقعات میں وہ ایک سند مانے جاتے تھے اور وقت کے علماء کو آپ کے سامنے بولنے کی مجال نہیں تھی۔ افغانستان کے والی امیر صاحبان آپ کی بہت زیادہ عزت و اکرام کرتے تھے۔ امیر عبدالرحمن خان نے دو دفعہ سید عطاء محمد شاہ کی وساطت سے کابل بلایا۔ تیسرا مرتبہ ان کوڈیرہ اسماعیل ناراض اور باغی ناصر قوم کو منانے کیلئے بھیجا۔ جن کے سردار عبداللہ خان کو آنحضرت کی سفارش سے امیر صاحب نے معاف کر دیا۔

سید محمد عمر اخونزادہ خیل کی وفات کے بعد ان کے بیٹوں کی تعلیم و تربیت کیلئے آیک فقات (کاریز) خالا (قلات) کی حدود میں بنانے کو پڑھانے لگ گئے۔ ان کے آٹھ بیٹوں کے ساتھ ساتھ دوسرے طلباء کو پڑھاتے تھے۔ دس سال کے بعد جب وہڑ کے عالم فاضل بن گئے تو بعض احباب کی خواہش پر قندھار چلے گئے۔ شہر کندھار کے کابل بازار میں حضرت صاحب کی جامع مسجد کے نزدیک تدریس میں مشغول ہو گئے۔ اس کے بعد اس وقت کی حکومت نے آنجناب کیلئے آٹھ سو کالبی روپے تجوہ مقرر کی۔ 1323ھ میں آنجناب نے اپنی قوم کی رہائش کیلئے نہر صالحان اور جوئے لاہور کا فرمان سراج الملک والدین امیر عبد الرحمن خان سے حاصل کیا۔ چونکہ قوم ان پڑھتھی اسلئے بعض لوگ تو آنجناب کے کہنے پر جوئے لاہور آ کر آباد ہو گئے اور اکثریت نے وہی نقل مکانی اپنے لئے پسند کی۔ جو لوگ آکر آباد ہو گئے انہوں نے نہر صالحان کی بہترین زمین چراگاہ نہ ہونے کی وجہ سے چھوڑ کر جوئے لاہور کی تھوڑی زمین پر قناعت کی اور حضرت کی برکت سے ابھی تک آباد ہیں اور خانہ بدوشی سے آزاد ہو گئے اور آنجناب ہر وقت اپنی قوم کی علم و معرفت کی تاکید کرتے رہے اور اپنی قوم کے طالب علموں کے ساتھ کتابوں، پیسوں اور کپڑوں کی شکل میں ہر قسم کی امداد کرتے رہتے تھے۔ آنجناب شعروشاعری کو بہت پسند کرتے تھے۔ خصوصاً خود بھی اکثر اوقات اشعار کہا کرتے تھے۔ ان کے اشعار کا نمونہ ہے۔

اس طرح ایک رسالہ بنا م ”سیوف بارذہ علی رؤوس الفسقه“ دھریہ کے رد میں تالیف کیا ہے جو کہ ابھی تک موجود ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ مذکورہ رسالہ گولی یا توبہ کی طرح ہے اور اگر خداوند تعالیٰ نے مجھے توفیق دیدی تو اسکو طبع کراؤں گا۔ اس طرح اس کی رباعیات اور غزلیات کو جمع کروں گا۔ تاکہ اس کا نام زندہ رہے اس کی صلة رحمی کے جذبے سے زبان اور قلم عاجز ہیں۔ کاتب الحروف کو اپنا والد بزرگوار تو یاد نہیں مگر اس چچا کی شفقت جو دیکھی تو میں کہہ سکتا ہوں کہ کوئی باپ اپنے بیٹے سے بھی اتنی شفقت نہیں کر سکتا۔ اس طرح دوسرے رشتہ داروں اور بھتیجوں کے ساتھ بھی اس طرح صله رحمی کرتے تھے کہ جو کچھ ان کے پاس ہوتا تھا جو بھی انھیں پہلے ملتا اسی کو دے دیتا۔ اللہ نے لوگوں کو ان پر اتنا مہربان کیا تھا کہ انہوں نے زندگی بھراحتیاج نہیں دیکھی۔ اگرچہ آخری عمر میں چھ ہزار افغانی بعض دوستوں کا قرضہ ہو گیا تھا۔ مگر وفات کے وقت آپ کے پاس نو ہزار افغانی روپیہ آگیا تھا جس سے ان دوستوں کا قرضہ، تجهیز و تکفیل کا خرچہ نکال کر ورثاء کیلئے بھی کچھ رقم چھوڑ گیا۔

اولاد:

آنجناب کے پانچ بیویوں سے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ آپ کی بیویوں میں سے سلیمه اور حنیفہ سیادت پناہ سید

محمد عمر اخونزادہ کی بیٹیاں تھیں۔ جو کہ کے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آگئیں تھیں۔ اس طرح ایک بیوی اخونزادہ حضرت سید حیدر شاہ صاحبؒ کی بیٹی تھی۔ ایک بیوی صد و زئی نامی ملا عزت اللہ صاحب کی بیٹی تھی جو کہ نادرہ زمان تھیں۔ ہدایتہ تک کتابیں، اس طرح تفسیر حسینی اور عینِ اعلم ایک قابل مدرس کی طرح یاد تھیں اس طرح فارسی کے مکتوبات اور کتابیں بڑی مہارت کے ساتھ پڑھتی تھیں۔ حضرت سید حیدر شاہ صاحبؒ کی بیٹی زینوبہ بی بی (زنیب بی بی) سے ایک بیٹی طیبہ بی بی کے نام سے تھی جنکا نکاح انہوں نے اپنے سچھتے سید شیر محمد صاحبؒ ولد سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ سے کیا جس سے ایک بیٹی مریم نامی پیدا ہوئی جو کہ بارہ سال کی عمر میں فوت ہو گئی۔ حضرت کی پانچویں بیوی فیروزہ نامی سید امام شاہ کی لڑکی تھی جس سے موصوف کے دولڑ کے سید احمد جانؒ اور سید حسن شاہ صاحبؒ پیدا ہوئے۔

سید احمد جان کی پیدائش بروز سموار دس محرم 1305ھ کو ہوئی۔ آپ کے والد نے آپ کو اپنے بڑے بھائی کے اشارے پر حفظ قرآن پر لگایا۔ استاد کی عدم موجودگی کی وجہ سے اور والد محترم کی مصروفیت کی وجہ سے پندرہ پارے یاد کر کے حفظ نامکمل رہ گیا۔ اس کے بعد صرف ونجو اور دینیات کیلئے والد محترم کی طرف رجوع کیا۔ پھر اپنے چچا زاد بھائی سید نور محمد صاحب کے ساتھ بنوں اور پشاور کی طرف گئے۔ جہاں منطق اور ریاضی کی تعلیم حاصل کی، علم تفسیر و احادیث کو انہوں نے اخونزادہ کمال الدین آف ”ناوہ“ جو کہ ان کے والد محترم کے شاگرد تھے۔ فقہہ اور اصول فقہہ کندہ بار سے حاصل کیے اس کے بعد گھر کے کاموں میں مصروفیت کی وجہ سے درس و تدریس نہ کر سکے۔ والد کی وفات کے بعد حکومت افغانستان کی جناب ان کے والد بزرگوار کا جو سالانہ وظیفہ مقرر تھا آپ کے نام ہو گیا۔ آخر میں سادات نے اس زمین کو منفعت کی غرض سے حکومت کو بیچنا شروع کیا حضرت چونکہ عاقل اور سمجھدار تھے۔ انہوں اپنی دانائی سے اس کو واپس کیا اور چھ فضلوں کافر مان بھی انہوں نے حاصل کیا۔

پہلے پہل وہ حاجی الحرمین چچا زاد جناب سید عبدالحیم شاہ صاحبؒ سے بیعت ہو گئے جب وہاں سے بخوریہ سلسلے میں مجاز ہو گئے تو آجنب سید عبدالحیم شاہ صاحب کی ہدایت پر سلسلہ معصومیہ میں حضرت حافظ جی عنایت اللہ صاحب را مپوری کے مرید اور خلیفہ بن گئے۔ 1348ھ میں حج کے ارادے سے حرمین شریفین چلے گئے۔ وہاں سے بیمار ہو کر واپس ہوئے اور 25 صفر المظفر بروز سموار وفات پا گئے اور جوئے لاہور کے سادات کے قبرستان میں دفن ہو گئے۔

حضرت سید احمد جان کی دو بیویاں تھیں۔ (۱) بی بی راحمہ جو کہ حاجی سید عبد الرؤوف صاحب کی بیٹی تھی (۲) حور بی بی جو کہ حاجی خیر محمد خان کی بیٹی تھی اس مؤخر الذکر سے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ بڑا بیٹا حافظ سید عبدالرحمٰن تھے جس نے

والد کی زندگی میں بڑی کوشش سے قرآن کریم یاد کیا اور پھر تحصیل علوم میں لگ کر عالم بن گئے اسی سید عبد الرحمن نے شادی سید پیر محمد کی لڑکی جو کہ سید عبدالباقي صاحب کی بہن تھی، سے کی۔ اس سے پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ (۱) سید محمد حسن جو کہ کوئی کسی مدرسے میں پڑھتا ہے۔ (۲) سید محمد معصوم (۳) (۴) سید عبد القیوم (۵) سید احمد جان صاحب کا دوسرا لڑکا سید عبدالحیمد صاحب ہے جنہوں نے تحصیل علوم کر کے میمتہ میں امامت اختیار کی ہے۔ (بعد میں کویت میں کافی عرصہ موزون رہے)۔

سید عبد الکریم صاحب[ؒ] کے دوسرے فرزند کا نام سید محمد حسن صاحب تھا جنکی ولادت باسعادت اتوار کے دن 15 شوال المبارک 1316ھ کو ہوئی۔ چار سال کے بعد والد گرامی نے پڑھنے کیلئے بھایا دینیات اور نحو کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی صرف و نحو کی پچھتائیں تغیر میں ملا اللہ دادا خونزادہ سے پڑھیں اور پچھہ مقرر کے ڈنڈ میں پڑھیں۔ علم فقہ، تفسیر اور حدیث کی تحصیل کندھار میں کی۔ فراغت کے بعد سید عبدالحیم شاہ صاحب[ؒ] کے دست مبارک پر بیعت کی۔ بسیار کوشش کے بعد دونوں سلسلوں بنوریہ اور معصومیہ میں اجازت حاصل کر لی۔ زمین دادی کا مشغله بعد میں اختیار کیا۔ جمادی الاخری کی آٹھویں تاریخ کو وفات پا کر جوئے لاہور میں سادات کے قبرستان میں دفن ہو گئے۔ ان کی شادی سید عبدالحیم شاہ صاحب کی بیٹی بی بی ہاجرہ سے ہوئی تھی جو کہ حافظہ قرآن تھی۔ جن سے ایک بیٹا جناب مولانا سید محمد صاحب تولد پا گئے جنہوں نے اکوڑہ خٹک میں تحصیل علوم کی۔ اس وقت وہ کندھار کے میر بازار میں مدرس ہیں۔ اس بیٹے کے علاوہ دو بیٹیاں بھی پیدا ہوئیں۔ جن میں بیوناہم بیٹی ابھی تک ناکھدا ہے۔ جبکہ دوسری نیک بخت نامی کاتب الحروف سید امیر حیدر شاہ صاحب کے نکاح میں ہے۔ جن سے دو بیٹے سید محمد ابراہیم جان اور سید شیخ احمد جان پیدا ہوئے ہیں۔

فصل سوئم:

سید فیض اللہ بن سید مہتر موسیٰ شاہ[ؒ] کے بیان میں جو کہ موصوف (حضرت سید مہتر موسیٰ شاہ[ؒ]) کے تیسرا فرزند تھے۔ جنکی ولادت باسعادت 1264ھ کو ہوئی۔ چار پانچ سال کی عمر میں مکتب میں بھائے گئے۔ نظم اور قرآن عظیم کی تعلیم اپنے بڑے بھائی سے حاصل کی جبکہ صرف اور نحو کی تعلیم فضیلت و سیادت پناہ اپنے والد صاحب کے بھائی سے سید حیدر شاہ صاحب[ؒ] سے حاصل کی۔ اس کے بعد پشاور چل پڑے علم کلام، منطق اور علم ہیئت کی تعلیم فشد کے قاضی صاحب سے حاصل کی۔ جمال ظاہری کی وجہ سے چونکہ وہ اکثر نظر زدہ ہو جاتے تھے۔ وہاں فشد میں بھی ان کو نظر لگ گئی اس بیماری میں ایک خط اپنے اہل خانہ کو لکھا جس میں یہ بیت بھی تھا۔

جماعہ کا کاخونستہ چا نظر کرم کہ نازل سوپہ ما کانڑی لہ آسمانہ

یعنی جعہ خان کا کاتونیں ہے۔ کسی کی نظر تو نہیں گئی؟ یا آسمان سے کوئی مصیبت نازل ہو گئی؟ بڑے بھائی اپنے نے ایک مخلص کو ان کو واپس لانے کیلئے بھیجا۔ واپس پر آپ نے تفسیر اور حدیث کا علم، فاضل مشہور اخونزادہ غازی مشک عالم سے حاصل کیا۔ علم فقہ علامہ وقت اخونزادہ نصر اللہ سے اور اصول فقہ سیادت پناہ ملا سید عبد الرسول سے حاصل کیا۔ قلعہ ایشان خان اور کٹواز میں قلعہ حاجی عرض بیگی خان میں 32 سال تدریس کی۔ اس وقت کے بہت سے علماء نے ان سے استفادہ کیا۔ تدریس کے دوران اپنے بڑے بھائی سید احمد گل صاحب سے بیعت ہو کر ہر دو سلسلوں (معصومیہ اور بنویہ) میں مجاز ہو گئے۔ فلسفہ اور تصوف کی کتابوں میں ان کو مہارت تامہ حاصل تھی۔ حر میں شریفین کی زیارت کیلئے دو دفعہ تشریف لے گئے۔ دوسری دفعہ اپنے پیر و مرشد کو بھی اپنے خرچ پر روانہ کیا۔ اپنے اشعار اور دوسرے شعراء کے اشعار کے یاد ہونے کی وجہ سے عرب کے بدوان کے خیمے کے ارد گرد جمع ہوتے تھے اور وہ مہربان ان کو روٹی اور چائے پلاتے تھے اور بحث و مباحثہ بھی کرتے تھے۔ چنانچہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے عرب آپ کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اس طرح بڑے بھائی آپ کے علم و فراست کی وجہ سے آپ کا انتہائی احترام کرتے تھے۔ چنانچہ ایک چھوٹی کتاب منشوی کے نام سے اور ایک کتاب فارسی اور پشتونیات کی لکھی۔ چونکہ کاتب الحروف ان کی وفات کے وقت نو دس سال کی عمر کے تھے۔ اس لئے بعض خائنوں نے کچھ کتابیں چوری کر لیں۔ باقی کتابیں میرے پاس ہیں۔ جن کو طبع کرنا چاہتا ہوں۔ آخری عمر میں اپنے جگہ مبارک سے باہر نہیں جاتے تھے اور تصوف کی کتابوں کے سوا کسی چیز کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے۔ 1329ھ میں کٹواز میں اسی قلعہ حاجی عرض بیگی خان میں بغل کے دانے کے مرض میں انتقال کر گئے۔ اپنے دوستوں کی طرف سے وہاں ہی آپ کا مرقد مبارک تیار ہوا۔

آپ کے فارسی کے اشعار کا نمونہ درج ذیل ہے۔

ویز لواںفسکم در راه حق	لن تنا لو البر راگر دان سبق
دشنن با بائے تو گندم شده	هر کہ عبرت کر دان مردم شده

ترجمہ:-

اپنے آپ کو اللہ کے راستے میں لگاؤ۔ لن تنا لو البر کو سبق بناؤ۔ تیرے دادا کا دشمن گندم کا دانہ تھا جس نے اس بات سے نصیحت حاصل کر لی وہ انسان بنا۔

پشتون اشعار کا نمونہ:

مرحوم کی دو بیویاں تھیں۔ عائشہ بی بی جو کہ ولی اللہ ملا سید شیر علی اخونزدہ (گزندی) ماجر خیل کی بیٹی تھی۔ بی بی صابرہ جو کہ علامہ سید میر حسن کی بہن تھی۔ مؤخر الذکر کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ جبکہ اول الذکر سے سات بیٹیے اور چار بیٹیاں تھیں۔ اکثر بچپن میں یا طالب علمی کے زمانے میں فوت ہو گئے۔ صرف ایک بیٹا سید امیر حیدر جو کاتب الحروف ہے اور دو بیٹیاں بہونا می اور اشرفی نامہ زندہ رہ گئے۔ بہونا می بیٹی کی شادی سید حمید اللہ بن مولانا سید ملامہ بریان سے ہوئی جن سے ایک بیٹا سید احمد جان نامی پیدا ہوا، جو کہ فی الحال واغذ میں مشغول درس و تدریس ہے۔ اور اشرفی نامی بیٹی کی شادی عارف باللہ سید ملائل شاہ ساکن سوری سے ہوئی جن سے کوئی اولاد نہیں ہے جبکہ کاتب الحروف سید امیر حیدر صاحب نے سات شادیاں کی ہیں۔ چھ بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں جنکی تفصیل یہ ہے۔

اولاد سید فیض اللہ صاحبؒ:-

بیٹیے: (۱) سید غلام صدق (۲) سید عبد اللہ (۳) سید میر اجان (۴) سید جیلانی (۵) سید احمد (۶) سید داد محمد (۷) سید امیر حیدر شاہ۔ بیٹیاں: (۱) ببو (۲) بی بی حنفیہ۔

اولاد سید امیر حیدر شاہ صاحبؒ:-

بیٹیے: (۱) سید محمد عیسیٰ (۲) سید محمد ابراہیم (۳) سید عطاء اللہ شاہ (۴) سید محمد اسماعیل (۵) سید شیخ احمد (۶) سید احمد۔

بیٹیاں: (۱) بی بی عائشہ (۲) بی بی ساجدہ (۳) بی بی حنفیہ۔

فصل چہارم:-

سید غلام محمد بن سید محمد ظفر کے چوتھے بیٹے سید بیکیٰ کے بیان میں:

مرحوم اگر چنان خواندہ تھے۔ لیکن عابد اور علم دوست تھے۔ بڑے بھائیوں نے ان کو گھر کی خدمت کیلئے فارغ کیا تھا سید بیکیٰ کے تین بیٹے تھے۔ (۱) سید عبدالشکور جو اس خاندان کا مشہور اور ہوشیار مغرب آدمی تھا۔ سید عبدالشکور کے تین بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ بیٹی کا نام سید شادونام ولد سید شریف ولد سید عاشق کے ساتھ ہوا۔ جن سے چار بیٹے (۱) سید میزار (۲) فیض محمد (۳) شش اللہ اور سید غلام محمد پیدا ہوئے۔ سید عبدالشکور کی اولاد کی تفصیل اس طرح ہے۔

سید بیکیٰ کی اولاد: (۱) سید عبدالشکور (۲) سید شیر محمد (۳) سید اشرف۔

سید عبدالشکور کے بیٹے: (۱) سید دلدار (۲) سید روئیدار (۳) سید عطاء محمد۔

سید شیر محمد کا بیٹا سید دریا خان تھا۔

سید اشرف کا بیٹا سید دادگل تھا جنکے چھ بیٹیاں اور ایک سید جمعہ گل نامی بیٹا تھا سید جمعہ گل کی والدہ کا نام بشوٹھی۔

سید جمعہ گل کی والدہ کہا کرتی تھی کہ میں فلاں بیٹی کے بد لے جمعہ گل کی شادی کراؤ گئی مگر اس طرح چلتے ساری پیٹیاں ختم ہو گئیں۔ اور جمعہ گل بغیر شادی کے ستر سال کا ہو گیا۔ زندگی غربت میں گزاری۔ سید محمد ظفر شاہ کے چھ بیٹیں ان کی ایک ہی بیگم نور جہاں بنت سید یحییٰ بن مرحوم سید عبداللہ شاہ بن مرحوم سید لاک بن سید منجر سے ہیں۔ مگر یہ تنیوں اولاد سید غلام محمد، سید دلیل شاہ اور سید عاشق شاہ اقتدار، عزت اور کثرت اولاد کی وجہ سے مشہور و معروف ہیں۔ محترم سید ملا وزیر سید ملا عبد الجلیل و سید ولی محمد کی اولاد کم ہے اس زمانے میں جسکی نفری زیادہ ہوتی تھی۔ لامحالہ اس کی جانب سے کم نفری جماعت پر زیادتی ہوتی تھی۔ اس کے بعد زمانے میں ڈریکتا مرحوم سید مہتر موسیٰ شاہ نے سید ملا وزیر محمد کی اولاد کو سید غلام محمد کی اولاد کے ساتھ اور سید ملا عبد الجلیل کی اولاد کو سید دلیل کے ساتھ اور کریم حیلوں کے ساتھ اور سید ولی محمد کی اولاد کو سید عاشق کی اولاد کے ساتھ ملا دیاتا کہ وہ ایک اور متعدد ہو کر مظلوم نہ بنیں۔ ان کی خیر اور شرابھی تک انہی کے ساتھ متعلق ہے۔

فصل دوئم ملا سید محمد وزیر کی اولاد کے بیان میں:

ان کی ولادت با سعادت تقریباً ایک ہزار ایک سو بیس ۱۱۲۰ء میں اندازہ کیا جاتا ہے ان کی تحصیل علم کے بارے میں زیادہ علم ہمیں نہیں ہے۔ مگر انہوں نے بیعت قطب العارفین سید السالکین حبیب اللہ میرزا مظہر جان جانان سے اپنے والد کی وصیت کے مطابق اپنے سارے بھائیوں سمیت کی تھی اور اسی چشمے سے سارے سیراب ہوئے تھے۔ اور شمار کی حدود میں نادر شاہ کے خلاف لڑائی میں اپنے سارے بھائیوں اور رشتہ داروں سمیت حضرت اخوانزادہ سید محمد عالم کے شانہ بشانہ کھڑے تھے۔ نکست کے بعد ڈلہ اور کھڑے پانی کی طرف روانہ ہوئے۔

سیادت پناہ مولانا سید ملا وزیر دو بیٹے اور ایک بیٹی رکھتے تھے۔ (۱) سید فضل الحق (۲) سید ملا برحق۔ بیٹی بی بی جانے فضیلت پناہ سید ملا علی محمد بن مرحوم سید غلام محمد جو کہ آپ کے بھانجے تھے کو دیدی جن سے سید السالکین حضرت سید مہتر موسیٰ شاہ صاحب پیدا ہوئے۔

فصل سوئم :-

سید محمد ظفر شاہ کے تیسرے بیٹے کے متعلق جن کا نام سید دلیل شاہ تھا۔ ان کی ولادت کا اندازہ ۱۱۲۲ھ لگایا جاسکتا ہے۔ آنحضرت کی زندگی کے حالات اتنے معلوم نہیں ہو سکے۔ اور دوسرے بھائیوں کی موجودگی میں انہوں نے اتنی شہرت بھی حاصل نہیں کی مگر اس سے دو گوہریکتا اس طرح پیدا ہوئے۔ جوزہ دلتوالی میں برآمدہ آفاق تھے انہوں نے

اپنی جودو سخا سے والد کا نام اونچا کیا۔ اور اس طائفے کا نام کریم خیل اور حکم خیل مشہور ہوا۔ مختصر یہ عالیجہ عبدالکریم خان کے بیٹے اپنے والد اور پچھا سے سبقت لے گئے اور اس طائفے کا نام بران خیل سے تبدیل ہوا۔ اور لوگوں میں یہ مشہور ہوا کہ مہمان اونٹ کے سوار سے یا چروا ہے سے جو کریم خیل ہو بھوکا نہیں جاتا (یعنی مہمان کریم خیل سے بھوکا نہیں جاسکتا ہے)۔ سید کریم خان اور سید حکیم خان پسران سید دلیل اپنے چچازاد سید محمد صدقیق ولد سید غلام محمد کی حیات میں بھی اس کے ہمسر بن گئے۔ ان کی وفات کے بعد تو ان کی شہرت اور مقبولیت سید محمد صدقیق کی اولاد سے زیادہ ہو گئی۔ حتیٰ کہ یہ قبلیہ پر بالکل چھا گئے اور دوسروں کا نام ناپیدا ہوا۔

سید کریم شاہ بن سید دلیل شاہ کے چار بیٹے تھے۔ مردانگی میں اپنے زمانے میں ضرب المثل تھے۔ سخاوت میں حد سے بڑھے ہوئے تھے۔ جب علیحدہ ہوئے تو بھی ان کی قوت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ قرض دھنہ اور علم دوست تھے راستے کی تنگی کو کشادگی میں تبدیل کرنے والے تھے۔ صحراؤں میں کنوں کھونے والے تھے۔ ہمارے آبا و اجداد کے ساتھ تو بہت مہربانی کرنے والے تھے۔ سید بران شاہ ولد سید کریم شاہ کے ساتھ بیٹے تھے۔ ساتوں بیٹے سید سرفراز تھے۔ سید سرفراز بہت ہی مقتدار اور بار سوخ آدمی تھے۔ انکی ایک سعادت یہ تھی کہ انکے ایک بیٹے سید ملا عبد الرشید نے تحصیل علم کے بعد ایک ایسا سکھ جمایا کہ اپنے وقت کے بڑے بڑے علماء ان سے سند یافتہ ہو گئے۔ جن میں ملا تاج محمد تو خی، ملا باز محمد ترکی، ملا اخونزادہ داد محمد صاحب، اخوانزادہ عبدالحی صاحب جیسے نابغہ روزگار شامل ہیں۔ حضرت سید عبد الرشید صاحبؒ کے دو بیٹے مولوی سید عبدالعزیز اور مولوی سید عبدالغفور اور ایک بیٹی نینب رہ گئے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ مولوی عبدالعزیز بخاری شریف اور مولوی عبدالغفور بخاری شریف پڑھاتے وقت وفات پا گئے جبکہ بیٹی بی بی نینب کی شادی جناب سید عبدالحیم شاہ صاحب سے ہوئی جس سے ایک لڑکی بی بی ہاجرہ پیدا ہوئی۔

سید کریم شاہ کے دوسرے بیٹے کا بیان جس کا نام سید گلان تھا۔ یہ آدمی بہت ہی سخنی، صاحب فکر اور ارادہ قوی کا مالک تھا۔ ان کی خیر کی بات یہ تھی کہ مولانا نے اپنے بیٹے جو بعد میں علم میں کیتا ہے زمانہ ہوئے سید عبد الرسول کو علم کی ترغیب دی اور اس باب میں بہت ہی زیادہ کوشش کی اسلئے کہ ایک طرف ملا عبد الرسول کو علم کا شوق نہیں تھا۔ جبکہ دوسری جانب ان کا کوئی ذہن بھی نہیں تھا۔ اور جو کچھ یاد کرتا تھا اسے بھول جاتا تھا۔ اس کے باوجود ان کے والد بزرگوار نے علم حاصل کرنے کا ارادہ ترک نہیں کیا۔ ان کے اساتذہ کے ساتھ بہت تعاون کیا کرتے تھے مگر اس کا کام آگے نہیں جاتا تھا کسی دن کوئی کتیا جو بہت ہی لاغر اور کمزور تھی۔ قریب الولادت تھی مگر دردزہ کی وجہ سے اس کو بہت ہی تکلیف تھی مولانا مرحوم نے ایک کاسہ ثریڈ سے بھر کر اس کے اوپر گوشت رکھ کر اس مکان کی طرف گیا جہاں وہ کتیا تھی

اس کو اور اس کے بچوں کو کھانا کھلا کر مطمئن ہو گئے۔ اس کی برکت سے ملاموصوف کیلئے خواندہ اور ناخواندہ برابر ہو گئے گویا ناپینا سے بینا ہو گئے۔ عین خانہ بدوضی میں بیس پچس طالب علم اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ مولانا غازی مشک عالم اور مولانا نصراللہ اخونزادہ اس سے استفادہ کیلئے حاضر ہوتے تھے۔ اس عصر کے بڑے بڑے علماء ان کے شاگرد تھے۔ افسوس کہ آپ کی نسل زیادہ نہیں چلی۔

سید محمد ظفر کے چوتھے بیٹے سید ملا عبد الجلیل کے بیان میں جنکی ولادت 1126ھ کے آس پاس ہوئی ان کی تحصیل علم کے بارے میں کامل معلومات حاصل نہ ہو سکیں۔ مگر باطنی علم میں وہ مرزا مظہر جان جانان کے شاگرد تھے اور اس راہ میں آپ نے اتنی کوشش کی کہ صرف نان جوین پر گزر اوقات کرتے تھے پہلے تو عالی زندگی سے بالکل بیزار تھے مگر بعد میں بعض ساتھیوں نے ان کو مجبور کیا۔ نان و نفقة کا ذمہ آپ کے دوسرے بھائیوں نے اپنے ذمہ لیا۔ شادی کے بعد ان کا ایک بیٹا سید خیر الدین کے نام سے ہوا جس کے دو بیٹے سید بہاؤ الدین اور سید ملوط تھے۔ سید بہاؤ الدین کی اولاد زیادہ نہیں چلی۔

سید محمد ظفر کے پانچوں بیٹے سید محمد عاشق کے بیان میں:

ان کی ولادت باسعادت 1130ھ میں اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ والد نے سب بیٹوں کی تعلیم میں سعی بیٹھ کی مگر سید غلام محمد سید دلیل شاہ اور سید عاشق شاہ کے علمی حالات کا زیادہ علم نہیں ہو سکا۔ اس کے بر عکس سید ملا وزیر سید ملا عبد الجلیل اور سید ملا ولی محمد علم اور فقردوں میں شہرت رکھتے تھے۔ اول الذکر بھائیوں کی اولاد زیادہ تھی۔ جبکہ منور الدین کرتین بھائیوں کی اولاد تعداد میں کم تھی۔ سید عاشق اپنے والد کی وصیت کے مطابق قطب زمان مرزا مظہر جان جانان کے مرید بن گئے۔ اس زمانے میں ہمارے قبیلے کے اکثر زادہین سید محمد عاشق کے گرویدہ تھے۔ سید محمد عاشق اپنے پیرو روشن ضمیر کے بہت ہی خادم تھے اور اس کا بہت مالی تعاون کیا کرتے تھے۔ حضرت مرزا صاحب ان کیلئے بہت ہی دعا گو تھے۔ سید عاشق کی قبر کے متعلق یقیناً کچھ بھی نہیں کہا جاسکتا۔ میرے خیال میں آپ کی قبرگل کچھ درہ گول میں اپنے بھائیوں کے ساتھ ہو گی مرحوم کے تین بیٹے تھے۔ (۱) موئی اکلیم (۲) محمود شاہ (۳) سید شراف الدین۔

سید موئی اکلیم بن سید عاشق خود تو بہت اور مستعد شخص تھے مگر بیٹوں پر کوئی تعلیم حاصل نہیں کی۔

سید عاشق بن سید محمد ظفر کے تیسرا بیٹہ سید شراف الدین کے بیان میں:

مولوصوف نے اپنی نجابت کی وجہ سے یہ نام پایا تھا۔ اخلاق حسنہ کے مالک اور دین مصطفویہ کے تابع تھے۔ علماء کے خادم اور اپنے پیر روشن ضمیر دریکتا سید مہتر موئی شاہ کے ازحد خدمت گزار تھے اور اپنی اولاد اور بھتیجوں کو بھی اس بات کا

حکم دیتے تھے۔ چونکہ اپنے بھائیوں اور بھیجوں کی زیادتی سے آزردہ خاطر رہتے تھے اسلئے اپنے پیرو مرشد سے اکثر شریعت پر چلنے اور اپنی اولاد کیلئے برکت کیلئے دعا جو ہوتے تھے۔

اپنے پیرو مرشد کے مشور سے سید اشرف الدین نے ایک نیک صالح عورت سے نکاح کیا جس سے ان کے چار بیٹے پیدا ہوئے۔ اس زمانے میں ان میں سے ہر ایک تابندہ ستارے کی طرح تھا اور آہستہ وہ سید کریم شاہ کے بیٹوں یعنی سید گانشہ اور سید بران شاہ کی وفات کے بعد ان کے منڈشین بن گئے ان چار بیٹوں میں سب سے زیادہ مشہور حاجی الحرمین سید خداۓ داد مرحم ہو گئے جو کہ زہد، تقویٰ اور مہماں نواز میں برآمدہ آفاق بن گئے اور تیس سال تک انہوں نے قوم کی جو خدمت کی اس کے متعلق عرفات کے میدان میں مرض الموت میں کہا کہ قوم کا ایک پیسہ میں نے ان تیس سالوں میں قصد انہیں کھایا اور کھایا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کا حساب مجھ سے لے سکتا ہے اور اگر غلطی سے کھایا ہو تو میں اپنی قوم سے اسکی معافی کا خواستگار ہوں۔

مرحوم کے تین بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ (۱) سید سردار خان جوان کے منڈشین بن گئے اور اپنی قوم اور علماء کی خدمت میں بڑی کوشش سے کام لیتے تھے اور اپنے پیر روشن ضمیر (حضرت سید احمد گل صاحب پنیوالوی) کے ساتھ ان کو جو محبت تھی اس کے طفیل ان کے بیٹے سید پیر محمد صاحب کو اپنی نیک صالح لڑکی عنایت کی جس سے سید عبدالباقي صاحب اور صاحبزادہ عبدالحی صاحب پیدا ہوئے۔

(۲) سید خداۓ داد کے دوسرے فرزند سید خداۓ رام تھے جو کہ دوڑ کے نام سے مشہور تھے۔ شمشیر زنی اور مہماں نوازی میں بہت ہی مشہور تھے موصوف پہلے آدمی تھے۔ جس نے مسقط اور بند رعباس کے ساتھ تجارت شروع کی اور انغافیوں کیلئے راستہ کھول دیا اور علی خان بلوج کے ساتھ روابط قائم کیے اور وہاں سے اسلحہ لے آئے۔

اپنی قوم کی خدمت میں اپنے بھائی کے ساتھ کھڑے تھے آخر میں شاہ جوئے میں مقیم ہوئے اور مقرر کے نزدیک ڈاؤں کے ہاتھوں شہید ہو گئے اور اپنے قنات کے شمالی طرف میں دفن ہوئے۔ مرحوم کا یک بیٹا سید بہلوں کے نام سے رہ گیا جو کہ بڑا ہوشیار اور مستعد بندہ ہے۔ سید بہلوں کا یک لڑکا سید جمال عنفوان شہاب میں فوت ہوا مگر موصوف نے دوسری شادی نہیں کی فی الحال بوڑھا ہو چکا ہے۔

(۳) سید سید اال شاہ جس کا ایک بیٹا سید عبداللہ شاہ خوش اخلاق آدمی تھا اور اپنے آبا و اجداد کا راستہ پکڑا تھا۔

سید شراف الدین بن سید عاشق کے دوسرے بیٹے کے نام سید شادی تھا۔ بہت ہی عالی ہمت، علماء اور فقراء کے محب تھے مگر اولاد بہت ہی کم تھی۔ انکا ایک بیٹا عبدالحکیم کے نام سے تھا جو خود تو باہم تھا مگر اس نے اپنے پیچھے کوئی اولاد نہیں

چھوڑی۔

سید شراف الدین بن سید عاشق کا تیسرا بیٹا سید ہوتک تھا جس کے دو بیٹے سید محمد عظیم اور سید عبدالرحمن تھے۔

چھٹی فصل سید محمد ظفر شاہ کے چھٹے بیٹے ملاوی محمد نامی کے بیان میں:

اس محترم کے بیٹے کسی وقت کثیر بھی تھے اور صاحب عقل و هوش اور صاحب زہد بھی تھے۔ مولانا شیر محمد جیسے لوگ انکی اولاد میں تھے جو کہ والدہ کی جانب سے حاجی سید خداۓ داد کا نواسہ تھا مگر صرف ایک بیٹا انکی اولاد میں رہا جس کا نام سید محمد زمی تھا۔

نظر بازگشت

زیر نظر کتاب تعارف سادات میں تکمیل تک پہنچ چکی تھی مگر اس امید کے ساتھ میں تمثیل بانی نہیں لکھ رہا تھا کہ ہو سکتا ہے کہ ہمارے خاندان کے بزرگوں کی اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی کوئی چیز ہاتھ آجائے۔ جس میں سے کچھ معلوماً ت کا اضافہ ہو سکے جو یونہدہ یا بندہ کے مصدق سید شیخ احمد ولد سید میر حیدر آغا (نبیرہ سید مہتر موسیٰ شاہ صاحب) نے اپنے والد محترم کے ہاتھ سے لکھے ہوئے نوشتہ کی نشاندہی کی۔ اس نوشتہ کی تلاش میں کندھار تک جانا پڑا مگر پھر بھی اسکا صرف پہلا جزو ہاتھ تو آیا جس میں صرف اخوند خیل شاخ کے بزرگوں کے حالات درج تھے۔ ساتھ ساتھ میں زمینی قبیلہ کے مختلف شاخوں کے شجرے بھی بڑی تفصیل کے ساتھ انہوں نے درج کیے تھے ان بزرگوں کے حالات پڑھ کر میری خوشی کی انتہائی رہی۔ اسلئے کہ ان بزرگوں نے اس بے سروسامانی اور مسلسل سفر کے باوجود علم اور معرفت کا دامن اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دیا تھا اور حضرت شاہ عبدالریحیم دہلویؒ سے دہلی میں اور حضرت شاہ اسماعیل شہید کے شاگردوں سے پشاور میں تحصیل علم کی ایک طرف انہوں نے حصول علم کیلئے دہلی اور پشاور کے سفر کیے تھے دوسری طرف اس علم کو اپنے تک محدود نہیں رکھا بلکہ اس کو پھیلانے کیلئے رات دن کوششیں کیں۔

آج کل علم کے نام پر بڑے بڑے مراکز وجود میں آچکے ہیں مگر گھرائی میں جایا جائے تو علم کیلئے جو نظریہ چاہیے جسکی بنیاد پر علم کا عملی اनطباق صحیح اور درست پیانے پر ہو سکتا ہے اور جسکی وجہ سے اس علم کی بنیاد پر معاشرے کے سیاسی، معاشی اور سماجی مسائل حل ہو جاتے ہیں، اس نظریے کا فائدان محسوس ہوتا ہے۔ اسلئے باوجود علماء اور علمی مراکز کے معاشرہ مساکنستان نظر آتا ہے اور عام لوگ تو چھوڑیے علماء بھی حالات کی سیکھی کی وجہ سے احساس محرومی کا شکار ہیں ہمارے بزرگوں نے اس دور میں صحیح نظریے تک پہنچنے کیلئے اور علم کو جزو معاشرہ بنانے کیلئے ان اسلاف تک رسائی حاصل کی جنہوں نے غلبہ اسلام کے دور کے علماء کے ساتھ نہ صرف اپنا تسلسل قائم کیا تھا بلکہ آنے والی نسلوں کو بھی اسی تسلسل کیوجہ سے اُسی سلسلے میں جوڑ دیا اور ایک ایسی جماعت اپنے پیچھے چھوڑ دی جو لا یزال طائفہ من امتی قائمین علی الحق (الحدیث) کا مصدق ثبتی رہے۔ اس طرح انہوں نے معرفت الہی حاصل کرنے کیلئے اور شریعت کو جزو روح بنانے کیلئے صوفیاء کرام کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رکھا اور فقد استمک بالعروة الوثقی' کا نقشہ پیش کرتے ہوئے آئندہ آنے والی نسلوں کیلئے ایک جادہ مستقیم قائم کیا۔

کچھ عرصے کے بعد جب موصوف (سید شیخ احمد ولد سید میر حیدر آغا) سے دوبارہ رابطہ ہوا تو انہوں نے یہ خوشخبری سنائی کہ اس نوشتہ کا دوسرا جزو میری کتابوں سے برآمد ہوا۔ اس کو حاصل کرنے کیلئے میں نے جلدی انتظامات کیے اور

دو تین دنوں تک وہ نو شیت بھی ہاتھ آگیا۔ جس میں حضرت سید مہتر موسیٰ المعروف بے فقیر ابا، ان کے والد محترم، پچا گان اور انکی اولاد کا تذکرہ نسبتاً تفصیل کے ساتھ کیا گیا تھا۔

حضرت سید مہتر موسیٰ " کے والد محترم سید لعل محمد صاحب، اس طرح سید لعل محمد صاحب کے تین پچا سید ملا محمد زیر صاحب سید ملا جلیل صاحب اور سید محمد عاشق نہ صرف شمس الدین حبیب اللہ مرزا مظہر جان جاناں کے مرید تھے بلکہ مدت اُن کی خدمت میں رہ کر خانقاہ کی مالی اور مادی تعاون کرتے رہے۔ اپنے شیخ کی اتنی خدمت کی کہ ان کی توجہ اپنی طرف مبذول کر کے ان کی تربیت کے نتیجے میں اپنے لیے اور اپنی نسلوں کیلئے ایک ہمہ گیر لائج عمل معین کر کے ان کی زندگی کی کا پایا پلٹ دی یہ تو معلوم نہیں ہوا کہ ان میں سے کس کو کب اور کس طرح خلافت میں؟ تاہم ان کا اور ان کے خاندان کا حضرت مرزا مظہر جان جاناں صاحبؒ کے ساتھ ایک مضبوط رابطہ تھا اس واسطے کا داعی بھی ان حضرات کے والد محترم سید ظفر شاہ صاحبؒ تھے جنہوں نے اپنی اولاد کو حضرت مرزا مظہر جان جاناں سے رجوع کرنے کی وصیت کی تھی جس کا واضح نتیجہ یہی ہے کہ وہ خود بھی اسی خانقاہ عالیہ مظہریہ (دہلی) سے وابستہ رہے۔ باقی ان کے حالات بہت بھی زیادہ پرداختھا میں ہیں ورنہ یہ پتہ چل جاتا کہ آگے جا کر حضرت سید ظفر شاہ صاحب اور ان کے اسلاف نے کس طرح طریقت کے سمندر میں شناوری کی ہے

حضرت مرزا مظہر جان جاناں (ولادت ۱۱۳۲ھ، وفات ۱۹۵۴ھ) سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ گزرے ہیں جو کہ حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کے پیر و مرشد اور حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے ہم عصر تھے۔

اسی طرح وہ اپنے زمانے کے سیاہی حالات سے نہ صرف باخبر تھے بلکہ اس دور کے امراء کی سازشوں، ایک دوسرے کے خلاف گڑ جوڑ اور مغل حکمرانوں کی کمزوریوں پر کڑی نگاہ رکھتے تھے۔ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی طرح وہ مغل حکمرانوں کی کمزوریوں اور نالائقی کے باوجود مرکزی حکومت کے بقا اور استحکام کے خواہاں تھے۔ روہیلے پٹھان ان کے بہت زیادہ مرید تھے۔ اس طرح دوسرے پٹھان سردار مثلاً دوندے خان، نجیب الدولہ، ملار حیم داد، افضل الدولہ وغیرہ حضرات نہ صرف حضرت مرزا مظہر جان جاناں سے عقیدت مند تھے بلکہ اکثر امور ریاست میں وہ مرزا مظہر جان جاناں اور حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے مشورے کے تابع ہوتے تھے۔ اس طرح مرکزی حکومت کے مخالفین مژہبیوں، سکھوں، اور بیجخان جیسی قوتیں کے وہ ہمیشہ مخالف رہے۔ حتیٰ کہ ان کی شہادت بھی ایک خالص سیاسی سازش کے تحت ہوئی گویا حضرت مرزا مظہر جان جاناں ایک ایسے صوفی تھے جو توکیہ نفس کے ساتھ قوم و ملت کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی مسائل سے نہ صرف باخبر تھے بلکہ ان میں باقاعدہ حصہ لیکر انسانیت کے مسائل حل کرنے میں سائی

رہتے تھے۔

اکابر سادات پیغمبر زمینی کا ایک طرف حضرت شاہ عبدالرجیم دہلوی اور دوسری طرف حضرت مراز امظہر جان جاناں کے ساتھ تعلق ان کی علمی، شعوری اور روحانی بلندی کی غمازی کرتا ہے۔ ان صاف و شفاف چشمیں سے سیرابی کی وجہ سے اس خانوادے میں فضول رسم و رواج کا گزر نہیں ہو سکا اور ان کی اولاد بھی آج اکابر کے اسی سلسلے کے ساتھ نہ صرف وابستہ ہے بلکہ حضرات سادات پیغمبر زمینی کے اس مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کیلئے بے تاب ہے۔

تاریخ کے اس سفر میں جلوہ نمائی، نمودوریا اور ظاہری شان و شوکت سے دور رہتے ہوئے نقشبندیت کی روح سے ہم آہنگ ہوتے ہوئے مخلوق خدا کی خدمت میں کوشش رہے اور اس شعر کا مصدقہ بنے رہے:

کہ برداز رہ پہاں بہ حرم قافلہ اند

نقشبندیہ عجب سالار قافلہ اند

یعنی نقشبندیہ حضرات اپنے قافلے کی قیادت ایسے عجیب طریقے سے کرتے ہیں۔ کہ خفیہ راستے سے قافلے کو حرم تک پہنچادیتے ہیں۔

انہوں نے تصوف اور علم کونہ اپنی شہرت کا ذریعہ بنایا اور نہ کمائی کا وہ حضور اکرم ﷺ کی اس حدیث پر عمل پیرا رہے۔

نعم العبد الفقیہ ان احتجاج الیہ نفع و ان استغنى عنه فاغنی نفسه (۱۲۸)

انہوں نے درباری ملابنے سے بھی اجتناب کیا۔ اسلئے ہم دیکھتے ہیں کہ اکابر کے مشن کو انہوں نے صحیح خطوط پر حفظ کر کے صحیح طریقے سے ہم تک پہنچادیا۔ اب یہ ہماری ذمہ داری ثابتی ہے کہ ان کے پروگرام اور ان کے سلسلے کی وساطت سے ان اکابر تک اور ان کے پروگرام تک رسائی حاصل کریں۔ اور دور کے تقاضوں، مسائل اور مشکلات کی روشنی میں اس پروگرام کا نہ صرف عملی انطباق سمجھ لیں بلکہ اپنے آپ کو اس پروگرام کیلئے وقف کر کے اس تاریخی تسلسل میں ضم ہو جائیں۔

نظر بر قدم و خلاصہ المبحث

(فارسی)

واضح باد کہ چند صفحات کے درحالات سادات پیشین زئی واکابرین سادات رقم کردیم برہر یکے ازخواننده این صفحات واضح شدہ بود کہ اجداد ما پیشین زیان بچہ طور بودند و بچہ طور زندگی گز اشتند ایشان نہ دعویٰ سیادت و بزرگی کرده اند نہ لاف زنی و چیرہ دستی کرده اند بلکہ راہ فقر و گم نامی را اختیار کرده ہمہ عمر در تحصیل و تدریس علم صرف کردا نہ نیز راہ فقر راہ معرفت و طریقت لابدی است زیرا کہ بغیر از طریقت و معرفت و خدمت بزرگان راہ فقر راہ جمود و غرور و رہبانیت است ازین وجہ می ہمیں کہ ہر چند کہ حالات ایشان در پرداہ اخفا اندا ٹھم روز نے کہ اطاق (غرفة) تاریخ ایشان و میشوونی الفور عیاں میشوود کہ مقامات ایشان در راہ معرفت و طریقت بہ همان اونج و بلندی اند بہ کدام اونج کہ مقام علم ایشان است۔

از تاریخ ایشان مختصر آئین عرض کردہ می شود کہ حضرت سید علی المؤید (وقات ۵۷۵ھ) کے در بخارا تولد وفات یافت در وقت چنگیز خان و تاتاریاں از ظلم ایشان بسیار آزر ده خاطر شد لہذا اپسان خود را کہ در شجرہ مایان چھار بودند (سید در جمال، سید در کمال، سید در بلاں و سید در جلال) و درہ شجرہ خانقاہ اوچ شریف بہاول پور و کتاب مظہر جلالی، یازده اند [۱] سید احمد، [۲] حاجی حیم (۳) سید عبدالوهاب (۴) سید نقصو د علی (۵) سید مهر علی (۶) سید در کمال (۷) سید در جمال (۸) سید در نہال (۹) سید بہلول (۱۰) سید در جلال (۱۱) و سید حسن المعروف بہ جلال الدین سرخ پوش بخاری اوچی [۱۰] روانہ اوس والی پشگ (حالیہ پیشین) کرد غالباً پشگ برادران (سید در جمال، سید در کمال، سید در بلاں، سید در جلال، و سید حسن المعروف بہ جلال الدین سرخ پوش) داخل این سرز میں شدہ اند و دیگر برادران در دیار بخارا ماندہ از تاریخ رو پوش شدہ اند سے یا چهار برادران راسکونت پیشین خوش آمد و برادر کبیر سید حسن المعروف بہ جلال الدین سرخ پوش بہ بھکر سندھ رفت از انجاو ار قصبہ اوچ بہاول پور شد۔ رشتہ ازدواج بہ سادات بھکر مسلک کر دکہ ازاولاد سید اسماعیل برادر سید عبد اللہ اند و دست بیعت بہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی دادہ ازو خلافت گرفت و شهرتے پیدا کر دکہ ہندو پاک کے از سادات کرام این قدر شہرت پیدا نہ کردن بیرہ ایشان جلال الدین جہانیاں جہان گشت ازو ھم مشہور تر گردید از پیست و چهار بزر گان فیض حاصل کرد خاندان ایشان کے مشہور بہ بخاریاں است از سندھ تا کوہ ہمالیہ در ہرجا مصروف دعوت و ارشاد شدہ اند۔ برادر دوم در بلاں بخاری در اوس والی سنجاوی (لور الائی) در دامن کوہ در مقامے کے مشہور بہ پئی است مدفن است سادات پچی و بعضے از سادات موضع کو یو لایت لور الائی بلوچستان ازاولاد ایشان است۔ برادر سوم در کمال بخاری در قرب زیارت اوس والی پیشین مدفن است و بعضے ازاولاد او کے مشہور بہ غرشیان اند سکونت در پیشین می در اند و اکثریت

اولاً دا در ولایت کنٹرا فغانستان است برادر چھارم در جمال بخاری اولاً دا در پیشین است۔ سادات پیشین کے از قبلیں پیشین زئی و شادی زئی و حیدر زئی و براہیم زئی و منیر وزئی وغیرہ است این ہمه جمیع ازاولا دایشان است مزار ایشان در کولا پور نزد ممبئی ہندوستان است۔

سید در جمال بخاری چھار پسر داشت سید شادی، سید حیدر، سید ابراہیم و سید منور دین (منظر و)۔ سید شادی دو پسر داشت سید پیشین و سید یوسف۔ اولاً سید پیشین منسوب بہ پدر خود است و بنام پیشین زئی مشہور است اما اولاً دیسید یوسف منسوب بہ جد خود یعنی سید شادی است و بہ شادی زئی یاد میشود۔

پیشین زئی قبیلہ در اوس والی پیشین نزد بازار پیشین بہ چھار پنج فرسنگ در سمت شمالی آباد بود از سہ برادر کو چ کرد و بقیہ زندگی خویش در کوچ بس کردا ادا و ہم در موسم زمستان بہ منطقہ گرمی رفت و در گرما خیز بہ طن خنک می رفت بدین نمط سہ چھار صد سال گذشت۔ مگر با وجود نقل مکانی گرما خیز و زمستان علاقہ ایشان با علم و با معرفت قوی تراز علاقہ ما با علم و معرفت امروزین بود۔ مثلاً از تاریخ ایشان معلوم می شود کہ حضرت ملام محمد علم اخوند خیل بن سید عبد اللہ بن سید محمد عیسیٰ کے در سال یک هزار یک صد و هفتاد و هفت (۱۴۱۷ھ) وفات یافت جدا مجدد اسید محمد عیسیٰ کے لقب او اخوند یعنی خوا نندہ بود و قبیلہ اخوند خیل از و شروع می شود مردم عالم بے بدل بود۔ چون پسراو کہنا مش عبد اللہ بود امی و ناخواندہ بود ازین وجہ نبیرہ اوسید ملام محمد علم از خانہ خود غائب شد تا شانزده سال در محلی و حوالی اول علم حاصل کرد۔ در اساتذہ ایشان حضرت شاہ عبد الرحیم دہلویؒ (۱۵۰۳ھ تا ۱۶۳۱ھ) بہ طابق (۱۶۲۲ء تا ۱۷۱۹ء) والد محترم حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ (متوفی ۱۷۱۹ء) بہ طابق (۱۶۲۲ء) و خلیفہ حضرت سید حافظ عبد اللہ اکبر آبادیؒ بود و حضرت سید حافظ عبد اللہ اکبر آبادیؒ شخصے است کہ خلافت از حضرت سید آدم بنوریؒ (۱۵۰۳ھ تا ۱۶۳۳ھ) بہ طابق (۱۶۲۳ء) خلیفہ کبیر حضرت مجد الداف ثانی حاصل کرده بود و بسیار از علماء و صوفیاء و مشائخ آن دہر برائے درستگانی نسبت رجوع بہ شان می کر دند۔ حضرت شاہ عبد الرحیم دہلویؒ شاگرد رشید ملامیر زاہدؒ (۱۶۰۲ھ بہ طابق ۱۶۹۰ء) بود و در تالیف فتاویٰ عالمگیری ابتداء اُشریک بود مگر باز بحکم مرشد خود حضرت خلیفہ ابو القاسم اکبر آبادی نقشبندیؒ (کہ سلسلہ او با حضرت خواجہ عبد اللہ احرار بلا واسطہ حضرت مجدد الف ثانیؒ) حضرت خواجہ باقی باللہ پیوست می شود) ازو علیحدگی اختیار کرد۔ اور انگل زیب عالمگیرؒ (۱۸۰۲ھ بہ طابق ۱۷۰۰ء) می خواست کہ یک قطعہ زمین باؤ بد ہد نیز خواہش زیارت اواظہا نہ نمود مگر حضرت شاہ عبد الرحیم دہلویؒ انکار کرد۔

حضرت شاہ عبد الرحیم دہلویؒ واسطہ بود در میان دور عروج و غلبہ اسلام کہ تاحیات اور انگل زیب عالمگیرؒ قائم بود و میان

دور زوالِ غلبہ اسلام کے بعد از وفات اور نگ زیب عالمگیر شروع میشود ازین وجہ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی فرمایہ کے خصوصیت کے مارا از پدر بزرگوار خود حاصل است این است کہ در مسائل مختلف فیہ تطبیق پیدا میکنم نیز حکمت عملی (فلک امور معاش) را با حکمت نظری (فلسفہ و حکمت مروجہ) دمسازی سازم نیز طریقہ تفسیر متن قرآن بغیر از پیش نہادن تفسیر بیضاوی و کشاف از واخذ کرده ام۔

خلاصة الجھ، این است کہ مولانا حافظ محمد علم صاحبؒ این قسم علوم و حکم از حضرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ اخذ کرده در اولاً دو در شاگردان خود افاضہ کر دخانوادہ خود را بدین علوم سیراب کردازین وجہی پیغم کہ ہر کس از خانوادہ اخوند خیل مرجع خلاق آن زمان بود۔

بعد ازان تاریخ خانوادہ چغل خیل چون بہ دست می آید جم غیر از بزرگان اوشل حضرت سید علی محمد و سید ملا محمد وزیر و سید ملا جلیل و سید عاشق و سید محمد ظفر مریدان خانقاہ عالیہ مظہریہ (دہلی) اند۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ (۱۹۵۱ھ) میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء قائم مقام جم غیر اولیاء کرام است۔ در عصر خود اکثر فیض نقشبندیت در ہند و حوالی ہند از وشاع شدہ است بہ ظاہر مانند نام خود نازک بدن و صاحب احساسات نازک بود مگر در حقیقت مثل ہم عصر خود حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ در امور مملکت و در امور اجتماعی ملکہ تا مہ و راست خود می فرماید کہ ”خداوند قدوس مرا عقل کامل و اصابت رائے عطا فرمودہ است چنانچہ امور سلطنت و تدبیر انتظام مملکت می دانیم بہ حمال طریق مطابق حال ہر کس را تو ایتم کہ تعلیم بدھیم ازیں وجہ امراء این زمانہ در سلسلہ مہماں امور مملکت صلاح و مشورہ از ماگرفتہ برآں عمل می کنند“ (۱۲۹)

حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ از اور نگ زیب عالمگیر تا شاہ عالم ثانیؒ زمانہ یازده بادشاہی یافت۔ و در عہد جمع بادشاہی حالات سیاسی، معاشری و معاشرتی دگرگوں بود حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ مثل دیگر بزرگان دہلی ارتباٹ بہ آن امراء سلطنت می داشت کہ مفید برائے سلطنت مرکزی دہلی بودند بلکہ میان بسیار از سرداران افغانان مثل دوندے خان، رحمت خان، نجیب الدولہ وغیرہ نہ صرف عقیدت با حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ می داشت بلکہ در مسائل مہمہ بایشان مشاورت می کر دید۔ مخالفین حکومت مرکزیہ مثل سکھ ہا و مرہٹہ ہا و بجھ خان را حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ مثل سم قاتل می پنداشت بنابریں شہادت حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ از دست ایشان واقع شد۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ در دیوان خود می فرماید۔

بہ لوح تربت من یا قہنہ از غیب تحریرے کہ این مقتول راجز بے گناہ نیست تقصیرے (۱۳۰)

مقصود من از حالات ہر دو بزرگان این است کہ خانوادہ پیشین زئی بہ مثل این قسم اصحاب علم و طریقت ارتباطی داشت کسانیکہ پیش ازین بزرگان گزشتہ انداز بدی تعلق ایشان ھم بہ بزرگان بے بدل ماندہ باشد مگر تاریخ ایشان مارا بدست تاہنوز نہ آمدہ است۔

باز کسیکہ نکتہ اجتماع ہر دو خانوادہ ہاست حضرۃ سید مہتر موسیٰ است یک جانب اوپر سید لعل محمد خاکپائے حضرت خواجہ مرزا مظہر جان جانان است و برادرزادہ سید ملا وزیر محمد، سید ملا جلیل و سید محمد عاشق است و بنیرہ سید محمد ظفر شاہ است و این ہمه سادات کرام خاکروبان خانقاہ مظہریہ دہلویہ اند۔ به جانب دیگر اوشاگر درشید سید خواجہ محمد است کہ پسر سید محمد علیم اخوانزادہ است و خواہر شان ہم درخانہ سید خواجہ محمد بود۔ ہمیں سید خواجہ محمد صاحب درحق اودعا کردہ است ازین بحث امروز ہمه سفید ریشان اخوند خیلان متفق برایں انکہ فضائل و مکالات و بزرگی حضرت سید مہتر موسیٰ صاحب اثر دعائے یک بزرگ اخوند خیلان است و آن بزرگ ہمیں سید خواجہ محمد است اختصر فیوضات اکابر اخوند خیلان مغل خیلان را سید مہتر موسیٰ صاحب جذب کرده باز بہ اصغر خانوادہ پیشین زئی منتقل کرد۔

مامی تینیم کہ از پران سید خواجہ محمد سید محمد عمر المعروف بے عمری خلیفہ سید مہتر موسیٰ ست و سید حیدر شاہ شاگرد و تربیت یافتہ او است و سید عبد اللہ ک بنیرہ سید عمری است از خلفاء سید عبد العزیز شاہ بنیرہ حضرت سید مہتر موسیٰ است و غلام محمد اخونزادہ ک مشہور بہ غلام گل اخونزادہ بود بنیرہ پیر محمد اخونزادہ است کہ برادر سید خواجہ محمد بود۔ این غلام محمد اخونزادہ خلیفہ سید احمد گل صاحب پسر سید مہتر موسیٰ بود۔ ہمیں طور در خانوادہ ملا اللہ داد اخونزادہ عمزادہ سید محمد علیم اخونزادہ جم غیر ازالہ و لاد سید مہتر موسیٰ فیض یاب شدہ اند۔ مثلاً محمد یار اخونزادہ کہ پسر ملا اللہ داد اخونزادہ است فیض یافیتہ سید مہتر موسیٰ است و دوست محمد اخونزادہ و سید دین محمد اخونزادہ کہ پران ہمیں محمد یار اخونزادہ اند جائزین سید احمد گل صاحب بن سید مہتر موسیٰ اند۔ و سید آخر محمد اخونزادہ و سید امیر محمد اخونزادہ بنیرگان سید ملا اللہ داد و پران محمد سعید اخونزادہ شاگردان سید احمد گل پنیالوی ہستند۔

از برکت دعائے سید خواجہ محمد اخونزادہ فیوضات اور رجوع ہمه خانوادہ ہائے قبیلہ سادات پیشین زئی بہ سید مہتر موسیٰ شد و ہمه کہتران و مہتران پیشین زئی ازین خانوادہ فیض یاب شدند۔ اتفاق عجیب است کہ شاخہائے پیشین زیاں کہ متعلق نہ بہ اخوند خیلان حضرات اندونہ بہ خانوادہ سید مہتر موسیٰ اند آن کسان محروم از علم و فضیلت ہستند در ماضی قریب تعلق اجداد ماؤ گویا بہ علمائے ربانیین و علمائے حق بود ازین وجہی یعنی کہ در خانوادہ پیشین زئی بد عات و توصفات و رواجات فاسدہ روان ج نہ یافت آن چشمہ شیرین کہ از آپ صافی آن حتی المقدرونو شیدہ ایم۔ برودت آن حتی الآن در صدر و خود محسوس می کنیم۔ لہذا

بر ما واجب است کہ در طریقت و شریعت و امور اجتماعیہ راه آن بزرگان را کہ مانند عروۃ الوثقی است را به مضبوطی تمسک کنیم۔

چند نکات دربارہ طریقت و افادہ طریقت در امور اجتماعیہ و در امور شریعت کہ از جناب امام الحمد حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ منقول انقل می کنم تا کہ راہنمائی مابہ جانب جادہ مستقیم در پوءِ آن بہ آسانی شود۔

حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ در کتب خود کہ جنت اللہ البالغة، تفہیمات الہیہ، وبدور بازغۃ وہمعات وسطعات ولمعات والاطاف القدس وغیرہا اندی فرماید۔ کہ تصوف و طریقت چیزے غیر از شریعت یا چیزے کہ مقابل شریعت باشد نیست بلکہ حقیقت این است۔ کہ انسان محض نام گوشت و پوست نیست بلکہ در گوشت و پوست چیزے کہ صاحب ارادہ و ادرار ک است و از جوارح کارمی گیرد کہ تعبیر ازال بہ انا و من یا نفس و روح می شود تصوف در این روح نفس وانا و من هیچان و تحریک و جذبہ پیدائی کندا تا کہ او برائے حصول مقصد خود متحرک باشد۔ گویا تصوف رو بر قی است کہ در انسان پیدائی شود مثلاً مانماز و روزہ ادامی کنیم این شریعت است تصوف نیست، تصوف این امور شرعیۃ را با خلوص و عقیدت و دل و جان ادا کردن است۔ تصوف در زندگی را عمل علیحدہ متعین نہی کندا بلکہ را ہے کہ شریعت متعین کردہ است بر آن راہ بہا ہمت واستقامت رفتہ تقاضائی کند، تصوف را تخصیص بہ شریعت خاص محمدی خاص نیست زیرا کہ این جذبہ ایسٹ کہ در ہر شریعت ضرورت دارد۔

وقتے کہ در انسان آنا بیداری شود اور محسوس می کند کہ این آنا پر تو وجود برتر و اعلیٰ است یا این آنا فیضان آنا دیگر است و بہ آن وجود برتر و اعلیٰ رسیدن کمال و مقصود انسان است کیسکہ درین دنیا این آنا را بیداری کند بعد از مرگ چون جدائی در این آنا دو وجود انسانی واقع می شود و این آنا از بند جسم خلاصی می یابد، عروج و ترقی بہ جانب وجود اعلیٰ این آنا را آسان می شود و در آخر الامر قرار او در جنت می باشد۔ لیکن کیسکہ در این دنیا آنا خود را بیدار نہی کند لابدا است کہ نار جہنم پرده ہائے تاریک اور اسوز دتا کہ آنا او بیدار شود ازین وجہ بیداری این آنا را در احادیث احسان گفتہ شدہ است۔ مرتبہ احسان از کتب ہا حاصل نہی شود این مرتبہ مرہون منت صحبت بزرگان ارباب طریق و توجہ ایشان است۔ عالمی کہ مشہور پہ مولانا عبد اللہ سندھیؒ و شاحد علوم ولی اللہی است این تصوف و مرتبہ احسان را با امور سیاسیہ بین طور بطي می دهد، می فرماید کہ تقاضائے زمانہ تابع مشیت الہی است و اسباب و حالات زندگی تقاضائے نظامے کہ کند مصلحت الہی آن نظام را در دنیا نافذی کند و رضاۓ رب در آن نظام مضمرو پہاں باشد لیکن رضاۓ مرضی رب بہ واسطہ بندگان او در دنیا متشکل میشود و دست خدا در دست بندگان خدار و بہ عمل می باشد۔ ازین وجہ امور سیاسیہ ہم بسا اوقات امور الہیہ می گردند و سیاست عین عبادت می

گردد۔ (۱۳۱)

حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ می گوید کہ تصوف نام اور ادوار و طائف و مراقبات و لطائف نیست بلکہ این ہمہ مفہومی بہ نسبت است کہ در تصوف با خالق پیدا شود۔ بعد از حصول آن نسبت بندہ چنانچہ کہ بہ خالق مشغول می باشد اور ابہ مخلوق اتعلق داشتن نیز ضروری باشد بایں طور کہ از ہر جہت خدمت مخلوق کند فرمان نبوی است کہ: **الخلق عیال الله و در این خدمت امتیازات نسلی و جغرافیائی و تمدنی و گروہی و منہبی حائل نہ شود۔** و احترام انسانیت در قلب او بہ چنین طریقہ پیوست شود کہ ہرجا کہ می بیند کہ تذلیل انسانیت می شود دل او بے قراری شود بغیر از یہ تفاوت کہ این فرد بہ کدام فرقہ تعلق می دارد۔ و بدین امر عمل اصحاب رسول اللہ ﷺ گواہ و شاہد است کہ اکثر جہذا یشان برائے آزاد کردن کافران و مشرکان از ظلم قائدین و امراء کفر بود چنانچہ در عراق و شام وغیرہ ممالک محرومہ می بینیم کہ صفت بندی صحابہؐ مقابلہ کفار برائے آزادی آں کفار از مستیلاء ائمۃ کفر و ظلم می باشد و بعد از قتل شدن ائمۃ الکفر عام رعیت کہ تاہنوز بہ آن کفر دامم و قائم است در باب عقیدہ مختار باشد۔ اما در باب بنائے معاشرہ و تشكیل او اختیار از کفر و ابناۓ ظلم سلب شود و مسلمانان را منتقل شود مگر مسلمان ہم بنائے آن معاشرہ بعدل کند نہ کہ بر ظلم و مراد از عدل ہمیں است کہ جمیع رعیت مستفید از جمیع وسائل مملکت گردد و بر اساس اختلاف عقیدہ وزبان یہچ قسم امتیاز روانہ دارد۔ گویا خدمت خلق مقصد اصلی تصوف است کہ از انفرادی شروع گشتہ بر اجتماعی تمامی شود از یہن وجہ سعدی شیرازیؒ می فرماید۔

طریقت به جزر خدمت خلق نیست **بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست ()**
 وجاہت ظاہری و شوکت دنیاوی و جمع کردن مال و دولت و آمدن و رفتہ خلق یہچ گونہ تعلق بہ تصوف نہی دارد چنانچہ حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ می گوید کہ روز قیامت بساز از فاضلین مفضول لین گردند و بسیار از مفضولین فاضلین گردند یعنی بسیار از مشاہیر زمانہ کہ مشائخ گردیدہ اند بروز قیامت بہ حیثیت مفضول گردند در حدیث شریف وارد است کہ حب الدنیا رأس کل خطیئة لہذا اصحاب طریقت را اجتناب نہ مکن از دنیا ضروری است بلکہ از دنیا دارن ہم ضروری است از یہن وجہ قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالقدوس رائے پوری نور اللہ مرقدہؐ می فرماید کہ علامت مرشد صادق اینست کہ مریدان اواز طبقہ غرباء باشندہ کہ از طبقہ امراء از یہن وجہ اخلاص در تصوف شرط اولیں است یعنی حصول رضاۓ الہی و حصول رضاۓ الہی تحریج دار جمیع علاقوں دنیا آردا۔

و مراد از تحریج انجاترک دنیا و اسباب دنیا نیست زیرا کہ این رہبانیت است کہ در شریعت محمدی حرام است بلکہ مراد از تحریج دین است کہ انسان دنیا را در دل جاند ہد و دنیا را جمع نہ سازد و بر اساس دولت و ثروت معاشرت نہ کند۔

امر دیگر کہ درتصوف ضروری است رواداری و حکم است امتیاز اسلام از همه ادیان در این زمانه این است کہ اسلام با وجود کثرت مسلمانان و غلبہ اسلام کفر را و کافران را جائے پناہ می دهد ازین وجہ قرآن کریم اعلان عام کرده است لا اکراه فی الدین (القرآن) کہ در دین قبول کردن عقیدہ جبر نیست۔ حضرت عمرؓ کہ امیر المؤمنین بود با وجود درشتی و سخت مزاجی خود اسلام نامی خادم خود را که عیسائی بود بر تبدیل کردن عقیدہ مجبور نہ کرد گویا تصوف این قسم معاشرہ تشکیل می کند کہ جمیع ابناۓ وطن با وجود اختلاف مذهب و عقیدہ بالفت و محبت گزاران کنند۔ و معاشرہ ہند بہترین مثال برائے رواداری اسلام است زیرا کہ مسلمانان تا ہشت صد سال حکومت کر دیگر یک مثال ہم موجود نیست کہ کفار از دست مسلمانان احتجاج کرده باشند۔ امر آخر کہ در باب تصوف حصول آن ضروری است و در امور اجتماعیہ لا بدی است اخلاق اربعہ اند اخلاق اربعہ عبارت از طہارت است کہ حصول پا کی ظاہری و باطنی است و این طہارت موجب اطمینان قلبی است امر دوم در اخلاق اربعہ اخبات است و مراد ازاں خشوع و خصوص در درگاہ ذات اقدس و برتر است امر سوم در اخلاق اربعہ سماحت است و مراد ازاں سماحت ضبط نفس از اخلاق ذمیمہ است کہ در نتیجہ آن اخلاق حسنہ مانند صبر و شکر و توکل در صوفی پیدا می شوند و اخلاق رذیلہ مانند حب دنیا و حب جاہ وغیرہ رخصت می گردند امر چهارم در اخلاق اربعہ عدالت است کہ پیشتر تعلق با امور اجتماعیہ می دارد۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماید کہ درین اخلاق اربعہ خلق مرکزی عدالت است در پیچ معاملہ عدل و انصاف قائم نہی شود تا آنکہ احتراز کلی از بار نہادن بر طبقہ مزدوران و کاسپان رزق نہ کرده شود۔

در وقت نزول قرآن قیصر و کسری (حکومت ہائے روم و ایران) اکثر حصہ دنیاے متمدن را در تنگی معيشت بتلا کرده از اخلاق حسنہ محروم کرده بود۔ بدین وجہ مقصد عظیم قرآن کریم این بود کہ زورو طاقت قیصر و کسری را شکستہ نظامے قائم کند کہ اقوام عالم را ازین معيشت خلاصی بدھد۔ (۱۳۲)

این مختصر بیان از تعلیمات ولی اللہی ذکر کردم تا کہ معلوم شود کہ تصوف امر جامد نیست بلکہ این تحریک است کہ از فرد تا به اجتماع ازو اثری گیرد۔

در تشکیل معاشرہ ہائے خطہ ما اثر صوفیائے کرام مسلم است۔ امر وزیر مالا لازم است کہ نظر بر قدم کنیم و تاریخ صوفیائے این خطبہ رانہ صرف فقط در خصوص کرامات او مطالعہ کنیم بلکہ سعیہاے ایشان را کہ از دربان شروع کرده تا به حکمران رسانیدہ و گوشہ اجتماعیے از ایشان خالی نماند مطالعہ کنیم۔ در این خطہ ہر فرد و ہر جماعت می خواهد کہ تشکیل معاشرہ بر اساس تعلیمات اسلامی شود و درین باب سعی ہمی کند گر نتیجہ صفری باشد و شرہ گوشش ہائے مابدست دیگر اسی افتاد استعار عالمی از و متنع می گردو بقول حافظ شیرازیؒ:

ہمہ کارم زنا کامی بے بدنا می رسید آخر کجا ماندا آن رازے کزو سازند محفل ہا

قصہ بدین جارسید کہ روایات اسلامی ما وقوائیں اجتماعی این خطہ و شان و شوکت دنیاوی ما قصہ پارینہ می گرد۔ تماضی قریب شاخت این خطہ بوجہ اسلام و مسلمانان بود امر وز شاخت بواسطہ دیگران است۔ حل این مسئلہ مشکل نیست لیکن با این تجیل وجود باقیت کہ ما اختیار کردہ ایم حل مشکل والا بخوبی گردد۔ امر وز مسئلہ و مشکل کہ در پاکستان و افغانستان واقع شده است این مسئلہ امر وز دیر وز نیست۔ این مشکل ما زوفات اور نگزیب عالمگیر شروع شدہ است کہ در هفده صد و هفت عیسوی (1707ء) واقع شد۔ اجتماعیت این خطہ از نااصلی و ارشان عالم گیر بہ تشکیل و افتراق بدل گشت و غلبہ این خطہ بہ زوال تبدیل گشت بعد ازان سرخ استعمار (فرنگ) کہ پیش از عالمگیر در زمانہ جہانگیر شاه جہاں در لباس تاجر ای موجود بود بہ صورت اصلی آمدن شروع کرد ایشان امراء و حکمرانان این خطہ را بہم بر سر پیکار کر دند حکمرانان این خطہ گردان زمین یک دیگر کر دند و نیتیجتاً کمزور گشتند سرخ استعمار کہ در انتظار این وقت بود بعد از یک صد و پنجاہ سال (1857ء) حکمرانان این خطہ را قتل کر دخود بر منبر نشستہ اذان دادن شروع کرد۔

اختصاراً باید کہ تاریخ دور عروج و اقبال اسلام و مسلمانان کہ از صحابہ کرام شروع می شود و تا امیر سلطنت عثمانیہ با وجود مختلف نشیب و فراز جاری است بدین طور مطالعہ کنیم کہ اسباب علل و حکمت و فلسفہ بجملہ تاریخ انسانی از حضرت سیدنا آدم علیہ حضوراً حضرۃ الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ایں جملہ اشیاء بلکہ خلاصہ و حکمت و فلسفہ بجملہ تاریخ انسانی از حضرت سیدنا آدم علیہ السلام تا امروز بدین طور در کتب خود البدور البازغۃ وجۃ اللہ البالغۃ وغیرہ کتب ہاڑ کر کرده است۔ حنوز ضروت بدین امر است کہ بہ جائے صدر او شمس بازغۃ و شرح چھمنی کتب امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ را مطالعہ کنیم۔ اللہ در شاہ ولی اللہ حیث قال:

علی من می شناسم لین گمر دزادن حکست را فلا طون آہ گرمی دیدیو نانے کہ من دارم (۱۳۳)

مارا باید کہ از گرداب فان قیل و قلنا بیرون بیا یہم و تشخیص مرض خود کر ده علاج آن را درین کتب دریافت کنیم۔ باز مطالعہ تاریخ آن جماعت کنیم کہ حضرۃ شاہ ولی اللہ دہلویؒ پر حسب منشور خود ”کہ نفس کتاب جۃ اللہ است“ ساخت و افراد مہمہ آن جماعت حضرت امام شاہ عبدالعزیز دہلویؒ و حضرت شاہ محمد اسحاق دہلویؒ و حضرت شاہ اسماعیل شہید و حضرت سید احمد شہید و حضرت مولانا مملوک علیؒ و حضرت حاجی امداد اللہ مہا جرکیؒ و حضرت مولانا محمد قاسم نانو تویؒ و حضرت مولانا مفتی رشید احمد گنگوہیؒ، و مجاہد کبیر حضرت شیخ الحنفی مولانا محمود حسنؒ و حضرت شاہ عبد الرحیم رائے پوریؒ و حضرت مولانا عبد اللہ سندھیؒ و شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدیؒ، و مفتی اعظم ہند حضرت مولانا کفایت اللہ دہلویؒ، حضرت شاہ عبد

ال قادر رائے پوریٰ و حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوریٰ و حضرت اقدس شاہ سعید احمد رائے پوریٰ وغیرہم ہستند۔ این جماعت خلاف سرخ استعمار حسب حالت زمانہ خود جھاد کر دو بالآخر آن را مجبور کرد کہ ہندراترک کند۔

مختصر اینکہ مطالعہ تاریخ این جماعت محسن برائے تبرک نیست بلکہ برائے ادراک کردن حالات این زمانہ و فہمیدن عیاری سرخ استعمار۔ وقت کے جماعت شاہ ولی اللہ دہلوی کہ ”موسوم بہ تحریک آزادی بود و فیما بعد بہ جمعیۃ علماء ہند موسوم گشت“ بہ خلاف انگریز متحرک بود ایشان مخالفت نہ ہبی کہ درمیان ایشان مختلف مذاہب دیگر بود بہ یک طرف نہاد و بہ قوم ہندو ہم اتفاق کرد۔ ایشان اولاً در قیادت حضرت سید احمد شہید و حضرت شاہ اسماعیل شہید تحریک بالا کوٹ (1831ء) قربانی داد باز در 1857ء در جنگ آزادی حصہ وافر گرفتہ۔ قربانی پنجاہ ہزار علماء پیش کرد بعد ازاں اس عمل جاری بود حتیٰ کہ در 1913ء تحریک رئیشمی ردمال نذرانہ جانہا پیش کرد بعد ازاں در 1920ء چون مجاہد کبیر حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن از اسارت مالٹا باز آمد و حالات بین المللی رامطالعہ کرده بود بدین نتیجہ رسید کہ ہنوز حصول مرام بہ جلسہ و جلوس و احتجاج یعنی شریک کردن عوام در مطالبه خود ممکن است دیگر طرق ہنا کام اند لہذا امامی پیغم کہ اکابر علماء مثل مجاہد کبیر حضرت شیخ الہند محمود احسان و حضرت مولانا ابوالکلام آزاد و حضرت مولانا عبد اللہ سنہنی و حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدھی و مفتی اعظم ہند مولانا کفایت اللہ دہلوی وغیرہم برین راہی روند حتیٰ کہ فرنگ را رخصت می گردانند اما غلامان فرنگ تا ہنوز موجود اند و آئین پادشاہی بہ منشا فرنگ می رانند۔ بقول حضرت مولانا عبد اللہ سنہنی ہنوز در عالم مقابله نظامہ است انگریز فرنگ بذات خود موجود بنا شد مگر نظام مملکت را بدبین نمط ترتیب می دہد کہ فرنگ سیاہ کہ بظاہر افغانی و ہندی باشد حسب ترتیب اوشغول خدمت اوی باشد۔

اما مسلمانان غافل از نظام و فکر نظام و ترتیب و تربیت نظام ہستیم۔ طرق ہا اور اہمہ زندگی راتا حد ذات تبدیل کرده ایم ہر قسم سہولیات کے فرنگ ایجاد کرده است ازو فائدہ می گیریم مگر چوں معاملہ حکومت و نظام و اجتماعیت می آید ما بصدی شویم کہ از نظام قدیم دست بردارنی شویم و یعنی قسم تبدیلی در زندگی نمی کنیم نتیجہ آنست کہ از ذلیل ذلیل ترشدیم۔ تشد و جذب ابتدیت را ترک نمی کنیم۔ از علوم و فنون جدیدہ بہ ہزار کوش دوری گریزیم حالانکہ این محاورہ ہم ورزیبان ما است الحکمة ضالة المؤمن فهو احق بها حيث و جدها۔ یک جانب مشغول بآں حکمت و فلسفہ یونان ہستیم کہ چون ضرورت افاد آنرا زیوناں گرفتیم و در آن مرتبہ استادی حاصل کر دیم لیکن چوں ضرورت بہ فلسفہ و فنون جدیدہ افاد یک کفر (فلسفہ قدیم) را در بغل گرفتہ در زعم خویش از کفر ثانی (فلسفہ جدید) نہ فقط فرار اختیار کرده ایم بلکہ پندرکنندہ را کافرو قابل گردان زنی می شماریم۔ يَحْسِرْ تَاعُلَى الْعِبَادُ مَا يَا تِيَهُمْ مِنْ رَسُولِ إِلَّا كَانُوا

بے یستھزوں (لیلیت: ۳۰)

الحضر ما را باید کہ چنانچہ کا برما کہ علاقہ بآن جماعت داشتہ اند کہ متعلق اور در حدیث شریف آمدہ کہ ”لا یزال طائفة من امتی قائمین علی الحق ... الحدیث (۱۳۳)

ماہم علاقہ بآن جماعت بداریم بلکہ پروگرام و مشن اور ارضوئے حالات ملکی و بین المللی پھیم تاروز جزا بپیش این بزرگان شرمسار نہ باشیم۔ و قیادت جمیع انسانیت را به ذمہ خود گیریم و آن امن، سکون و ترقی و خوشحالی بیاریم چنانچہ در عهد صحابہ کرم رضوان اللہ علیہم اجمعین و بنی امیہ و بنی عباس و عحد مغلیہ بودواں وقت ممکن است کہ ما شہداء علی الناس و نگران و در بان انسانیت شویم نہ کرت سانندہ و خوف پیدا کنندہ۔

والله یهدی الی الحق و هو یهدی الی صراط مستقیم

فقط

رشید احمد

خاکپائے علمائے حق

سہ ماہی مجلہ الحلیم

ایک سہ ماہی مجلہ ”الحلیم“ کے نام سے خانقاہ پیغمبر زمینی کی زیر اسرپرستی راقم الحروف کے زیر ادارت نگل رہا ہے۔ مجلہ کے نام سے جس طرح واضح ہے، حضرت سید عبدالحلیم شاہ صاحبؒ کی طرف منسوب ہے۔ باقی اس رسائے میں تصوف کے حوالے سے مضامین شائع ہوتے ہیں۔ تصوف اپنے طور پر بھی کثیر الجھٹ موضوع ہے۔ ہندوستان اور پاکستان میں صوفیاء کا یہ عظیم احسان رہا ہے، کہ یہاں کے معاشروں کی تشکیل میں انہوں نے بھرپور کردار ادا کیا ہے، کسی معاشرے کی تشکیل میں جہاں تو حیدر پرنی ایک صحیح عقیدے کی ضرورت رہتی ہے، وہاں ایک صحیح سیاسی سسٹم، اس کے لئے صحیح اداروں اور نظم و ضبط کی ضرورت رہتی ہے۔ اسی طرح ایسے معاشرے کے لئے ایک صحیح معاشی سڑک بھی لابدی ہوتا ہے۔ تاکہ لوگوں کی ضروریات زندگی آسانی کے ساتھ پوری ہو کر فارغ وقت میں ان کا تعلق اللہ کے ساتھ قائم رہے۔ ان امور کی تکمیل کی صورت میں ظاہر ہے کہ ایسے معاشرے کے افراد بہترین اخلاق سے مزین ہوں گے۔

الحلیم میں ہمارے معاشروں کی تشکیل میں صوفیاء حضرات کا سیاسی، سماجی، معاشی، روحانی اور اخلاقی حوالے سے جو کردار رہا ہے۔ اسکا جائزہ مختلف جہات سے پیش کیا جاتا ہے۔ ماشاء اللہ خانقاہ کے اپنے حلقوں کے ساتھ ساتھ دوسرے پڑھے لکھے اور سمجھدار حلقوں میں یہ مجلہ بڑا مقبول ہوتا جا رہا ہے۔

حوالہ جات

۱	شاہ محمود، صاحبزادہ، سید، دیوان حافظ محمود، قلمی غیر مطبوع۔
۲	الیضا
۳	الیضا
۴	البخاری، محمد بن اسحیل، امام، الجامع الصحيح للبخاری، ج نمبر ۱، ص ۱۲، نعمانی کتب خانہ، کابل، افغانستان۔
۵	الدہلوی، شاہ ولی اللہ، امام، قطب الدین احمد، تفہیمات الالہیہ، ج نمبر ۱، تفسیر نمبر ۱، ص ۷، شاہ ولی اللہ اکیڈمی، حیدر آباد، سندھ۔
۶	پانی پتی، ثناء اللہ، قاضی، تفسیر مظہری، ج نمبر ۳، ص ۳۸، المکتبۃ المحتفیۃ، مسجد کوثر، بونگرہ روڈ چن، بلوجتان۔
۷	ابو عبداللہ، محمد بن یزید بن ماجہ، سنن ابن ماجہ، ص ۵۲، سعید انجامیم کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی۔
۸	نقشبندی، عبد اللطیف خان، حسن نماز، ص ۲۹۷ تا ۲۹۲، فیروز نسٹر لائبریری، لاہور، رواں پینڈی، کراچی۔
۹	احمد سعید، خواجہ، مولانا، انہار اربعہ دریان سلاسل اربعہ مشہورہ، ص ۱۳۲، مترجم غیر مطبوع۔
۱۰	الیضا
۱۱	بہلوی، عبداللہ، مولانا، عمدۃ الاذکار، ص ۲۵ تا ۲۸، ندیم یوس پرمنٹ لاہور۔
۱۲	انہار اربعہ دریان سلاسل اربعہ مشہورہ، ص ۱۳۸۔
۱۳	شہید، اسماعیل، شاہ، مولانا، صراط مستقیم، ص ۲۳۷ بالاختصار، اسلامی اکیڈمی، اردو بازار لاہور۔
۱۴	نظمی، خلیق احمد، تاریخ مشائخ چشت، ص ۸۲ تا ۲۰۰ (ملحصاً)، مشتاق بک کارز، اردو بازار لاہور۔
۱۵	اخیری، محمد اسماعیل، صوفی، تذکرہ نقشبندیہ خیریہ، ص ۵، کتب خانہ خیریہ، مرشد آباد، پشاور۔
۱۶	ندوی، ابو الحسن، علی میاں، مولانا، سیرت سید احمد شہید، ج نمبر ۱، ص ۵ تا ۸ (ملحصاً)، انجام سعید کمپنی، ادب منزل، کراچی۔
۱۷	شہید، اسماعیل، شاہ، مولانا، صراط مستقیم، ص ۲۳۷ تا ۲۲۵ بالاختصار، اسلامی اکیڈمی، اردو بازار لاہور۔
۱۸	الیضا۔
۱۹	تفقی، انور، علوی، حافظ، حاشیہ القول الحجی، ص ۱۲۰، ۱۱۱، خانقاہ کاظمیہ قلندریہ کا کوری شریف، ضلع لکھنؤ۔
۲۰	شاہ، عبدالحیم، سید، ترجمہ سلسلہ بخاری۔
۲۱	محمد سعید خان، حاجی، خلیفہ، زاد الطیرشین اردو ترجمہ مجمع البحرین، ص ۲۵۵ تا ۲۵۷۔
۲۲	افغانی، اثر، عبدالحیم، روحانی رابطہ، ج نمبر ۳، مکتبہ سید نجات قلندر قریہ یونی سیدان، پشاور۔
۲۳	الیضا، ج نمبر ۲، ص ۵۹۵۔
۲۴	الیضا، ص ۲۲۵۔
۲۵	الیضا، ص ۲۲۳۔
۲۶	الیضا، ص ۲۲۸۔

۲۷	الیضا، ص ۱۵۷۔
۲۸	خان، محمد اللہ، معارف عناویتیہ ترجمہ مقامات ارشادیہ، ص ۶۷ تا ۸۱ ملخصاً، مرضی بر قی پر لیں ریاست رامپور، انڈیا۔
۲۹	عبدالغفار، خلیفہ، معارف لدنیہ، ص ۳۷۸، غیر مطبوع۔
۳۰	زاداطر یقینیں اردو ترجمہ جمع البحرين، ص ۲۵۔
۳۱	الیضا، ص ۱۹۔
۳۲	شہباز، احمد سلطان، اقوام پاکستان کا انسائیکلو پیڈیا، فروری 2012ء، بک کارز شوروم بالمقابل اقبال لاہوری، بک سٹریٹ چکم۔
۳۳	نعمت اللہ، ہٹلی، خواجہ، مخزن افغانی، ص ۳۲۱، ۳۲۲، اردو سائنس بورڈ اپر مال روڈ لاہور۔ نیز خوشید جہان، اردو ترجمہ ستاری پشتو، ص ۵۹۸، ۲۷۲، شش شوکت علی پرنٹرائیٹ پبلیشورز لاہور۔
۳۴	خاندانی روایت۔
۳۵	روحانی رابطہ از عبدالحیم آثر افغانی، ص ۲۵۵، ح نمبر۔
۳۶	دہلوی، محمد مظہر، مناقب و مقامات احمدیہ سعیدیہ، ص ۱۰۸، غیر مطبوع۔
۳۷	حاجی محمد فیض ولد گلوجان نبیرہ ملاباران، ساکن غیر گرضح لورالائی۔
۳۸	بروایت سعد اللہ خان ہیئت ماسٹر مرتوت نبیرہ ملا شہزاد، اعضر خیل ضلع کی مرتوت۔
۳۹	صاحبزادہ محمد یعقوب روایت از والد محترم صاحبزادہ محمود صاحب۔
۴۰	اولف کیر و سر، دی پٹھان، ص ۱۵۳، ۲۰۰۰ء، پشتو کیڈمی، یونیورسٹی آف پشاور۔
۴۱	اقوام پاکستان کا انسائیکلو پیڈیا، ص ۹۷۳۔
۴۲	شاه، محمود، صاحبزادہ سید، دیوان حافظ محمود، قلمی غیر مطبوع۔
۴۳	صاحبزادہ سید محمد صاحب اُبین صاحبزادہ سید عبدالحیم شاہ صاحب، بروایت رقم الحروف۔
۴۴	بروایت سعد اللہ خان ہیئت ماسٹر، اعضر خیل ضلع کی مرتوت۔
۴۵	شاه، محمود، صاحبزادہ سید، دیوان حافظ محمود، قلمی غیر مطبوع۔
۴۶	شاه، محمود، صاحبزادہ سید، دیوان حافظ محمود، قلمی غیر مطبوع۔
۴۷	الیضا۔
۴۸	بروایت احمد کا کا ولد ماحمد یار، لورالائی ناصر آباد۔
۴۹	فرہادی، عبدالعزیز، نبراس، ص ۱۳۲، مکتبہ امدادیہ ملتان۔
۵۰	دیوان حافظ محمود، قلمی غیر مطبوع۔
۵۱	عبدالغفار، خلیفہ، معارف لدنیہ، ص ۳۸۵، غیر مطبوع۔
۵۲	بروایت خلیفہ محمد طیب صاحب ولد خلیفہ عبدالغفار صاحب، ظفر آباد کالونی، ڈیرہ اسماعیل خان۔

۵۳	محمد سعید خان، حاجی، خلیفہ، زاداطریتیں اردو ترجمہ مجح المحرین۔
۵۴	بروایت فقیر محمد صالح صاحب ولد فقیر احمد گل صاحب [ؒ] ، پہاڑپور، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان۔
۵۵	بروایت مولوی رشید احمد صاحب ولد مولانا عبد الکریم صاحب [ؒ] ، ناصر آباد، ٹوب بازار۔
۵۶	دہلوی، محمد مظہر، منا قب و مقامات احمد یہ سعید یہ، ص ۱۰۸، غیر مطبوع۔
۵۷	بروایت سید عبدالسلام اخوندزادہ ولد سید ابراہیم صاحب [ؒ] ، تحصیل دکی، ضلع لورالائی۔
۵۸	بروایت سید حسین احمد شاہ از خاندان مولانا سید مرید احمد شاہ صاحب [ؒ] ، بندکواری، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان۔
۵۹	بروایت مولانا فقیر محمد الطاف صاحب ولد مولانا فقیر نذری احمد صاحب [ؒ] ، سدرہ شریف، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان۔
۶۰	بروایت مولانا خلیل احمد صاحب ولد مولانا محمد یلیمن صاحب [ؒ] ، وال پچھراں، ضلع میانوالی۔
۶۱	بروایت مولانا احمد شعیب صاحب ابن مولانا محمد صاحب [ؒ] ، جامع مسجد کلاں ڈیرہ اسماعیل خان شہر۔
۶۲	بروایت سید عبدالجبار شاہ صاحب از خاندان سید فضل شاہ صاحب [ؒ] ، کوہ شیخ بدین، ڈیرہ اسماعیل خان۔
۶۳	بروایت مولوی دشیر صاحب تو ناصر، مردان پل پہاڑپور، ڈیرہ اسماعیل خان۔
۶۴	بروایت عبدالواحد استاد نبیرہ مولانا شاہ عالم صاحب [ؒ] ، پنیوالہ، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان۔
۶۵	ترجمان اسلام، مورخ ۲۷ جون ۱۹۶۹ء، ج ۱۲، ش ۲۲۔
۶۶	ترجمان اسلام، ۲۷ فروری ۱۹۶۰ء، ج ۱۳، ش ۸، ص ۱۶۔
۶۷	ترجمان اسلام، ۲۸ مارچ ۱۹۶۹ء، ج ۱۲، ش ۱۲۔
۶۸	بہروایت محمد ابراہیم شاہ، مانگ، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان۔
۶۹	بروایت حاجی محمد رفیق و مولوی عبدالغفور پران مولانا صدیق احمد صاحب [ؒ] ، گل امام، ضلع ٹاک۔
۷۰	دیوان حافظ محمود، قلمی غیر مطبوع۔
۷۱	الیضا۔
۷۲	الیضا۔
۷۳	الجامع الحجج للہماری [ؒ] ، ج نمبر ۹، ص ۹۔
۷۴	دیوان حافظ محمود، غیر مطبوع۔
۷۵	الیضا۔
۷۶	مکتوباتِ صاحبزادہ محمود صاحب [ؒ] ، غیر مطبوع۔
۷۷	الیضا۔
۷۸	مضمون "امام شاہ ولی اللہ سیمینار (بنوی)"، عزم سیرین نمبر 212، 213، ماہ مئی، جون، جولائی 2004ء۔
۷۹	مضمون "صاحبزادہ سید محمود شاہ صاحب [ؒ] (دوسرا قسط)"، عزم سیرین نمبر 253، ماہ ستمبر، اکتوبر 2011ء۔

۸۰	نجم بخاری شریف شیپ ریکارڈنگ۔ نعمانی، عبدالحقین، مولانا، مفتی، (و دیگر مفتیان کرام)، تنظیم فکر ولی اللہ کی بابت نتوں کی حقیقت، ص ۱۵۱، طبع اول اپریل ۲۰۰۶ء، ناشر: شعبہ شروشا شاعت تنظیم فکر ولی اللہ (پاکستان)۔
۸۱	شاہ، محمود، صاحبزادہ، سید، خود نوشت حالات، غیر مطبوعہ۔
۸۲	گندھ پور، شیر محمد خان، تاریخ پشتوں، ص ۱۵۲ تا ۱۹۰، ملخصاً، شیخ شوکت علی اینڈ سنز غزنی سٹریٹ لاہور۔
۸۳	سیفی، گل ایوب خان، بنوں اودوز پیرستان تاریخ (پشتو)، ص ۱۱۸ تا ۱۲۳۔
۸۴	جے۔ آر۔ رائنس کیپشن، مشرقی افغانستان کے خانہ بدوش قبائل، ص ۲۵۵، مطبوعات النساء کوئٹہ۔
۸۵	ایضاً، ص ۲۵۷۔
۸۶	بروایت محمد صدیق قریشی صاحب، تحریل، ضلع کلی مرودت۔
۸۷	فیوض الرحمن، قاری، سوانح قاری عبد الملک صاحب، ص ۲۲۵ تا ۲۲۸، پاکستان بک سٹر، اردو بازار لاہور۔
۸۸	بروایت قاری رشید احمد صاحب پنیوال، ضلع ذیرہ اساعیل خان۔
۸۹	عبد الغفور، فقیر، مولانا، ملفوظات نور، ص ۱، ناشر دربار عالیہ صدقۃ صحیہ صاحیہ یارک۔
۹۰	قلعی یادداشت فقیر صاحبان یارک۔
۹۱	زاداطریقین اردو ترجمہ مجع جمیع البحرين، ص ۵۸ تا ۶۱۔
۹۲	خان، عنایت اللہ، حافظ، مقامات ارشادیہ، ص ۷، طبع احمد واقع کوچہ لنگر خانہ راپور انڈیا۔
۹۳	ایضاً، ص ۷۹۔
۹۴	ایضاً، ص ۸۱۔
۹۵	ایضاً، ص ۸۲۔
۹۶	زاداطریقین اردو ترجمہ مجع جمیع البحرين، ص ۶۳۔
۹۷	کاندھلوی، محمد ذکریا، مولانا، شیخ الحدیث، تاریخ مشائخ چشت، ص ۲۲۳، مطبوعہ کراچی۔
۹۸	الدھلوی، شاہ ولی اللہ، امام، افاس العارفین، ص ۵۷، ۵۶، مطبوعہ دیوبند۔
۹۹	تاریخ مشائخ نقشبندیہ، ص ۱۶۳، مطبوعہ لاہور۔
۱۰۰	ایضاً۔
۱۰۱	المجدد فی الاعلام، مطبوعہ بیروت۔
۱۰۲	جام پوری، عیب زئی، امام بخش، قاضی، حدیقة الاسرار فی اخبار الابرار، مطبوعہ قدیم۔
۱۰۳	تاریخ مشائخ نقشبندیہ، مطبوعہ لاہور۔
۱۰۴	غلام فرید، حافظ، احوال العارفین، ص ۵۷، طبع لاہور۔

۱۰۵	الپنا، ص ۲۷، ۲۵۔
۱۰۶	آپ کوثر، ص ۹۰، ۹۳، طبع لاہور۔
۱۰۷	زہرۃ الخواطر، طبع ملتان۔
۱۰۸	سندھی، عبید اللہ، مولانا، التمہید فی تعریف ائمۃ التجدید، طبع حیدر آباد۔
۱۰۹	تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، طبع لاہور۔
۱۱۰	المجذف فی الاعلام، طبع بیروت۔
۱۱۱	تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، طبع لاہور۔
۱۱۲	حدیقة الاسرار فی اخبار الابرار۔
۱۱۳	واقعات دار الحکومت وہلی، ج ۱، طبع وہلی۔
۱۱۴	کوہ قاف کے دلیں میں از کوثر نیازی، و تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، طبع لاہور۔
۱۱۵	تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، طبع لاہور۔
۱۱۶	ندوی، ابو الحسن علی، مولانا، تاریخ دعوت و عزیمت، ج نمبر ۲، طبع کراچی۔
۱۱۷	عثمانی، شیق الرحمن، مفتی، دورہ روس کی رواداد، طبع وہلی۔
۱۱۸	المجذف فی الاعلام، طبع بیروت۔
۱۱۹	حدیقة الاسرار فی اخبار الابرار۔
۱۲۰	المجذف فی الاعلام، طبع بیروت۔
۱۲۱	تاریخ مشائخ نقشبندیہ، طبع لاہور۔
۱۲۲	احوال العارفین، ص، طبع لاہور۔
۱۲۳	الپنا، ص ۲۷۔
۱۲۴	عثمانی، محمد تقی، مولانا، جہان دیدہ، ص ۵۷، ۵۵، ۵۸ تا ۵۸، طبع لاہور۔
۱۲۵	المجذف فی الاعلام، طبع بیروت۔
۱۲۶	تاریخ مشائخ نقشبندیہ، طبع لاہور۔
۱۲۷	شاہ، امیر حیدر، سید، شجرہ منظومہ غیر مطبوعہ، قندھار۔
۱۲۸	البرنی، عاشق الہی، مولانا، زاد الطالبین، ص ۱۹، ادارہ نشر و اشاعت اسلامیات، ملتان۔
۱۲۹	دہلوی، غلام علی، مقامات مظہری، فصل ۱۱۔
۱۳۰	دیوان مظہر، طبع مصطفائی، ص ۲۷۔
۱۳۱	سندھی، عبید اللہ، مولانا، شعرو راؤ آگھی، ص ۲۷، ۲۸، رحیمیہ مطبوعات، ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ کوئٹہ روڈ، لاہور۔

۱۳۲	دہلوی، شاہ ولی اللہ، امام، جیۃ اللہ البالغہ، ص ۱۸۲-۱۸۳، باب اقامت الارتفاقات و اصلاح الرسم، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار، لاہور۔
۱۳۳	دہلوی، شاہ ولی اللہ، امام، القول الحجی، ص ۷۰، کتبخانہ انور یہ نگیر شریف کا کوری لکھنؤ، انڈیا۔
۱۳۴	زاد اطاعتین، ص ۳۸۔
۱۳۵	شجرہ سادات بخاری، طبع از انج شریف۔
۱۳۶	روحانی رابطہ از عبدالحیم آثر افغانی، ص ۲۷۵، ج نمبر ۱۔
۱۳۷	الیضا۔

الحليم

سماںی مجلہ

خانقاہ لیسین زئی پنیالہ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کے زیر پر پستی خانقاہ بہدا سے نکلنے والا سماںی مجلہ جو حضرت اقدس سید عبدالحليم شاہ صاحبؒ کے نام گرامی سے منسوب ہے۔

دینی مسائل کے ساتھ ساتھ درس قرآن حکیم، درس حدیث، اخلاقیات، تصوف، تاریخ تصوف اور معاشرے کی سیاسی، معاشی اور معاشرتی تشكیل میں صوفیاء عظام کے کردار کا جائزہ وغیرہ وغیرہ روحانی مسائل کا مرقع ہے۔

اس مجلے کی ممبر شپ حاصل کر کے خود بھی پڑھئے، احباب کو بھی پڑھائیے اور ثواب دار ہیں حاصل کیجئے۔

رابطہ کے لئے:-

خانقاہ لیسین زئی پنیالہ، ڈیرہ اسماعیل خان
شعبہ نشر و اشاعت جامعہ مدنیہ یارک، ڈیرہ اسماعیل خان
رایٹ نمبرز: 0312-9827782, 0345-9830953

